Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Image 638

119305

Text Blank, 406047

T.B 313773

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Image 638

119305

Text Bhavan,
406047

T.B 313773

اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

دفتر ثانی

مآثر الکرام

موسوم بہ

سروِ آزاد

مُصَنَّفہ

حسّانُ الہند مولانا میر غلام علی آزادِ بلگرامی اَلْمُتَوَفّٰی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در ۱۱۶۶ ہزار و یک صد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

و محتوی است بر احوال شعرائے متاخرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم۔ در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خاں و باہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دخانی رفاہِ عام لاہور دار السلطنت پنجاب مطبوع شدہ

و از طرف مصحح از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

سنہ ۱۹۱۳ء

طبع اول

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کرٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایف۔ آر۔ ایچ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات۔ سرایا۔ اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُن کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی۔ تسرّی وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم۔ مولوی آل حسن مرحوم مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کئے ہیں۔ ان سب مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک تو یہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریقہ استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بہ ظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں ۱۸۸۵ء مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بنیظر مناسبت ہے۔ اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسّر نہیں آسکتا۔ لہٰذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دُعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمّل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبداللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ	۱۳۔ اگست ۱۹۱۳ء
حیدرآباد دکن	۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ چہارشنبہ

خلاصۂ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شاں ضمناً وارد شدہ

فہرست تراجم ماثر الکرام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعرائے فارسی مشتمل بریک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرائے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرائے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے که ارواح معانی را با قوالب الفاظ آمیخت و سبعۂ معلقۂ افلاک را از در قدرت آویخت و جواہر صلوات نثار امّی که نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند و محضر دعوائے زبان آوران را به مہر سکوت رساند و اولاد و الانژاد که مبادی فن ولایت و اصحاب عالیجناب که مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پاشکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر غلام علی متخلص به آزاد حسینی واسطی بلگرامی که این دلدادۂ زلف سخن و مخلص معنی طرازانِ نو و کہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف و خلف پرداخته و تذکرة الشعرائے مسمی به ید بیضا محرر ساخته امّا آن نسخه نقش انگاره[1] و تصویر تنگاره بود لہذا بعد فراہم رسیدن برخے از مواد رنگ اصلاح ریخته شد و نقش ثانی به از اوّل برانگیخته و چون سخن رسا تر از نشۂ شراب و سریع تر از پرتوِ آفتاب است ہر دو ید بیضا دستگاه شہرت بہم رساند و جا بجا پرتوِ رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقه سنج نسخۂ ثانی را ہم نمے تواند پسندید و در میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوه معذور است و شیشۂ بوقلمون در تلون مجبور که چندانکه ملکات می افزاید۔ ساخته و پرداختۂ پیشین نقوِ ہم پارین به نظر می آید و ہر گاه احکام عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ به اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند و خزان نسخ بہم

[1] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرو رفتگانِ اَسْفَلَ السّٰافِلِیْنَ نقصان بہ طریقِ اولیٰ قابلِ تبدیل و نیاز مند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلْحَقُّ تاکہ مصنف نشئۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بانجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ہُلُمَّ جَرًّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدْ وَقَعَ لِیْ شَیْءٌ وَّمَا اَدْرِیْ اَوَقَعَ لَكَ اَمْ لَا وَهُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَكْتُبُ كِتَابًا فِیْ یَوْمِهٖ اِلَّا یَقُوْلُ فِیْ غَدِهٖ لَوْ غُیِّرَ هٰذَا لَكَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوْلٰی وَهٰذِهٖ عِبْرَةٌ عَظِیْمَةٌ وَّحُجَّةٌ مُّسْتَقِیْمَةٌ عَلٰی اِسْتِیْلَاءِ صِفَةِ النُّقْصَانِ عَلٰی طَبِیْعَةِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و باآنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعثِ سرعتِ خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

---

[1] البقرہ ۲۔ آیت ۱۰۰۔

"بیت پرتو عمر چراغی است کہ در بزم وجود ٭ بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاٰیَامِ بہ تحریر درآید۔ و آثاریکہ در نقابِ خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسان معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے درپنج فصل صورت بست۔ وشاہدے کہ گرد خیال می گشت برکرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ وفصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ وگروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ وبجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی ونکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ وہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ وفصلین فقرا وفضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند وکلام شاعر بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ وتفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر درآوردم۔

نام دفتر اوّل مآثر الکرام تاریخ بلگرام است مشتمل بر دو فصل فقرا وفضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

ونام این دفتر سرو آزاد است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

وبرائے شعراء عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم وفصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم۔ کہ فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می
گزارند۔ و کاتبان عجم زبان عرب را بہ تحریفات از صورت نوعے بر می آرند۔
و بہ تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خواندہ ام و قوافل سخن را
از کجا تا بکجا رساندہ۔ لمؤلفہ

این تازہ سواد سرمۂ دیدار است　　سرمایۂ بینشِ اُولِی الْاَبْصَار است
ہر چند تکلفے ندارد امّا　　چون نقش فرنگ سادۂ و پرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم۔ و نظرہا را بہ نہال سیرابی نضارت
می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ ہنرمند　　بہ رخسارِ ورق مالیدہ غازہ
شنو از قمریانِ غیب تاریخ　　نشاند آزاد سروِ سبز تازہ

۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نبض سخن آنکہ اگر خدمت نیازمند پسند
اُفتد۔ نوشدار وے دعا مرحمت نمایند۔ و اگر سقمے ملاحظہ شود۔ بہ معجون لطف
معالجہ فرمایند۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ ھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل درذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

نخستین خامۂ زمزمہ سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرِّ مکنون بیان
می سازد و سامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد۔

ارباب سیر اتفاق دارند کہ در محفل اقدس رسالت پناہی و رسانندۂ نفائس
وحی الٰہی عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید
و غنچۂ لعل مبارک با تبسّم آشنا می گردید۔ و ہر گاہ خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن
می کشود مخاطب را بہ خواندن شعر دیگر پیہم اشارہ می فرمود۔

و موزونانِ پائے تخت رسالت را بہ ہجو مشرکان مامور می ساخت و طائفۂ

معنی طرازان را بہ انعام صِلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[۱] اُھْجُوا الْکُفَّارَ فَاِنَّھَا اَشَدُّ عَلَیْھِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ[۱] و نصب[۲] منبر برائے حسان بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ و دعا[۳] اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ و حدیث[۴] ھَجَاھُمْ حَسَّانُ فَشَفٰی وَ اسْتَشْفٰی و عطائے[۵] شیرین نام جاریہ بہ حسان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ در وجہ صلۂ شعر و انعام[۶] بردِ مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدۂ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (ابْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَ السَّخِیْنَۃُ کَیْ تُغَالِبَ رَبَّھَا وَلَیُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللّٰہُ یَا کَعْبُ فِیْ قَوْلِكَ ھٰذَا" و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالےٰ فراموش نکند ایں شعرے کہ تر است[۲]۔

حواشی

مراد از سخینہ[۳] بخائے معجمہ بر وزن سفینہ قریش اند و در اصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد و لیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند بر پروردگار خود را و ہر آیینہ مغلوب می شود غلبہ جوئندہ بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہٗ و تعالےٰ۔

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * [۲] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[۳] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ھ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ۔ نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواندہ فرمود اَجَدْتَ لَا یُفْضِضُ اللّٰہُ فَاکَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالیٰ وندان ترا۔

عمر نابغہ یکصد وچند سال شد دندانے نہ رنجت[1]۔ ودر روایتے ہر گاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری می روئید۔

وبیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ وگفتہ بَابُ اَخْتِیَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ وحدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم آمد وگفت یارسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالم بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یارسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود وعیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و گفت یارسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِکَ بَصِیْرَۃً وَّ یَقِیْنًا یعنی ہمیشہ افزون کناد مارا اللہ تعالیٰ بتو بصیرت ویقین را۔ وہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ وخصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن۔
[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است وصرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعُلْتُكَ يَافِعًا ۔ تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلَابِيْبَ اَبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو و مال تو پدر تر است"۔

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِى الْقَوَافِىْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ"۔

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برای تحسینِ کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِىْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ۔ كَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[2]

و ازین زیادہ تر آنکہ واصفِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در حدیث كَاَنَّ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنُقَه جِیْدُ دُمْیَةٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را به گردن تمثال عاج تشبیه داده و آن را مضایقه ندانسته۔

و قفال و صیدلانی که از اکابر علما اند گفته اند که کذب شعر کذب نیست زیرا که قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"

ازینجا ثابت شد که تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد و لِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

مَحَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ کَعْبٍ وَ اَعْلٰی کَعْبَهٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

وحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ یَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدٖ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربّانی

واین نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ این صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالی در بعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ　　مُهَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلٌ

سُیُوْفِ الْهِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰهِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْهَرِیُّ الْمُهَنَّدُ السَّیْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِیْدِ الْهِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِیَّةُ نکتۂ در فضیلت کلام موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً۔ بر ضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویداست کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

لہ شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ امطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفصیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلے اللہ علیہ وسلّم باید دریافت کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ و قتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ دربیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحراً مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

وابن ماجہ روایت می کند اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَ ھَا فھو احق بھا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ وقید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُر اِلیٰ مَا قَالَ وَ لَا تَنْظُر اِلیٰ مَنْ قَالَ

ودر کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است اورا در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْکَلِمَۃُ الْقَصِیْدَۃُ بِطُولِھَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃٌ حِکْمَۃٌ وَ الْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیرا کہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلی اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر امیہ بن الصلت چیزے۔ گفتم ہست۔ فرمود بیار۔ پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیادت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود۔ و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند۔ و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلمرو شہود رسانید آدم علیہ السّلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ۔

[2] الشعراء ۲۶۔ آیت ۲۲۷۔

چشانید۔ مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْهَا ۔۔۔ وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ

تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ ۔۔۔ وَقَلَّ بَشَاشَۃُ الْوَجْهِ الْمَلِیْحِ

فَوَا اَسَفِیْ عَلٰی هَابِیْلَ اِبْنِیْ ۔۔۔ قَتِیْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِیْحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کردہ اند و جمعے دیگر انکار نمودہ اند کہ انبیا عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کردہ کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمی رقت نمایند۔ چون بہ یعرب بن قحطان رسید۔ از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ماہمہ در اصل شاعر زادہ ایم ۔۔۔ دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود ۔۔۔ طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود۔ شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع بر زبانش گذشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید۔ در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ۔ ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔
[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ے

ہژیرا بگیہان انوشہ بزی   جہان را نگہبان و نوشہ بزی

ہژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب و نیکو وصاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ درمدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ے

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین   گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومأۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد و یکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ے غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و با فضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختہ دوبیتی نام کردند ورفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداءً شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ با او نسبت دہند اینست

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا   یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری شمر ذمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کرد و دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُفتاد و بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشامی سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار دز ارشاد حقائق و معارف بے نظیر اُفتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بر وجہ احسن جلوہ دادہ مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگذاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کرد و ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنائے صوری را با فنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند که وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست که بگزرد۔ پایش فرو رفت۔ با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگزشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفته بود از انجمله قریب بیست ہزار که در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَلنَفَاسِهِ النَّفِیْسَةِ ٥

باذات بہر صفت گرایند خوش است | نغمه بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست | در خلد ز ہر در که در آیند خوش است

عالم چه کنی و عالم آرائی را | ہمراز نگشته یار اسیرائی را
در خانه اگر ہزار صورت باشد | درمان نکنند درد تنہائی را

برخود در مدح و ذم سے نے باید زد | بیرون از حد قدم نے باید زد
عالم ہمه آئینه حسن ازلی است | مے باید دید دم نے باید زد

آنانکه باصل کار نیکو ببینند | کار این سو برای آن سو بینند
زانگونه که روی جامه را خیاطان | این رو دو زند و حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاه اکبری۔ در طبقهٔ سلاطین تیموریه ہند اول کسیکه بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود۔ غزالی مشہدی است که از پیشگاه اکبر بادشاه باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رسیدن او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازه گشت و در عہد جہانگیر بادشاه طالب آملی و در زمان صاحبقران شاه جہان اَنَارَ اللّٰهُ بُرْهَانَهٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویدا است کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ دو قسم اند۔ قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گویدکہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستمائۃ (۶۲۳) قصد رنتھنبھور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانیدہ وصلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین — ز فتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفرائنی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالی بسیر ہند شتافت و باسلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و ازانجا رو بدکن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دار الامارۃ در کمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ ازانجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت — آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

ل تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

قصرِ سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ است　　　آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحمل عطایاکم
اِلّا مَطَایَاکُمْ۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال
و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[1] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان
یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ
فرشتہ گوید[2] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمائۃ (۹۳۶) قلعہ
بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت برروے خلائق باز کرد۔ مولانا
شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است درآن مدت از خطۂ گجرات
آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم
فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا
از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات
متوجہ این درگاہ می شدم دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز
کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت رُوح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور
نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں
دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت
غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس
برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون
آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت
کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام برارباب ادراک واضح و روشن است

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۰۰ہم مطبوعہ یورپ۔
[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۴ مطبوعہ بمبئی۔

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است وہم جانب ہمت۔ قسم ثانی۔ جمعے کہ قدم سعی باین دیار نفرسودہ اند۔ و غائبانہ تحفہ گرانمایۂ مدح ارسال نمودہ۔ مثل[1] خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غزلے فرستاد۔ این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند ۔۔۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین ۔۔۔ غافل مشو کہ کار تو از نالہ مے رود

و مثل[2] عارف جامی قدس سرہٗ کہ اورا با ملک التجار خواجہ محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاہ بہمنی والی دکن ارتباط خاص بود و ارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ از انجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است ؎

ہم جہان را خواجہ و ہم فقر را دیباچہ است ۔۔۔ سر الفقر است لیکن تحت استار الغنا

و در خاتمۂ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف ۔۔۔ بودش از حسن ادا لطف معانی تارش

ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد ۔۔۔ شرف مہر قبول از ملک التجارش

اما در عہد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار ہر دو گروہ نہایت گرم گردید۔ طائفہ اولی عیان اند۔ و مستغنی از اطالت بیان۔ و طائفۂ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

"و آنانکہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ستائش گزارند بس انبوہ چون قاسم[1]

"گونابادی۔ ضمیری[2] سپاہانی۔ وحشی[3] بافقی۔ محتشم[4] کاشی۔ ملک[5] قمی۔ ظہوری[6] ترشیزی

"رشکی[7] ہمدانی۔ ولی[8] دشت بیاضی۔ نیکی[9]۔ نظیری[10]۔ صبری[11] اردستانی۔ فگاری[12]

"اسفرائنی۔ میر حضوری[13] قمی۔ قاضی نوری[14] سپاہانی۔ صافی[15] بمبئی۔ طوفی[16] تبریزی ا۔[2] نتھے"

---

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء۔
[2] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [3] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

وازجملہ ثانی شیخ علی نقی کمرہ قصیدۂ سی وپنج بیت درستائیش شیخ فیضی پرداختہ وازصفاہان بہند روان ساختہ ازان است ؎

مرا افگند بر نظم امورم پرتو فیضی | ابوالفیض آن گزینِ اکبرو شیخ کبیرِ من
ظہیر قدوۂ پیشینیان حتےٰ ظہیر الدین | امیر زبدۂ اہل زمان حتی امیرِ من
اگرہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی | وگر من مستجیرم آستانِ او مجیرِ من
کیم باو رسد درشاعری دعوائے ہمچشمی | کہ درین خانقاہم من مرید واوست پیرِ من
زمین ہند باقربِ درش نعم النعیم دل | ہوائے خلد دوراز حضرتش بئس المصیرِ من

وشیخ فیضی را وقت سفارت برہان شاہ والی احمد نگر باملا ملک قمی وملّا ظہوری ترشیزی ملاقات واقع شد وصحبت کبری افتاد۔ بعد معاودت از جانبین ابواب محبّت نامہا مفتوح بود

ملا ظہوری نثر لطیفے درمدح شیخ فیضی بقلم آوردہ۔ حکیم عین الملک شیرازی مکتوبات شیخ جمع نمودہ ودرخاتمۂ مکتوبات۔ نثر مذکور مندرج ساختہ۔

مرزا صائب علیہ الرحمہ اورا بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت | دردیدہ ام خلیدہ و دردل نشستۂ

احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرایۂ بیاں پوشیدہ اینجا آنچہ مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔

نامش ابوالفیض است۔ سالہا فیضی تخلص کرد۔ آخر فیاضی قرار داد و اشعار باین معنی می نماید ؎

زین پیش کہ سکّہ ام سخن بود | فیضی رقم نگین من بود
اکنون کہ شدم بہ عشق مرتاض | فیاضیم از محیط فیاض

پادشاہ اورا بنظم خمسہ مامور ساخت۔ درمدت پنج ماہ کتاب نلدمن چہار ہزار و

دو لیست بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ گزرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ ونقیب خان درحضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار　　بس معنی خفتہ کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات او شیخ ابو الفضل بہ بیاض رسانید۔

و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ۔ اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر۔ ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ؎

منم فیضی کہ در میدانِ معنی　　چو من چابک سوارے تیز تگ نیست

بجلد شعر من از پوست تا مغز　　ہجاے مردم ناپاک رگ نیست

بدان می ماند این پاکیزہ گفتار　　کہ در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی در کتاب اعلام الاانام گوید۔ صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی　　چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ　　کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبرا است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر در آمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فرا گرفته شد ؎

نماند گریه شبِ وصل بیقراران را | سہیل طلعتِ آن ماه بُرد باران را
خبر برید شبِ عید پیر مصطبه را | که راست می کنم امشب قصه رسی شب را
اگر سرے بکشم سوی بیخودی چه کنم | مرا ز ہمدمے خود ملال مے گیرد
شدیم خاک و لیکن ز بوی تربتِ ما | توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد
مژگان مپوش چون قدم از دیده میکنی | مردانِ ره برہنه نهادند پائے را
آنچه به فیضی نظرِ دوست کرد | مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

برما چه زیان اگر صفِ اعدا زد | مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد
ما تیغ برہنه ایم در دستِ قضا | شد کشته کسے که خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار به سیر ہند خرامید و مدتها در ظلِ عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برہان پور در سنه ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصهٔ محمود و ایاز شروع کرده بود - ہادم اللذات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمه ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن | نیارد عکس در وے غوطه خوردن
بریم ما غمِ تو ہر نفس بخانهٔ خویش | چنانکه مرغ برد خس بآشیانهٔ خویش
یادگار از ما درین عالم غم بسیار ماند | رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند
خبرِ گل مرسانید به مرغانِ قفس | کس چرا مژدهٔ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامہ نواند نہ حرفِ شوق حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ ورشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت او مے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد سایۂ ابرِ بہاری کِشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت وبکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ؎

زنعمتِ تو بہ نوعے رسید آن مایہ کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر
زگلبنِ املش صد چمن گلِ اُمید شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شبِ طوی خود را اکبر آباد از بازار مسقف میگذشت قضارا سقف فرود آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک اُفتاد۔ عروس نامراد کہ در نہائت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ درحضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپائمردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم زہندو زن مباش کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

واز غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصۂ عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

مُلّا **نوعی** حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکور مثنوی **سوز و گداز** بنظم آورد۔ از انست ؎

جمالِ ناز را پیرایہ نو کرد عبارت را تبسّم پیشرو کرد

واز ساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید کہ روز خرابان بپایان رسید
بگردان زرہ عمر برگشتہ را چو شاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنہ تسعۃ عشر والف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔ دیوانش بمطالعہ در آمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صُبح از شبِ اُمید برآید بکشا دہنِ شیشہ کہ خورشید برآید
دست فرسودِ تمنا دلِ شیدائی نیست این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست
بادہ می خواہم بہ سیرِ ماہتابم کار نیست ہیچ ماہ چارہ دہ چون ساغرِ سرشار نیست
شراب و مطرب و دلدار در مقابلہ بود میانِ دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود
ما بے سواد علم معاشِ زمانہ ایم مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم
ما عاشق و جز خانہ خرابی فنِ ما نیست خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست
یکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب بگریست کہ این نکہت پیراہنِ ما نیست
نسیم مصر بجاروب گل دماغم رُفت اگر غلط نکنم بوے یار مے آید
سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است سرے کہ مایۂ درد است گو بدوش مباد
تو روی آئینہ و ما قفاے آینہ ایم چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید
چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

هر ذرہ ز اجزای جہان تابع رنگے است　　در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سر سبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است از انش نظیری خوانند - ودیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است از انش بے نظیر دانند۔

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوا ے نیشاپور　　خجل از طبع بے نظیر من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور بر آمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے بر آورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود۔ وصلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید۔ و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت۔

وقتے جہانگیر پادشاہ گنّابۂ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سر گشتہ سران را　　با دافرۂ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود۔

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

" مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

"در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
"ساخته۔ نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندۂ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
"دوازده سال کہ تتمۂ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیدہ علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
"حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری وارہ نمود و در ہزار و بیست وسہ (۱۰۲۳) بعالم
"قدس خرامید انتہیٰ۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شدہ و بر قبرش گنبدے تعمیر کردہ اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتاد ے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را — تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را

بے عشق عقل راہزنے در دماغ نیست — بد سوزد آن فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست

شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را — بر سرِ راہش بنید از ید مکتوب مرا

مبین بعیب و قبولم کہ در پناہِ توام — اگر بدِ دو جہانم کہ نیک خواہ توام

وگر خدا بردای دل سرِ کجا داری — کہ یکدو روز شد آتش بزیر پا داری

جرم من است پیش تو گر قدر من کم است — خود کردہ ام پسند خریدار خویش را

می گریم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست — در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدام است

بہ مہربانی او اعتماد نتوان کرد — کہ تازہ عاشقم و خاطرش کہن صاف است

این رسمہاے تازہ ز حرمانِ عہد ماست — عنقا بروزگار کسے نامہ بر نشد

توان ز نامۂ من یافت اشتیاق مرا — عیار شوق باندازۂ سخن باشد

بر بیع عشوہ برم جان، کہ مستِ نازمرا — اہانت است کہ خود بر سرِ متاع آید

دو لتے بود کہ مردیم بہنگام وداع — آن قدر زندہ نماندیم کہ محمل برود

یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد — غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود

تو کار خود بہ غمزۂ معشوق واگزار — بیطاقتی مکن کہ نکویان نکو کنند

مسافرانِ چمن تا رسیده در کوچ اند   شگوفه می رود و شاخ بار می آرد

کمر در خدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم   برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم

بوی یار من ازین سست وفا می آید   گلم از دست بگیرید که از کار شدم

نازم باین شرف که غلامِ محبتم   لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در ثناطرازی بادشاه و شاہزاده ہا و امراء اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی **میرزا جانی** و **میرزا غازی** وتارہی کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت **ابراہیم عادل شاہ** قرار گرفت۔ عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود۔ و شکسته حالی او را بمومیائی لطف و احسان مدادا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرۂ ممدوحان خود از **ابراہیم عادل شاہ** اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند   نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن

رسد بعہد تو شاعر به پایۂ ملکی   زہے نوازش شاه و زہے ظہور سخن

اشاره بمُلا **ملک قمی** و ملا **ظہوری ترشیزی** ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

درسنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) رو داد۔ مصرع "افگند بادشاه سخن چتر سنجری" تاریخ است۔ مؤرخ دو عدد زائد را بہ حُسن تعمیہ افگندہ۔

۱۰۲۳
۲
۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر بہ انتخاب در آمد ۔

شهر حسن است بہر جانب بازار مرا | تو نخواہی دگرے هست خریدار مرا
نہ تابِ دیدن ونے طاقتِ شکیبائی است | تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
محققان کہ ز دریای علم در جوش اند | چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند
آتشِ خرمنِ منی شبنم کِشت دیگران | دوزخِ من چرا شدی ای تو بهشت دیگران
ای بختِ صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی
راہے نبرد گوش بہ رازِ نہانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما
ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود می روم | طبعِ ترا زیادہ مکدر نمی کنم
الماس بدل پاشم و منت کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نہ پسندم
اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بینابی | بہ پاے ناقہ اُفتادم بہ گرد ساربان گشتم
ما عجز دشمنیم حریفان زبون طلب | ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما
ای غمِ هجر بنشین از این جائے تو نیست دلم | یا بگذر از این سرا یا بنما قبالہ را
امشب ای همسایہ و مهمان من از خود رفتہ ام | گر کسے احوال من پرسد بگو در خانہ نیست
مهر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر هوسِ دست بریدن دارد
مرا کہ سینہ زمینِ نمک فروشان است | دماغ سوزی مرهم بہ داغ من غلط است
نیست او را سر آزادی این مرغِ اسیر | ورنہ صد مرتبہ گرداند بگردِ سرِ خویش
این زمان بے نسیمِ سنجر و گرنہ پیش از این | دستِ من در زلفِ او گستاخ تر از شانہ بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست کہ مذہب تناسخ داشت - وخودرا شیخ نظامی گنجوی پنداشت
و این خام خیال را در عالم قال می آرد - کہ ؎

درگنجہ فرو شدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید | ہر چند فرو رود بر آید

و آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم ہمصفیری بلبل
شیراز زد و دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد و عرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب
گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف
صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و
ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید " وفات او در سنہ ہزار وہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد "
غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشۂ درخون نشستۂ خویشم | کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - ومکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او
قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - ودر عنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گزر | زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی | کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

نوآن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست | بیاض جبہۂ کلک توصبحگاہِ نشور

واو از شاطرازانِ پایۂ سریرِ شاہ عباس ماضی است۔ وبنظرالتفات شاہ اختصاص داشت۔ ودرصلۂ این بیت

اگر دشمن کشد ساغرو گر دوست | بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ اورا بزرکشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در اواخر زندگانی درمشہد مقدس، گوشۂ انزوا برگزید۔ واز سرکار شاہی بوظیفہ ببیست تومان موظف گردید۔ فوتش درسنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتومی دہد

چہ خوش است بادو زلفت سرِ شکوہ بازکردن | گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا | ہیچ اجرے نیست درمحشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم | ہمچون نفسِ بازپسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی | ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم

نیست ممکن کہ گریزیم زغزالانِ خیال | ورنہ مجنونِ تو تنہا ترازین می بایست

(۹) شکیبی - محمد رضا ابن خواجہ عبداللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ واو فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب اورا یاد می کند و می فرماید

بر ندی شہرہ شد حافظ میان چندین ورع لیکن | چہ غم دارم کہ درعالم امین الدین حسن دارم

شکیبی درسنہ اربع وستین وتسعمآتہ (۹۶۴) متولد شد برخے علوم در شیراز و لختے

درصفاہان تحصیل کرد- و بہ ارادۂ سیر ہند در کشتی نشستہ خود را بہ ساحل بندر چیول کشید-
و از انجا بہ قصدِ ادراک خانخانان کہ دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شُد- اتفاقاً
خانخانان دران فرصت بہ آگرہ رفتہ بود- شکیبی از گجرات بہ آگرہ شتافت- و خانخانان
را دریافت- و با او سیر سندھ و دکن کرد- در سنہ ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان
جدائی ورزید- و در سرونج از توابع مالوا رسیدہ بیماری صعب کشید- و نذر کرد اگر شفا
حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بہم
داد- و در سنہ اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- و این سعادت عظمی را
حاصل نمود- و بعد ۳ سال از راہ بندر سورت برگشت- و در برہان پور با خانخانان
برخورد و در سنہ ثمانیہ عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشہ نشینی کرد خانخانان برای او
سیورغالے و صدارت دہلی از درگاہ جہانگیری برگرفت- و باین تقریب در دار الخلافہ
دہلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکہ در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) محمل سفر بعالم دیگر بست-
شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامہ برای خانخانان در سلک نظم کشید-
و بصلہ دہ ہزار روپیہ جیب و دامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بدہ | ز سر چشمۂ خان خانان بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت | کہ در ہند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنسِ مرا از عیب بازارے بدہ | می فروشم دل بدیدارے خریدارے بدہ

شکستہ دل نشویم ار ترا سرِ جنگ است | کہ آبگینۂ ما ہم طبیعتِ سنگ است

تو غنچۂ سحر و من چراغ صبحدمم | تو خندہ بر لب و من جان در آستین دارم

پروانہ نیک رفت کہ در پیش شمع سوخت | آگہ نشد کہ سوختنِ غائبانہ چیست

رباعی

نرد لیست جہان کہ بردنش باختن است | نرّادیِ او شش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است | برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادِ فن و نقادِ سخن بود - سیرِ ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع و عشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آه از رضی" تاریخ است۔
سنہ ۱۰۲۴ھ

نقشِ سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است | کہ ہر خروی گل از طپانچۂ باد است
در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم | کہ چو فانوس بہ تحریکِ نفس می گردد
نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را | وصیت نامۂ بربالِ مرغِ نامہ بربستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہورِ سخن سرایان است - و معروفِ نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک | چشمِ بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغرِ سن بہ مشقِ شاعری اُفتاد - و از قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجّہ قزوین شد - و قریبِ بچہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید۔

و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمائۃ (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے بدیارِ دکن کشید - و از مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت۔

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزّت گشت۔ وثمر ہا از نہال برومند دولتش برچید۔ وچون جوہر قابلیتِ ملّا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ و دختر خود را در حبالۂ نکاح او در آورد۔

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:۔

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است"
"در بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر مامور شد۔ در عریضۂ خود[1] از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ:۔

"در احمد نگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ و در شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملّا"
"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند۔ و ہمیشہ مزۂ ترے دارد۔ دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"
"رنگین کلام است۔ و در مکارم اخلاق تمام۔ عزیمت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید:۔

"در سنہ ہزار و بست و چہار ملا ملک فوت شد و ملا ظہوری یک سال بعد ازو"

و ابوطالب کلیم گوید:۔

ملک آن پادشاہِ ملکِ معنی	کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی	کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزارِ جنت رفت آخر	کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام	بگفتا۔ او سرِ اہل سخن بود

۲۵ ۱۰ھ

امّا این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔

بیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم۔ در وقت تحریر دیوان غزل

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء +

مختصرے ازو بنظر در آمد۔ خوش لفظ است۔ اما معانی تازہ کم دارد۔ وتشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است درکلام او بسیار کم واقع شدہ۔ واشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جاریش است — کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است

ازین مرنج کہ بیداد کارِ محبوب است — اگر وفا نہ نماید بستیزہ ہم خوب است

اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست — ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست

مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشمِ فتّانت — کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت

اگر با مدّعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم — کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت

بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند — تبسّمے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ

باحتیاطِ می عافیت بہ ساغرِ ریز — کہ سنگِ تفرقہ خصم پیالہ داران است

پیامِ سست عہدان داشت سقمے — کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت

صلح کردیم من و غیر۔ درین بود صلاح — زانکہ جنگِ من و او۔ باعثِ رسوائی تست

مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت — بہتر آنست کہ تقلید سمندر نکند

صد ستم دیدی ملکؔ یکبار سر کن شکوۂ — نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سرِ کارے می داشت — جا در حرم چون تو نگارے می داشت

ای کاش ملکؔ بو الہوسی می آموخت — تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری۔ مُلّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہالِ کلامِ موزون از زمینِ تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ۔

مرزا صائب اورا با ادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل　　　این فیض از کلام ظهوری بما رسید

ظهوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

باخنجرِ کشیدہ تغافل رساندہ بود　　　خود را بہ پیش من کہ نگاہ از قفا رسید

ساقی نامۂ ظہوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از دست می برد۔ گُتّابۂ این میخانہ بنام برہان شاہ والی احمد نگر است۔

نثرِ مُلّا ہم طرزِ خاص دارد۔ اما غزلش بایں رُتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بربست۔ و بہ سیرِ عراق و فارس پرداختہ عازمِ گلگشتِ دکن گشت و از خوان احسانِ ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بمدائحی او شیرین ساخت۔

مُلّا ملک قمی اورا بزیور کمالات محلی دیدہ طرحِ اُلفت ریخت۔ و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیفہا بمشارکت فکر بہ تحریر آوردند۔ چنانچہ مُلّا ظہوری در دیباچہ "خوان خلیل" می طرازد کہ "ظہوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراہیم" و اکنون در گستردن "خوان خلیل" سہیم عدیل ملک الکلام است"۔

وفات مُلّا ظہوری در دکن سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات سہ ضخامتے از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب اُفتاد ؎

شب از مژگانِ تر رُفتیم غبارِ آستانش را　　　پشیمانم کہ کارے یاد دادم پاسبانش را

؎ مراد از کتابہ در ینجا ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشۂ صید افگنِ این سرزمین باشد | که دائم بهرِ تقریبِ نگاہے درکمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم | مگر گرد تو گردد گردِ من کز خاک برخیزم

ہمچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم | کوچہ گردی است بجا گرچہ زمینگیر شدیم

ازین چہ باک کہ رسمِ وفا نمی دانی | بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی

مدارِ خویش منہ جملہ بر کسے دانم | گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است بہ عشقِ تو ہر نفس مردن | وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر | عجیب نیست کہ غیرت مزاج گو[1] شدہ است

نیاز مود کہ زورِ غرور تا چند است | اگر حریف ضرور است عجز ما اینجا ست

کہ دید است این چنین صیاد قدرت آن مروت این | کہ زخمِ فربہ از نخچیرِ لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور مبکن | نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاہے تیز بینان قاصدے خواہم | نشستن بر سرِ راہِ صبا از من نمی آید

بہ تمکین گاہِ عرضِ حال کوہِ آہنی بودم | چہ دانستم حیا در عشوۂ سیما بم اندازد

خموشی نفعہا دارد سخن پرداز می داند | نخستین اینکہ ساکت ہیچگہ ملزم نمی گردد

اگرچہ یاد مرا رخصتِ نشستن نیست | ہمین بس است کہ بر خاطرش گذر دارد

زحد بُرد است چشمِ اشکبارم قرعہ غلطانی | نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے کہ سیماب شوی از تف شوق | کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد

بُردباران کوہ ہا از کاہ کمتر می نہند | ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاہے اقلیمِ دوستی | خواہم کہ یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آبِ مُروّت | خونِ چو منے را کہ رساندے بہ بہائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد | وگرنہ چیست از خورشید و مہ آئینہ گردانی

---

[1] مزاج گو۔ کسے کہ موافق مزاج کسے سخن گوید (فرہنگ رشیدی جلد دوم صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۷۲ء)۔

کدام جورِ تو از لطف دلنشین تر نیست   چه احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[1] خود از احمد نگر به اکبر پادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظهوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکّہ معظّمہ مجمعے بود - اقسام"
"مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"
"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد - محمود صباغ"
"نیشاپوری برخاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است وساقیش علی مرتضی"
"دگر ہیچ نیست" -

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخرَجَ اَحمَدُ وَالبَزَّار عَن جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الحَوضِ اَنظُرُ مَن یَّرِدُ عَلَیَّ وَالحَوضُ مَسِیرَۃُ شَھرٍ وَزَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعنِی عَرضُہٗ مِثلُ طُولِہٖ

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ بلند داشت - و با مُلّا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید" وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد - واو ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

شمکشانِ محبّت دم از فغان بستند   گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

---

[1] دربار اکبری صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا بہ نکہتِ پیراہنے مضایقہ نیست | ولے بہ طالعِ ما راہ کاروان بستند
گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید | این قدر شد کہ ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی۔ ابو تراب جوشقانی

جوشقانی المولد۔ کاشانی المنشأ - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود۔ وگوی سخن از ہمہ استانان می ربود۔

واو قطعۂ بنظم آوردہ پیش **صادقی بیگ نقاش** بہ **اصفہان** فرستاد۔ والتماس تخلص کرد۔ **صادقی بیگ** قطعۂ در جواب نوشت۔ وچہار تخلص تجویز نمود۔ از انہا **فرقتی** پسندش اُفتاد۔ ازان چہار تخلص یکے **کلیم** بود۔ گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی۔ گفت نخواہم کہ ظرفا گلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمر می افشاند ؎

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست | پروانہ پر سوختہ محتاجِ کفن نیست
چہ شد اگر مژہ برہم نمی توانم زد | کہ لب بلب نرسیداست ہیچ دریارا
خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام | طفلِ اشکم باز گم کرد است راہِ خانہ را
چو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند | بہ افسونم زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور۔ محمد حسین

از سادات **لاہیجان**۔ ودر فن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود۔ در **ایران** رسمی تخلص می کرد۔ وبعد وصول **ہند** **فغفور** تخلص برگزید۔ بلے شاہ مصوّران کشور فصاحت است۔ وخسرو نقش طرازانِ قلمرو کتابت۔

دراواخر ایام زندگانی ملازم شہزادۂ پرویز بن جہانگیر بادشاہ شُد واشعار خود را بمدحت او موشح ساخت۔

و در بلدۂ الہ آباد بسنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا اُفتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکامِ رندِ دُرد آشام می گردد | عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد

درعشق چو ستّابۂ تسبیح شماران | صد عُقدہ بہ پیش آمد و از راہ نگشتم

سرِ شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندند

این قومِ خود نما کہ نہ بینند عیب خویش | آئینہ کاش در گروِ نوتیا کنند

می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سرِ مژگانِ تو از طرف کلہ می گزرد

ملاحتِ تو گواہ است و شور بختی من | کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام ـ میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ و نظام قلم و نکتہ پردازی۔ در عمر ۶۰ سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ و این سانحہ درسنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پرکارش | چو آن مُرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش

ز دُنیا یکسر مو غم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مُرغانِ دیبا را

گر فلک با من ہم آغوشش نماید دور نیست | باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون برعشوہ کرد اول بسوے خویش دید   بادۂ خود خورد ساقی ساغرِ لبریز را

دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد   مردہ ہرچند عزیز است نگہ نتوان داشت

من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے   تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ وصاحب تلقینِ مرتاضان این والافن۔ از وطن خود رہگراے ہند شُد۔ چون بقندھار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے او گردید و دران عتبہ کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔

پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مُرشد از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال پیش ازین ہنگامے کہ تحریر ید بیضا درمیان بود۔ و در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظہ برآمد۔

و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گوید۔ ملخص کلامش اینکہ:

"مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا"

"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سندھ اُفتاد۔ صحبت او با میرزا غازی برآمد"

"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔"

"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثناے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چندروز اُو را"

"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف"

"گردید و الحال با مہابت خان می باشد۔"

و ہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا دارد می نویسد کہ:۔

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود۔"

برخال وخط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست کہ میرزا جانی والی تتہ پدر میرزا غازی در سنہ احدی والف (۱۰۰۱) ناصیۂ بخت بملازمت اکبر پادشاہ[1] برافروخت۔ و میرزا غازی در تتہ ماند۔ اکبر پادشاہ تتہ را بہ میرزا جانی ارزانی داشت۔ ونیابت بہ میرزا غازی عنایت شد و چون میرزا جانی در برہان پور در سنہ ثمان والف (۱۰۰۸) جان بجہان آفرین سپرد۔ پادشاہ میرزا غازی را مشمول عواطف داشتہ ولایت سندھ را باو باز گذاشت۔ و در سنہ احدی عشر والف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا غازی حلقۂ انقیاد در گوش کشید۔ وتا بھکر رسم باستقبال بجا آوردہ سعید خان را دریافت۔ و بہمراہی او خود را بدرگاہ اکبری رسانید۔ ہمت خسروانی بمرحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتۂ او را بحالت اصلی آورد۔ و در عہد جہانگیری صوبہ ملتان در اقطاع او اضافہ شد۔ آخر بصوبہ داری قندھار سرمایۂ افتخار اندوخت۔ و ہمانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) پیمانۂ حیات او لبریز گردید۔

میرزا غازی بعد از آنکہ از سندھ بہند خرامید۔ باز بہ سندھ نرفت۔ پس ملاقات مرشد و طالب با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عہد اکبری بودہ باشد۔ واللہ اعلم

مخفی نماند کہ تذکرۂ میر تقی صفاہانی بعد تبییض این جریدہ بنظر رسید اسامی شعراء ترتیب حروف تہجی" مے کرد۔ عجب صلاے عامے در دادہ۔ و بہ ادنی موزونے کہ پے بردہ چہ قدیم چہ جدید در مہمان خانہ خود تکلیف نمودہ و بہ از تذکرۂ میر تقی کاشی است۔ تذکرۂ صفاہانی نسخۂ ناقص از حرف الصاد" تا

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۵۔

حرف الیاء بدست آمد و چند جا ضرورۃً بعضے مطالب الحاق نمودہ شد۔

مرشد در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراویدہ مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار — خوشا جام مے خاصہ از دست یار

گیرم کہ روز حشر سر از خاک بر کنم — آن دیدہ کو کہ جانب قاتل نظر کنم

من آن مرغم کہ گر یاری نماید بخت ناسازم — بود تا گوشۂ بام قفس معراج پروازم

طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن — چشم عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر — تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار ز حد می گزرد گرمی مجلس — دلسوختۂ در پس دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طور من شکایت میکند — اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام

جوان ز بسکہ شد از فیض ابر عالم پیر — شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر

ہمان برنگ گل افتد بخاک سایۂ گل — ز بسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر

ہوا چنان برطوبت کہ از زبان تا گوش — ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر

چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز — کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز — کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالۂ عاشقان پست و بلند — چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبعۂ

سیپارہ سپہر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود وایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی والف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی — بجو تاریخ نظمش از نظامی
۱۰۰۱ھ

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین والف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد
۱۰۲۴ھ

امّا ترتیب نادادہ ورق حیات گردانید۔ شیخ عبد الحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و مُلّا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

وفوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین والف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[1]

"ازجہان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود وایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد — غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد
جنون یک قطرہ از لائے خمِ او — سرِ بیہوشی و پائے خمِ او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنیٰ بر آمد و اکثر ناوکِ فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد قصائد

---

[1] ازین مصرع تاریخ مطلوب برنمے آید۔

غرا دارد۔ و بیشتر ثنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدّوله است۔ و در صلهٔ قصیدهٔ دالیه که در مدح اعتماد الدّوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید۔ و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقانِ شیخ می رسید۔ مطلع قصیدهٔ مذکور این است ؎

اهل صورت که بجمعیت صوری شادند — فارغ از تفرقهٔ معنوی اضداد اند

رحلت شیخ در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) اتفاق افتاد۔ این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست — دانم که بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوی چمن بی قدت ملال مرا — گزد چو مار سیه سایهٔ نهال مرا

کم کن شرابِ لطف که پر شد ایاغ ما — روغن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را ز انتظار — این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگام وداعش می کنم نو عهد دیرین را — چو بیماری که وقتِ مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند — کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریه آور د اضطرابِ عشق جانان را — که زورِ آتشِ سوزنده آب از چوب تر گیرد

من کشتهٔ آن چشم که در عین تکبّر — با هیچو منی در صددِ ناز در آید

رفتی و خموشم که در آغاز مصیبت — ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل وزدی و آنگاه بتقریب حیا — سر به پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی که چه بُد — پادشاهی ز غلامی پدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر — عوضِ روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود۔ جویای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب ۔۔۔ کہ جائے طالب آمل در اصفہان پیدا ست

در ریعانِ شباب از ولایت خود بر آمدہ بہ نزہتکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ و آنقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ و دران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند بپیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوق تو شُد ورنہ گے دِل ۔۔۔ زدے فال رجعت ز ہندوستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت و درہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔

طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نورجہان بیگم قصائد غرا دارد۔

وستی النسا خانم ہمشیرۂ طالباست۔ ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ وشوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل ازدواج عاقل خان و خورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءُ الدین مخاطب بہ رحمت خان کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رُکناست در آورد۔

ستی النّسا خانم در ذی الحجہ سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درنور دید۔

طالبا در اوائل مُہردار اعتماد الدّولہ بود آخر مستعفی شد و قطعۂ اعتذاری بنظم آوردہ۔ از انست ؎

دو صنف اند اہلِ طبیعت کہ ہرگز — ندارند باہم سرِ سازگاری
یکے را فرومایگی کرد شاعر — یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر للہ کہ دارم — زبختِ بلندِ تو اُمیدواری
کہ گر دہر یاقوت یکدانہ گردد — در و بینم از چشم نا اعتباری
بہ گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم — بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری
چو مہرِ تو دارم چہ حاجت بمُہرم — مرا مہرداری بہ از مُہرداری

طالبا در مدح قلیج خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد و چہار بیت در یک شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ؎

منم کہ نیست چو من شاعرے ز اہل سخن — منم کہ نیست چو من قائلے ز اہلِ کلام
گواہ این دو سہ معنی ہمین قصیدہ بس است — کہ یافت از سرِ شب تا سپیدہ دم اتمام

اما ببرّ اصائب اشہب فکر از طالبا نیز تر اند۔ وہنگام ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آوردہ و در آنجا مے فرمائد ؎

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سنجر — نبیند جمع بدار العیار برہان پور
کہ قوتِ سخن ولطف طبع مے دیدند — نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور
ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد مرا — ز اہل نظم کہ گفت است در سنین و شہور

اگرچہ طالبا را بیست و سہ بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است - و کمی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزون - و این معنی از تقسیم ابیات
برساعات واضح می شود -

آمدم برین که نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد - امّا این
همه تفاخر از طالب آملی نامنظور است - چه شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در
مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت نجومی انشا نمود - و مطلقاً لب
باظهار کمال نکشود - مطلعِ قصیده این است ؎

بسکه جوشد شعلۂ حل کرد از مینائے من ۔۔۔ شیشه را فوارۂ آتش کند صهبائے من

و در آخر قصیده می گوید ؎

شب که گردیدم هم آغوشِ پریزادِ خیال ۔۔۔ چار ساعت در گذار شام دیو آسای من

این همه اطفال معنی را که افکار من اند ۔۔۔ زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا در عین جوانی از زیبا خلعتِ زندگانی برآمد و این واقعه در سنه ست و
ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جهانگیر پادشاه بیک سال رو داد -

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر - بدست آمد فرصت وفا
نکرد که بانتخاب پرداخته شود - گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوهر آئینه بودمے ۔۔۔ بے رونما ترا بتو کے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر اندازد به پیش ۔۔۔ هیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانه ز ارباب کرم مے گزرم ۔۔۔ چون سیه چشم که بر سرمه فروشان گزرد

ملایمت کن و فارغ شو از ملامتِ خلق ۔۔۔ که نخل موم ز آسیبِ تیشه آزاد است

دشنامِ خلق را ندهیم جز دعا جواب ۔۔۔ ابرم که تلخ گیرم و شیرین عوض دهم

سبکی چنین که بگلگونِ می سوار شدم ۔۔۔ امید هست که رنگ پریده را گیرم

خانۂ شرع خراب است که ارباب صلاح ۔۔۔ در عمارتگری گنبد دستار خود اند

مزهٔ در جهان نے بینم　　دہرگوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بیشتر ورزید۔ ومدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ وعمرہا در نسخہ نویسی شعرا اُفتاد وبمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

دراصفہان کہ بدردِ سخن رسد صائب　　کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب ومنزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے در عرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید۔ وہجا شعر او را پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع وثلثین والف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جد وہزل وچند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مہر ومحبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شد ؎

دردل در آن تفرجِ گلہای داغ کن　　ازخانہ چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد　　این کتانِ پارہ کوس خصمی مہتاب زد

حاکمے نو کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم　　مشتِ خونے بر جبینِ ظالیم وفریادے کنیم

از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلہا مکن　　عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

ای درآغوشِ ملک پرورده بدخوئی مکن | شکرستان زیرلب داری ترش روی مکن
بخود غمِ تو نگویم که بیم رسوائی است | نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است
به انتقام ابد آشتی میسر نیست | زبسکه خوی تو بر یک گناه می پیچد
نوبهاری که دلی نشگفد از پهلوی او | جای آنست که پهلوی خزان بنشیند
دامنِ دیده نگهدار که در مذهب ما | دل چو بشار گشته دیت از مژهٔ تر گیرند
یک لحظه نپرداخت مرا داورِ محشر | این شکوهٔ جانسوز بحشرِ دگر افتاد
خدا عشقِ مرا از ننگ رسوائی نگهدارد | که بدبیتابی پیرامنِ این راز می گردد
گر نقدِ جان بهای وصالت نمی شود | از قاصدِ تو ذوق خبر می توان گرفت
آن دل که نامزد بوفای تو کرده ام | کاری مکن که عربده جوئی دگر شود
تپ غم دیده را دلسوزیِ شکر زبان دارد | تبسم را مکن شیرین که می ترسم بجان افتم
زهر بیداد م بہ بزم امتحان کم کم مریز | هرچه داری بر سرم هم ریز تا بیجا کشم
پی شکستنِ پیمان همین بس است تلافی | که بهر تازگی عهد داد دست بدستم
مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی خورسندم | که بوی عشقی می آید از ارزان بها کردن

(۲۲) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است۔ و ناظم جواہر بلاغت۔ منیجه بیگم خواهر اعیانی نور جهان بیگم در حبالهٔ عقد قاسم خان بود۔ و به علاقهٔ سلفیت جهانگیر بادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت۔ و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[۱] در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبهٔ اکبرآباد و حراست قلعه آن مصر می پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

[۱] مآثر الامرا جلد ۳۔ صفحه ۷۹ مطبوعه کلکته۔

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

ودر سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ وہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایتِ سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرسِ بیدلم صدا نہ کنم | زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم
راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم | خون خوردہ ایم تا لبِ غماز بستہ ایم

(۲۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ وطراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا تضمین میکند و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت | چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد وبشمول عواطف اعتماد الدّولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر بادشاہ لازم گرفت۔ وبہ تقصیرے مورد عتاب شدہ درحبس اُفتاد۔ وبتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت وُمدتے با او بسر بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

درعشق ہر کجا کہ بلندی است پستِ ماست | فیروزۂ حبابِ گردون بدستِ ماست
نتوان عربدٔہ با چشم تو کردن آرے | بتواضع گزرانند زخود مستان را

(۲۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ وحرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است　　　　از فراموشان مبادا آن کس کہ ما را یاد کرد

فی الجملہ تحصیل کردہ بود۔ و در کمال ملایمت و نہایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنہ خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہرِ سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

ہزار نکتہ بمن گفت چشم غمازش　　　　چو سرمہ خوردہ کہ بیرون نیاید آوازش

بدیدہ اشک شود رہنمون دلِ ما را　　　　ستارہ شمع بود رہروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینۂ نقش پذیر حُسنِ صفات بود۔ خوانندۂ افسون فصاحت۔ نوازندۂ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکہ مستِ فیضِ بہار اند چون اسیر　　　　نہ جرعۂ ز جام فصیحی کشیدہ اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی بہ ہرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرۂ ایشان بمنازعہ انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات بر آمدہ فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد۔ ہجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر در آمد دل نخواست کہ زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔

میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:۔ چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شدند چون ماہچۂ لوائی شاہ عباس ماضی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروزِ ہرات گردید۔ میرزا فصیحی بار یاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاہ اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ و ہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد۔ از فروغ تربیت گوہر اورا جلائے بخشید"۔

دیوان فصیحی بنظر در آمد۔ خوش محاورہ است۔ امّا مضمون تازہ بندرت دارد۔ این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلف یار شدم ۔۔۔ نہ صید دوست کہ صیدِ دلِ فگار شدم

رہزلیست خطِ دوست کہ چون بخت سر آید ۔۔۔ آبِ سیہ از چشمۂ خورشید بر آید

تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی ۔۔۔ زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی

لبے کز ناز کی بار تبسم بر نمے تابد ۔۔۔ بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب ۔۔۔ بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است

ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا ۔۔۔ بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود

خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم ۔۔۔ آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود

ما زہر فانلیم فصیحی نہ شہدِ ناب ۔۔۔ مرد طپا نچہ خوردنِ بال مگس نیئیم

خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند ۔۔۔ محرومِ بوستانم و مردود آتشم

نو بہار انشیمِ گلِ عیشم مفریب ۔۔۔ کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم

مختصر دستی کہ ما را بود صرفِ جام شد ۔۔۔ گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم

خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن ۔۔۔ از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادرِ حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد دلفریب دارد و غزلہائے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائبؔ این تازہ غزل آن غزل شاپورؔ است   کہ گران می رود آنکس کہ توکل دارد

کلیات شاپورؔ بنظر در آمد قصیدہ نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دہد۔ چون قاعدۂ اغلب این جریدۂ ذکر ابیات غزل است آنچند بیت از غزلیات او جدا نمودہ شد۔

بہ شوخی تو سوارے بصدر زین ننشست   تو تا سوار شدی فتنہ بر زمین ننشست

گرچہ در حاشیۂ بزم تو داخل باشم   رو خراشیدہ تر از صفحۂ باطل باشم

نہ گل چیدم ازین بستان نہ نام یاسمن بردم   دلے پر درد از غوغائے مرغان چمن بردم

در رہ یارے کز و ممنونِ یاری نیستم   گرچہ خود را گشتہ ام بے شرمساری نیستم

بے می سرِ تیمار دلِ ریش ندارم   تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسۂ چینی خدائے را   انگشت بر لبم نزنی کز فغان پُر است

قدرِ من پست از بلندیہائے استغنای اوست   ورنہ دیوارِ من از دیوارِ کس کوتاہ نیست

ماؤ نگاہ دور کہ رندانِ پاکباز   بر سر نمے زنند گلے را کہ بُو کنند

سینہ بر خنجر او زن کہ شہادت اینجا   ناقص است ار مددِ کشتہ بہ قاتل نرسد

چو ابرم از پےِ رفعِ کدورت گریہ می آید   اگر بر خاطرِ بادِ صبا بینم غبارِ خود

میرود رقص کنان بردم تیغے شاپورؔ   دامنش را بگذارید کہ کارے دارد

گو۔ میا بہر تلافی بسرِ کشتۂ خویش   بہ کہ این صلح بر نجیدنِ پای نکشد

ہر تیر کہ چون نیشکر از دست تو خوردم   تا آہنِ پیکان ہمگی جزو بدن شد

ہیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر   عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوشِ خود نباشم عیب جوی کس نیم   درد مندم در شکستِ درد مندان نیستم

نعم البدلِ وعدۂ صد سال وصال است   آن بوسہ کہ نقد از لبِ پیغام گرفتم

کفنے غبارم و عریانی ست کسوت من   نیم عبیر کہ خود را بہ پیرہن مالم

روشن نشد ز آتشِ ما چشمِ خانۂ   ہمچون چراغِ گور بویرانہ سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو که در ایام وصل | یار مستغنی و من مستغرقِ نظاره ام
زین سر که فروشان نتوان باده خریدن | صفرای می از بادهٔ خوناب شکستیم
ورقِ هستیم از هم بدر انید که من | دیده ام آنقدر اصلاح که باطل شده ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر ادا بند است و موجدِ اندازہای دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است | از سخن سنجان طلبگار سخن
راستی طبعش استاد من است | کج نهم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے که چو صائب ز صاحبان سخن | تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچه تلمیذ فصیحی هروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمهٔ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

با وجودِ آنکه اُستادم فصیحی بوده است | مصرعِ صائب تو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلهٔ ساداتِ شهرستان صفاهان است و بمصاهرت شاه عباس ممتاز زمان پیوسته سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو همّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد که در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنه تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار هستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نموده شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازه کم واقع شده این چند رشحه از خمستانش می چکد ؎

گرچه آن قیمت ندارد دل که پامالت شود | صرف آتشبازیِ طفلانِ همسالت شود
رخصتِ کشتنم بده نرگسِ کم نگاه را | یا مکن آشنای دل گرمی گاه گاه را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ ما را　　خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ ما را

بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد　　کہ در دامِ تغافل غیر صیدِ ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد　　شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد

خطِ یار گرچہ سر زد نگہِ ستمگرش ہست　　چہ غمِ خمار دارد مِی ناز در سرش ہست

بکدام جان بباز د بکدام سر بہ بخشد　　چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ است　　مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارش　　عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم　　کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخاب من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا　　چشمِ خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا　　سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روئے تیغِ آفتاب　　کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم　　نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم　　عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را　　از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را　　چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیر دُنیا کردن　　در مملکتِ وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان　　از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی۔ میر محمد مومن یزدی

کلامش ادا ہائے خوب دارد۔ و انداز ہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیدہ رخت بوسعت آباد ھند کشید و درسنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) وارد دکن شد۔ ودران الکہ مراحل زندگانی بپایان رسانید۔
سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکہ رہم برچمن اُفتد　　دیواربہ ازسایہ کہ برروی من اُفتد
یک دل آزاد درین دامگہِ فانی نیست　　یوسفے نیست درین مصرکہ زندانی نیست
چاشنی گیر زہر کاسۂ این خوان گشتم　　خوش نمک تر زسر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بہاران ماند　　این عیش بسیل کوہساران ماند
زنہار چنان بزی کہ بعد از مردن　　انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعیدا نقشبند یزدی

نقشبند کارگاہ خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین ہیولائے خوش قماشی میرزا صائب اورا بزبان ادب یاد می کند ومی گوید ؎

این خوش غزل ز فیض سعیدای نقشبند　　صائب زبحر دل تبامّل رسیدہ است

سعیدا در صفاہان اقامت داشت۔ ونزد اکابر وقت معزز ومُحترم می زیست نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست کہ خارم ز دلِ ریش برارد　　این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشہدی

نظیر عندلیب بہار است۔ وعدیل طوطی شیرین گفتار۔ درسنہ ثلثین والف (۱۰۳۰) احرام بیت اللہ بست وبعد ازادراک این سعادت متوجہ ہند گشت۔ و

در اثناء راه شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنتِ تمام به شهر بیجاپور رسید۔
و در سلک مقربان عادل شاه انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد - باستدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد - گویند
نظیری عوض حرف یاده هزار روپیه به نظیر تسلیم کرد - و این سوال و جواب ظاهرا غلط
شده باشد - زیرا که نظیر بعد فوت نظیری به هندوستان رسید واللہ اعلم

نظیر آهوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ~

چندانکه نگاهِ شوم و از مژه خیزم	نگذاشت ز سامانِ تنم ضُعف جُدائی
خم ناشده از نامهٔ من بال و پر نیست	در سلسلهٔ بال فشانانِ هوائی

(۳۱) نادم لاهیجانی

سرخروئی معرکهٔ شعراست - اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند - و صدر آرای
مجلس فُصَحَاست - لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند - الکن طلق اللسان بود -
و قصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود - از دیار خود بممالک دکن
اُفتاد - و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت - بعد چندے بصوب
بنگاله خرامید - و از انجا به عظیم آباد پٹنه حرکت کرد - آخر به اصفهان معاودت
نمود و همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود -

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ~

احرام کم از بستنِ زُنّار نباشد	در کعبه اگر دل بسوے یار نباشد
گر تیا بوت روم شوخی گهواره کنم	هرگز این طفل مزاجی نرود از یادم
بلبلان شور برآرید که خوابم نبرد	باعثِ جلوهٔ گل دیدهٔ بیدار من است
بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید	هنوزش رنگ طفلی هست گل چیدن نمیداند

(۳۲) سُروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالات دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جهانگیری بسر مے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست۔ نهال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیهوش است ‏ آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش است

در رقص دست و پا زدن اختراعِ ماست ‏ چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست

چوگان صفت بمطلب خود پشت پا زدیم ‏ پیوندِ ما بمطلبِ ما انقطاعِ ماست

عُذرِ دست تهی است خُلق کریم ‏ میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع او را تضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکه گفته است مطیع ‏ کلید کعبه و بتخانه در بغل دارم

مطیع تجارت پیشه بود۔ از دیار خود بسیر هند خرامید۔ روزگارے مُهَنّا داشت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ؎

آہے که مرا از دلِ پُر درد بر آید ‏ چون شاهسواری است که از گرد بر آید

چو وسعتِ عدمم در خیال می آید ‏ ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفه اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرع اوجی که وقتی گفته است | پادشاهی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوهر شعر مرا به من | تیغ برهنه ام که جگردار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم هرات بسر مے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعہ در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است که در باغ خودنمائی نیست | کریم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہ شیب و گر صبح شباب است | پوشیدن چشم از دو جہان یکمژه خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت | آتش بدیگرے زد و مارا کباب ساخت

نگہ گرم عنانم صف دیدار کجاست | بوسه بے دیم گنج لب یار کجاست

رطل گران بقیمت جان می توان خرید | این گوہرے است که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمے سازد | درین حدیث گواہم شراب انگوری است

بہر یک لب خنده نتوان منت شادی کشید | منصب گل گر دہند غنچۂ تصویر باش

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم | می بزور این رنگ را بر چہرۂ ما بسته است

خاطر جمعی ندارم از تو آخر دیده ام | ہمچو دستار پریشانم ز سر وا کردۂ

کے بآرایش ویرانۂ ما مے آید | آنکه در آئینه یک جلوه بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلی ساختم | خاطر غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن که قتل ما بتحمل حواله کرد | چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم | که صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از باده نمے توان بریدن | زین آب گذر نمے توان کرد

او ہمی این قطرۂ خونی کہ اجل خواہد ریخت | صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان باحسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت | از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محررِ اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعرا نگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند | الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید | نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم | عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمعِ رخے افتاد در کاشانہ ام | سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرساندیم | پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدارم باہ و نالہ گزشت | چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مراد رخواب چید | تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

ز کعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے | کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ عیش بتاراج دادن است | می راز خم بجام کن و در سبو مکن
مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است | از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے | فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم | ز عندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست
آب حیات تیغت جان داد مشرقی را | ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و شرحے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسر می برد این سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبرآباد رخت حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون ننہد ماہ من ز منزلِ خویش | بود چو صورت آئینہ زیب محفلِ خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند | چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشہدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت ہند خرامش نمود - و در شہر ربیع الآخر سنہ ثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبۂ صاحبقران ثانی شفتے برلب گذاشت روز اول قصیدۂ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان　　　　در ثنائے قبلۂ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت - و بیومیۂ بیش قدرے موظف گردید - و بارہا بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاہجہان نامہ در وقائع جشن نوروز سال ہزار وچہل و پنج ہجری می نگارد کہ :-

"روز پنجشنبہ دوازدہم شوال سریر آرای آسمان چہارم پرتوِ اعتدال بر ساحت حمل"
"انداخت و افسردہ طبعان نباتات را باہتزاز در آورد - شانزدہم ماہ مذکور -"
"حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہی محلی ساختہ بود بر زبر"
"کشیدہ مبلغ وزن راکہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد باو مرحمت گردید و در اواسط شہر"
"ربیع الاول سنہ تسع واربعین والف (۱۰۴۹) بعنوان صلۂ شعر صد مہر عنایت"
"شد - و در جشن شفا یافتن جہان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش"
"در اوائل شوال سنہ اربع وخمسین والف بعنایت خلعت و دو ہزار روپیہ تمتع"
"برگرفت"-

شیرخاں در مرآۃ الخیال می نویسد کہ :-

"حاجی محمد جان قصیدۂ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفتہ بعرض رسانید پادشاہ"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش ازان پر کردند انتہی[1]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل مُلا عبد الحمید لاہوری و مُلا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ۔ چون نام عبد اللہ خان فیروز جنگ در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ بایں حسن بیان اداکرد ؎

نہنگے کہ از غایتِ احتشام　　　نگنجد بحر از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آورد۔ اَز غایت احتشام[1] و اَز بزرگی[2]۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد ؎

نہنگے ست از غایتِ احتشام　　　نگنجد بحر از بزرگیش نام

و طورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) اتفاق اُفتاد۔ کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبد الحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور در گزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ ؎

عمرہا در یاد او زیر زمین　　　خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاقِ یکدگر　　　گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

---

[1] تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارتِ ہمین است کہ ہر سہ دریکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ "استخوان او را بمشہد مقدس رسانیدند" دیوان قدسی بنظر تصفح درآمد و این چند بیت اختیار افتاد ؎

زود بہ کردم من بے صبر داغ خویش را — اول شب می کُشد مفلس چراغ خویش را

در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد — نادر بود آن پیشہ کہ اُستا دندارد

در مجلسے کہ یاران شُربِ مدام کردند — نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند

اینجا غمِ محبت۔ آنجا جزای عصیان — آسایشِ دو گیتی بر ما حرام کردند

درچنین فصلے کہ بلبل مستِ گلشن پرگل است — گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست

ہرچہ با زلفِ تو می ماند دل از من می برد — روز عمرم در تمنائے شبِ یلدا گزشت

غم ہجوم آورد من در فکرِ بے سامانیم — میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشنا ست

عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است — کاش گل غنچہ شود تا دلِ ما بکشاید

گر دستِ شام ہجران گیرد گلوی شب را — مشکل کہ تا قیامت از صبح دم برآید

عشق چون قسمتِ ارباب معیشت میکرد — لالہ داغے زمیان برد کہ داغم دارد

تابِ ہجرانِ شرابم نیست تا وقتِ صبوح — پیشتر از صبح می خندد گلِ پیمانہ ام

نگذاشت بخواب عدمم شیونِ بلبل — گل ریختہ بودند مگر بر سرِ خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طہرانی

از طبقۂ اتراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ درآن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔

آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ / رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ

زبس رہرو درو سنگین خرامد / زپا بش رشتہ پنداری برامد

ہمانا کافر است این کوہ خونخوار / کہ دارد بر کمر زین راہ زُنّار

مغلطان سنگ از و تا مے توانی / کہ باشد بد بلائے آسمانی

بسامان رفتنِ این راہ زشت است / مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ وخطاب اختصاص خان اختصاص داشت وبعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات وعقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت۔ وچون نوبتِ وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود وہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع وخمسین والف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر مے برد۔ ودر سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع وخمسین والف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست۔ ودر دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوہ نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گلِ باغِ وفایم | بر دستِ تو شایسته‌تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را | همچون کمانِ حلقه یکے کن دو خانه را

بدست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند | ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگِ تو داغ ما | از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا | بهتر از سرو بود سایۀ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است | در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت | خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است | جامۀ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است | چون رگِ لعل ز دانا رگِ گردن عیب است

هما نصیب تو از من چنانکه خواهی نیست | که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است | چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است | ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت | از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوۀ آن کجکلاه نیست | چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم | دهم صد گل که همچون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شوریده گفتاری نمی دانم | چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

باوجودِ صد هنر لافم ز شعرِ دلکش است | خامه در دستِ هنرور تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد گے دیگرے زان چوب را | آب نتواند فرو بُردن که رزقِ آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است | که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از سرپنجۀ مردانگی است | شیر را در وقتِ خفتن دست و بازو متکاست

ذوقے از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست | غنچه در چاکِ قفس قفلِ درِ زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم ‏ که این بارانِ شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست ‏ آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفلِ خویش ‏ جامهٔ کوته اش اولی است که خدمتگار است

تسلیم از مهِ نو حالِ آسمان پیدا است ‏ نشانِ مرکبِ طفلان رکاب کوتاه است

چون تندروی کاشیان تبدیل سازد میشود ‏ قالبِ مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بے صحیفهٔ غزلے ‏ سفینه بطلب تا توان در آب نشست

مهمان بخانهٔ دیر چو ماند عزیز نیست ‏ کوتاهی زمانه ز عمرِ درازِ ماست

گر سرو بود کجکله و بر زده دامان ‏ منعش نتوان کرد ازینها که جوان است

هیچ کس حالِ سرِ ما را نمی داند که چیست ‏ عالمے را چشم همچون صبح بر دستارِ ماست

شاهان چرا سلیم برو رشک مے برند ‏ ملکِ سخن چو بیش زیک گوشواره نیست

دل درونِ سینه ام می رقصد از حرف وطن ‏ هیچ سازے ماهیان را چون صدائے آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص ‏ راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگِ شکوه کردن ‏ چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقامِ عشق دل را از تعلق پاک کن ‏ بانمد آئینه را نتوان بدستِ شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره ات سخنے ‏ بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسفِ من چشمِ طفلان نیست تنها بر رهت ‏ شوقِ مکتوبِ تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون ‏ آب و آتش را خصومت بر سرِ خاشاک شد

اعتبارے دولتِ جمشید را پیدا نشد ‏ تاک تا از دودمانِ خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را به مرغِ بسمل است ‏ تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامانِ تحصیلِ کمال ‏ تا نیامد سوی هندستان حنا رنگین نشد

باخبر باش از زبانِ خود که دانایانِ راز ‏ از خموشی حلقه در گوشِ سخن چین کرده اند

جہانِ سفلہ اگر داد جرعۂ آبے — ہمان نفس چومی آن را بروی من آورد

از عذر نیست ہرگز دلگیر وعدۂ او — کاہل ہمیشہ خواہد ہمراہ لنگ باشد

شانہ می آید بکار زلف از آشفتگی — آشنایان را در ایام پریشانی بپرس

چو تند باد حوادث مشو غبار انگیز — پناہ مردم بے دست و پا چو مژگان باش

بسکہ دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار — در میانِ خانہ ہمچون تیر صید ان می کنم

سفرِ اوّلِ شوق است بکوئیت ما را — صید ما زود توان کرد کہ نو پروازیم

حیف باشد کہ زبے مہریِ او شکوہ کنیم — ما کہ معشوق پران ہمچو کبوتربازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا — کہ چون حباب شوم فربہ از ہوا خوردن

عہد کردم کہ گر این بار بکوی تو رسم — سرمۂ دیدہ کنم سایۂ دیوار ترا

مخفی نماند کہ در تتبع فقیر اول کسیکہ تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است۔ می گوید ؎

سلیم امشب بیادِ تربتِ حافظ قدح نوشست — اِلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْھَا

و مے گوید ؎

گفتِ حافظ دید چون کلک بیانم را سلیم — بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است کہ او معانیِ بیگانہ را باخود آشنا می ساخت۔ چنانچہ مُلّا وارستہ گوید ؎

دخلے کہ نکردی بکلام اللہ است — بیتے کہ نبردۂ تو بیت اللہ است

طرفہ اینکہ سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید ؎

دیوانِ خود بدستِ حریفان مدہ سلیم — غافل مشو کہ غارتِ باغِ تو می کنند

و نیز می گوید ؎

دیوانِ کیست از سخنانم تہی سلیم — تنہا نہ بر من این ستم از دستِ صائب است

نامِ میرزا صائب را تصریح کردہ اما بالغ نظران می دانند کہ میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است۔ حاشا کہ باخذو جر بپردازد۔ و متاعِ بیگانہ را دستمایۂ خود سازد۔ مضامینے کہ از سلیم و صائب ہمسایہ یکدیگر واقع شدہ و بنظرِ تتبع این نارسا رسیدہ دریںجا ثبت می نماید۔ و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود۔

سلیم ؎ مشاطہ را جمالِ تو دیوانہ می کند ۔۔۔ کائینہ را خیالِ پریخانہ می کند
صائب ؎ دل را نگاہ گرمِ تو دیوانہ می کند ۔۔۔ آئینہ را رُخِ تو پریخانہ می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد کہ ؎

ہرکس کہ دید روی تو دیوانہ می شود ۔۔۔ آئینہ از رُخِ تو پریخانہ می شود

سلیم ؎ چشمِ توام ز ہوش تہیدست می کند ۔۔۔ یک سرمہ دان شراب مرا مست می کند
صائب ؎ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجہان شراب ۔۔۔ ما صلح کردہ ایم بیک سرمہ دان شراب

سلیم ؎ صدا چگونہ برآید کہ این سیہ چشمان ۔۔۔ بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را
صائب ؎ نماند نالۂ دل دردپیشۂ ما را ۔۔۔ بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را

مُلّا طاہر غنی نیز این مضمون بستہ است ؎

زبیمِ آنکہ مبادا صدا بلند شود ۔۔۔ زسنگِ سرمہ شکستیم آبگینۂ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگیِ طُرّۂ مقصود خبر داد ۔۔۔ ہر فال کہ از شانۂ شمشاد گرفتیم
صائب ؎ خواہد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من ۔۔۔ این فال را ز شانۂ شمشاد دیدہ ایم

سلیم ؎ زینت اربابِ معنی جوہرِ ذاتی بس است ۔۔۔ لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش
صائب ؎ شمع بر خاکِ شہیدان گر نباشد گو مباش ۔۔۔ لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ؎ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی ۔۔۔ کہ طوقِ فاختہ بر پاے سرو خلخال است
صائب ؎ حسنِ بالادست را آرایشے چون عشق نیست ۔۔۔ طوقِ قمری سرو را بہتر ز خلخالِ زر است

سلیمؔ؎ سلیم ہندِ جگر خوار خورد خونِ مرا | چہ روز بود کہ را ہم باین خراب فتاد
صائبؔ؎ صائب از ہند جگر خوار برون می آیم | دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شُد

اما ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید؎

گداخت ہند جگر خوارم ای اجل بپسند | کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید؎

دلم در آرزوے ہند خون شد | کہ خون باد دلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حُسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محمل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محمل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرقہ مترتب نمی تواند"
"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنین یافتہ۔ و باین حُسن"
"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتہیٰ"[۱]

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالیٰ شانہ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گُفتہ و گوہرِ انصاف سُفتہ؎

منم کلیم بطُورِ بلندیِ ہمت | کہ اِستفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیضِ الٰہی چو دسترس دارم | نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

[۱] مطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ توارد نمی توانم کرد　　مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسروؒ بستم دلِ اسیران بکجا گریزد از تو　　بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ

صائبؒ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ　　چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ

بنائیؒ قضا کہ بر لبِ او خطِ عنبریں دارد　　برای کشتن من زہر در نگین دارد

صائبؒ اُمیدِ جانِ شیرین داشتم از لعلِ سیرابش　　ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد

میر سنجرؒ دمِ واپسین زلیخا بہمیں ترانہ تن زد　　کہ بہ جذبۂ محبّت پسر از پدر گرفتم

نقیؒ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبّتِ زلیخا　　بکشاکشِ نہانی پسر از پدر برآرد

سلیمؒ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد　　سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را

کلیمؒ چند در خانہ اش آتش فتد از پرتوِ تو　　زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است

سلیمؒ چون کشم بارِ گرانِ غمِ دوری کہ ز ضعف　　نگہِ خود نتوانم ز رخت بردارم

کلیمؒ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم　　کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم

اسیرؒ نیست جوہر بہ تیغِ یار اسیر　　بہرِ قتلم نوشتہء دارد

میر صیدیؒ نیست جوہر کہ بشمشیرِ تو تصویر شدہ است　　رقمِ قتلِ جہانے است کہ تحریر شدہ است

ملا غنیؒ قضا جدا ز تو خونم چرا نمے ریزد　　مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید

اسیرؒ بیار ہرگز بہر نمے آید　　از قضا این قدر نمی آید

سلیمؒ مگر از صبحِ محشر روزنِ من روشنی یابد　　کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند

واعظؒ چون دو ابروی سیاہ کہ بہم پیوست است　　بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بست است

حزنیؒ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید　　کہ دارد چشمِ لطف از دلبرِ نامہربانِ من

فطرتؒ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید　　کہ عاشق گشتہ و چشمِ وفا از یار ہم دارد

سلیم ــ آنکہ پیغامے برد از ما بسوی او دل است	نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
فطرت ــ می توان از دل تپیدن یافت احوالِ مرا	نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است
صائب ــ سرچشمۂ حیات لبِ میچکانِ اوست	عمرِ دوبارہ سایۂ سروِ روانِ اوست
فطرت ــ عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست	عمرِ دوبارہ سایۂ سروِ بلندِ تست
صائب ــ صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد	آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ
علی ــ آب چون در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ	صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارہا
مشرقی ــ برگِ حنائیم و بامید رنگ و بو	در دستِ دیگرے است خزان و بہارِ ما
خالص ــ ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا	در دستِ دیگرے است بہار و خزانِ ما
واعظ ــ مدعا از دل برون کن تا برآید مدعا	شد نگین با نام تا افگند از خود نام را
وحید ــ دور فگن نام را کہ نام فگندن	صاحبِ نام و نشان نمود نگین را
ناظم در معراج ــ چنان بگذشت زین سقفِ شفاف	کہ سیلابِ نگہ از عینکِ صاف
وحید ــ زچشمِ مہ سوے بالا سفر کرد	چو نورِ دیدہ از عینک گزر کرد
فیاض ــ بباغ بسکہ ز شرمِ رخت گل آب شود	غلافِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود
وحید ــ بگلشنے کہ رخِ دوست بے نقاب شود	ز شرمِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود
دانش ــ لب تشنۂ تیغیم بگو قاتلِ ما را	کو آب کہ شیرینی جان زد دلِ ما را
قاسم دیوانہ ــ دمِ آبے ز تیغت مستمندم	دلم می سوزد از شیرینیِ جان
صائب ــ ہمیشہ صاحبِ طولِ امل غمین باشد	کہ چین بقدرِ بلندی در آستین باشد
بیدل ــ دستگاہ ہر قدر بیش است کلفت بیشتر	در خورِ طول است چینہائے کہ دارد آستین
وحید ــ بالِ مرا شکستگی پر نبستہ است	پرواز ما چو رنگ ببالِ شکستہ است
بیدل ــ ما لافِ ہمت از مددِ عجز مے زنیم	پرواز ما چو رنگ ببالِ شکستہ است
صاحب گلشن راز ــ عدم آئینہ۔ عالم عکس و انسان	چو چشمِ عکس در وے شخص پنہان

جہان انسان شد و انسان جہانے — ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش — عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است درو — آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی راکہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالی شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاء و در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسبِ اعضا می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم راکہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقۂ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائق عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا ست کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان راکہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر وَ ھٰذَا مَعْنیٰ کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَ کَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است در مرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود وعالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ آزین رو کہ موجود علیحدہ می نماید وبوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص در حقیقت خود بر خود مشہود می گردد وعکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وآزین رو کہ عکس در حقیقت خود اوست کہ بر خود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان از جملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق درو جلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک از کم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالیٰ در حقیقت انسان وظہور او در تمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص در آئینہ ودر چشم عکس تفاوتے ندارد الا باعتبار کبر در مرآت وصغر در چشم عکس۔ وبنظر ہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر بر مکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہٗ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرط آنکہ وجود حق جل شانہٗ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہر یک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم“۔

شیخ غلام مصطفےٰ انسان

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفےٰ است واصلش از کنبو و مولد ومنشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطۂ علوم عقلی ونقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از ملّا قطب الدّین شہید سہالوی نمود ونبذے درخدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد وسلسلۂ سند حدیث بہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ ورسمِ ارادت در طریقۂ قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمدؒ از کملاءِ عصر بود در عزلت واستقامت یگانۂ وقت می زیست۔ شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنّا داشتہ باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمدؒ دریابد۔

شیخ غلام مصطفےٰ درفنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب وعلم شانہ بینی وعلوم ہندی بحیثیتے کہ اکثر براہمہ حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند وشعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنا دید شعراء ہندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ واصلاح کبت ودوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ وکراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ مستمع ذکر می کرد کہ ہرگاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ می یافت وہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہرۂ فنے کہ مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ درعہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری از ہند بدیار دکن خرامید۔ ومدتے درین دیار بسر برد آخرہا ترک نوکر پیشگی کردہ در بلدہ ایلچپور پایۂ اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گذرے بران قصبہ اُفتاد و از مردم استفسار حال بندہ نمود۔ صورت واقعہ بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارد مردم گفتند او بآبادی زنہار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفتہ بر شقۂ نوشت اَطْرِقْ كَرَا آَ اَطْرِقْ كَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُرٰی[1]

این کلام افسونِ عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا کہ اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقہ سَمْعًا وَّطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغییر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید کہ گویندۂ می گوید رَجُلٌ خَيْرٌ يَّعْمَلُ خَيْرًا

انتقالِ او در سنہ اثنین و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن ایلچپور۔

اکنون گلگون قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد۔

گر فہمیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد دواوین زبان دیگر را چہ علاج می تواند کرد۔ و جامع السنۂ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علائۂ چلپی متخلص بفارغ گوید؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت ہمہ بر من ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گوید؎

غَيْرِی جَنٰی وَ اَنَا الْمُعَاقَبُ فِيْكُمْ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ فَكَاَنَّنِیْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شنیدۂ۔

---

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کانپور ۱۲۹۳ھ۔

گفت بلے شنیدہ ام وبیت نابغہ ذبیانی برخواند ے

فَکَلَّفْتَنِیْ ذَنْبَ امْرِءٍ وَّتَرَکْتَہٗ کَذِی الْعُرِّ یُکْوٰی غَیْرُہٗ وَھُوَ رَاتِعٌ

عُر بضم عین مہملہ مرضے است کہ در شتر میشود وشتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندنِ شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را ازینجا گرفتہء و فاسد ساختۂ زیرا کہ معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو ہر دو یکے است و در بیت نابغہ جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست کہ زبان را تعذیب می کرد۔ وہمچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ وشاعر را این اعتبارات کفایہ می کند و مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ے

نگاہ گوشۂ چشمی سوی ما می توان کردن نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برہان الدّین قیراطی در ہمزیۂ خود گوید ے

کُمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْھَا عَلَیْنَا کَصَلٰوۃِ الْعَلِیْلِ بِالْاِیْمَاءِ

وشوکت بخاری گوید ے

تا کیم مژگانِ چشمِ داغ باشد تیر او دیدۂ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباتہ مصری گوید ے

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِیْ ظُھُوْرِھِمْ عُیُوْنًا لَھَا وَقْعُ السُّیُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفہ آنکہ شاعرے پیش از ابن نباتہ این مضمون را یافتہ۔ چنانچہ علامۂ تفتازانی در خاتمۂ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

وسید حسین خالص گوید ے

خونے زدمِ تیغ تو ای شوخ چکیدہ است آن خال کہ بر گوشۂ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَیسَتْ مِنَ الْمِسْكِ خِیلَانٌ بِوَجْنَتِهِ   دُمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِهِ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم - و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثانی بعید از ذم است - بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد -

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمۂ سلمان ساوجی میفرماید کہ -

وے در سلاستِ عبارات و دِقت اشارات بے نظیر اُفتاده - در جواب اُستادان قصائد دارد - بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر - وی را معانی خاصه بسیار است و اکثرے از معانی استادان بہ تخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورد چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاهدِ پاکیزه بدن   که بهر چند در و جامه دگرگون پوشند

کسوتِ عار بود باز پسین خلعتِ او   گرنه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

هنر است این که کهن خرقۂ پشمین ز برش   بدر آرند و در واطلس و اکسون پوشند

مضمونِ این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاهدے گذرانیده - بیت این است ؎

شاهدِ معنی که باشد جامۂ لفظش کهن   نکته دانے گر حریرِ تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن - عارج طور معانی است و مقتبسِ نور سخندانی - مُبیضۂ سخنش ید بیضا است و خامۂ سحر شکنش همدست عصا - در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری می دهد لهذا جمعے او را خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" ۱۰۲۸ تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے بر داشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْہَانَہٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سر حلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت درآمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع واربعین والف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیّر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابو طالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کرد و بہ پایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدمِ نوروز و غرۂ شوال　　　فشاندہ اند چہ گلہاے عیش بر سرِ سال

قصیدہ درجۂ قبول یافت۔ و کلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیدہ شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدۂ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلۂ قصیدہ بزر سنجیدہ شد۔ و ہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچہ در ترجمۂ او گزارش یافت۔

و در سنہ ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدۂ تہنیتِ نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیدہ شد۔ و مبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست کہ قدسی و کلیم بپایۂ سریر شاہی چنانچہ در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبۂ مساوات داشتند۔ و چنانچہ این ہر دو از باقیا در موزونِ معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنہ ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیہ بصیغۂ جائزۂ شعر عنایت شد

کلیم در آخرِ ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساختہ رخصتِ کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطۂ بہشت آئین رنگِ اقامت ریخت و بتقرر سالیانہ از سرکار پادشاہی آسودہ حال می گزرانید۔

چون الویۂ صاحبقران در سنہ خمس و خمسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ و غرۂ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطۂ کشمیر انداخت۔ ابو طالب کلیم قصیدۂ در تہنیتِ مقدم بسمع پادشاہ رسانید و بمرحمت خلعت و دو بیست اشرفی طلاے احمر بہرہ مند گردید۔

و ہمچنین روزے کہ موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود۔ کلیم را در صلۂ قصیدہ دو بیست مہر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او غنی
طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشم تر گرفت
با طفلِ اشک صحبت دیوانہ در گرفت

زان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن افتد
بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد

نہ رحم کرد کہ خونِ دلِ خراب نخورد
غرورِ او ز سفالِ شکستہ آب نخورد

کے تمنائے تو از خاطرِ ناشاد رود
داغِ عشقِ تو گلے نیست کہ بر باد رود

دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان
زمن چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ دماغ کجا

گر قفس تنگ است از بیرحمی صیاد نیست
صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیدہ است

دیدۂ اُمید را کردی سفید از انتظار
دوستداران را نبود این چشم از دلدار است

ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت
میانِ دست و دلم چون صدف جدائی نیست

از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمرِ خضر
روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است

تو پادشاہِ حسنی۔ مشمار بوسہ بر ما
زیرا کہ عیبِ شاہان دانستنِ حساب است

ہر کہ خود بین و خود آرا۔ ز ہنر محروم است
ہمچو طاؤس کہ پُر زینت و کم پرواز است

سر بر تنِ صدف نبود زانکہ روزگار
یکجا بہیچ کس سر و سامان نمی دہد

کباب حُسنِ توام قدرِ خط نکو دانم
ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد

اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند
کہ ہمین تشنہ لبی قسمتِ دریا باشد

مژہ را داد زکفِ چشمِ تو در آخرِ حُسن
تُرکِ مفلس چو شود تیغ ببازار برد

دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ
چون کسے اوقات صرفِ پاسِ خاطرہا کند

بتان ز صحبتِ ہم می کنند کسبِ غرور | ترا بآینہ ہم آشنا نمی خواہم

دشنام و بوسہ ہر چہ عوض می دہی بدہ | حاشا کہ با تو بر سرِ دل گفتگو کنم

چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان | گردیدم و یک یارِ وفادار ندیدم

آخر لبانِ فاختہ ام شد گلو کبود | رِمنت زخلق بسکہ بگردن گرفتہ ام

از اداے خارجِ ہر کس خجالت می کشم | باکمال بے دماغی من وکیلِ عالمم

نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو | درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم

مکشاے زبان بہ زخودے را چو بہ بینی | زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم ـ میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است۔ صاحب ذہن ثاقب ـ و ہم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود۔

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگیِ ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید ؎

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند | زجوشِ فکرمیِ ارغوانِ یکدگرند

نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم | پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند

زنند بر سرِ ہم گل ز مصرعِ رنگین | زفکر تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند

سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند | زنند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند

بغیر صائب[۱] و معصوم[۲] نکتہ سنج و کلیم[۳] | دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردو در عہدِ شاہجہانی قصد ہند کرد و در نواحی بنگالہ اُفتاد۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرزا باعزاز و احترام پیش آمد۔ و لوازم قدر شناسی بتقدیم رساند۔ اعظم خان جدِّ ارادت خان واضح است۔ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید۔
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مرا کشایشِ خاطر نہ از گلستان است — کلیدِ قفلِ دلم برۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی — آن قدر باش کہ عنقا زسفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون — گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نام قاصد چون برآمد قالب من شد تہی — مرغ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
در ہند وفات یافت۔ وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد۔ مادۂ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسنجر قدم نہاد۔
۵۲ ۱۰ ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد ومنشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذہن رسا وفکر آسمان پیما
بود وشعر را بسرعت تمام میگفت۔ وبچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت۔

قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت
تمام دارد۔ وطالبائے آملی و میر الہی ودیگر مردم راہجو کرد۔ چون شیوۂ ہجا
شعار خود ساختہ بود۔ خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرۂ شیخ فیروز باشیدا
مشہور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایامے ملتزم آستانۂ شہریار
بن جہانگیر بادشاہ۔ بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان۔

اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ منخرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے — حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نبا بد وصف کرد۔ و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے — پیش جاؔمی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب در گزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسّسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شد بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت۔

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم — آمدہ سر چشمۂ فیض عمیم

درین چمن نہ گل و لالہ شبنم اندود است — کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن — کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است — با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید — شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت در سرے گنجد کہ در زیرِ درم تیغت　　چو شمع از جیب خود هر دم سرِ دیگر برون آرد

شهیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم　　بجائے موے سر در ماتمم بند قبا بکشا

(۴۲) ادهم میرزا ابراهیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع همدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین اُفتاده ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید　　حذر کن کہ دیوانہ هوئے شنید

بگیرید زنجیرم اے دوستان　　کہ پیلم کند یاد هندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست　　دست با سر سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادهم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائب کہ ادهم گفتہ است　　گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده به

ادهم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ هندوستان کرد۔ و در عهد شاهجهانی درین دیار رسیده۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاهجهانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاه می داشتند۔ لیکن ازبسکہ برندی و بیباکی مجبول بود ۔ وسوسائے نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناهی می شد۔ و با اعیان شوخیها می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان هم بے ادائیها از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاهجهان آباد زندان هستی را پدرود نمود۔

بہار سخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدِّ رعنایش　　فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی - میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است۔ کلامش لطافتے و غذوبتے دارد۔ و مذاقہا را لذتے خاص می بخشد۔

در صفاہان بسیار بودہ۔ و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ۔ آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت۔ بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود۔ و نزد اکابر معزّز و محترم می زیست۔

فوتش در سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) واقع شد۔ غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت۔ مصرع بُرد الٰہی ز جہان گوی سخن

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد　　ز آب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوری تو ای تازہ گلِ باغِ مراد　　چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ ز یاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست　　نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحیی - میر یحیی کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش۔ و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش۔ از ولایت خود در عصرِ صاحبقران ثانی شاہجہان رہگرائے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید۔

مُلّا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید:-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** باسائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
۱۰۵۸

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[۱]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق اُفتاد۔

نخل سخن باین ناز کی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است — قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است

ز روی آدمیت پندِ من ناصح نمی داند — کہ من با آن پری خو کردہ ام آدم نمی خواہم

مدہ ز دست گریبانِ گوشہ گیری را — کہ مومیائیِ پائی شکستہ دامان است

ہر چہ پایم تا نیفشانم نمی گیرم قرار — در کفِ زالِ فلک سیتو چون پرویزنم

نرمیِ بسیار خواہد بادر شتان ساختن — مغز خونہا خورد تا در استخوان جا کردہ است

ہمچون غلاف گرد و موافق یکی شوند — با تیغ شان زہم نتوان ساختن جدا

حیائم بس بود چندان کہ یکشب با گلی باشم — شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم

ہران نئے کا ز رود ر ناخنِ دل کردہ بود آخر — برائی فرشِ ایوانِ قناعت بوریا کردم

نیم از ناوکِ صیّاد آگہ۔ اینقدر دانم — کہ جائی دام اگر خواہی بکامم میتوان کردن

دو لب دو ناخنِ مرد است تا بہم نرسند — گرہ ز خاطرِ خود وا نمی توان کردن

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی۔

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دورِ هند پابستِ وطن دارد مرا ۔۔۔ چون حنا شب در میان رفتن بهندستان خوش است

بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاهجهانی گشت۔ و در شعبان سنه خمس و ستین والف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید۔ و دو هزار روپیه صله عنایت شد۔ بیتے ازان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیۂ کرم است ۔۔۔ خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادۂ داراشکوه در آورد و به الطاف خاص نوازش یافت۔ شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار ۔۔۔ قطره تامی میتواند شد چرا گوهر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد۔ از انجا رخت سفر به حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید۔

میر ابو تراب والدِ میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدر آباد سنه ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرۂ

---

[۱] مراۃ الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته۔

میر محمد مومن استر آبادی دیده شد۔ بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورد[1]۔ رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد — تنواخت بمہر خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درو می گنجید — اکنون ز تردّدِ نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته ہم بر لوح مزار میر ابو تراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز — کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسےٰ بفلک بر شدهٔ — آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخرالامر سلطان عبد اللہ قطب شاہ۔ میر رضی را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشہد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومانِ تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشیِ سلطان عبد اللہ بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظہ در آمد و این اشعار منتخب گردید ؎

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند — به نخلِ خانهٔ صیّاد آشیان بستند
روی ماهِ نو بروی بادهٔ گلگون بہ بین — آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون بہ بین

---

[1] ہمین رباعی باد نی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامه فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک ہزار و چہار اتفاق اُفتاده میر ابو تراب در سنه یک ہزار و شصت رو داده پس از ینجا باید فہمید که حقیقت حال این رباعی چیست۔

دربزمِ کنم سیر کہ جائے دگرم نیست	از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست
بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم	خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا
پرحذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش	کاش از اول نبودے شیشہ باسنگ آشنا
صفحۂ دشت بامدادِ رفیقان طی کن	چون قلم بے دو سہ یارے بسفر نتوان رفت
گشادہ روئیِ خوبان در آخرِ حُسن است	درین چمن ہمہ جا موسمِ خزان باز است
متاب رُخ نفسے تا بجائے خود باشیم	چو عکسِ آئینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم
شبِ عید ست او می بینیم قدح در دست رنگینش	شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس۔ خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔

میرزا صائب نام اورا بتعظیم میگیرد و می گوید ؎

این آن غزلِ حضرتِ رکنا ست کہ فرمود	پائے ملخے پیش سلیمان چہ نماید

در فنِ طبابت نیز یدِ طولیٰ داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ او را بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت برآمد و درین باب گوید ؎

گر فلک یک صبحدم بامن گران باشد سرش	شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانۂ اکبر بادشاہ باسودگی می گزرانید[۱] و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریابِ محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت - و چندے دران مصر رحل اقامت افگند -

آخر بار رسفر بصوب حیدر آباد دکن بربست - میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کرده شیشۂ شراب برمیر افشاند - میر آزرده گشت و حکیم غرقِ عرقِ انفعال شده راہ بیجاپور گرفت - و در انجا نیز زمانہ موافقت نکرد - ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود - و با مہابت خان ملازم گشت -

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املا کرده بعرض رسانید و بانعام دوازده ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است

بادشاہِ زمانہ شاہ جہان	خرم و شاد و کامران باشد
بہرِ سالِ جلوس او گفتم	درجہان بادتا جہان باشد

و در سنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا بر کبرِ سن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود - وقتِ رخصت بعنایت خلعت و پنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت و در رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت و با یران دیار برگشت - آوجی نطنزی گوید

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمرِ طبیعی دہد احبّا را
زمے مباد تہی دستِ ساقئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ ما را

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید - و ایامے توقف کرده بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو بصفاہان آورد و از شاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد - پس از چندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید -

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ:-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"
"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و وارد - در اکثر سنوات"
"اورا از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند-"

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد- این مصرع تاریخ یافتہ اند[۱]

رفت بسوی فلک بازمسیح دُوُم
۱۰۶۶

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است - معجون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم ٭ بچینیہای فغفوری بزن کشکول چوبین را
سبزہ پامال است در زیر درخت میوہ دار ٭ در پناہ اہل دولت ہست خواری بیشتر
در ہجر یک دو روز صبورم کہ از فراق ٭ چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی یار کسے ٭ وین دیدہ ندوخت چشم بر تار کسے
صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز ٭ تحت الحنکی بقصد دستار کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع او مے پروازد و می فرماید ؎

جوابِ آن غزلِ حاذق است این صائب ٭ بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است[۲] و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت-
وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

---

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷-

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری وخدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز در آمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبر آباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانۂ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ وتا سنہ اربع وخمسین و الف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع وستین والف (۱۰۶۷) در اکبر آباد شربت فنا چشید۔

او ہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر و مہ شد فاش　　بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن

ما قدر جوانی چہ شناسیم کز اول　　تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند

بقولِ من نرسیدہ است فعلِ من ہرگز　　خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

در ینجا مجملے احوال سید صدر جہان[۱] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جو حوالہ می شود

صدر جہاں

مولد و منشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ وطبعے ظریف و نکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید و منصبِ افتاء ممالک محروسہ بر وقرار گرفت۔

و در سنہ اربع وتسعین وتسعمائۃ (۹۹۴) پادشاہ اورا باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

وپس ازچندے بعطاے منصب صدارت کل برصدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپایۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید بخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید ازقرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادامی کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سیدر امختار کرد۔ اومنصب چہارہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ درصدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ میرزا جعفر **آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** درعرض پنجاہ سال بخشید۔ سید درعرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صدو بیست (۱۲۰) سال عمرداشت۔ اصلاً درعقل وحواس او فتورے راہ نیافت[۱] انتقال او درسنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ وامراء آنجا سید را درفنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی وتیراندازی وشطرنج وغیرہ۔ سید درہر باب کامل عیار برآمد۔ ومردم آن دیار را درحیرت انداخت

اما ملا قاطعی رسالۂ درباب ایلچی گری **حکیم ہمام** و **سید صدر جہان** ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ اللہ اعلم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ وسید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئہ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[1] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صائب — کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ والی حیدرآباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوائے بادۂ گلرنگ بینا بیم ما — سالہا شد کز ہوا داران این آییم ما

از رہ ببانگ ہرزہ درایان نمی روم — کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر ز یر سپہریم عجب نیست کہ دریا — در زیر حباب است و فزون تر ز حباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکستِ پنداری — کہ نیمۂ ز دلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَا غَرْوَاِنْ لَّمْ تُفْصِحِ الْاَیَّامُ بِیْ — اَلدَّھْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّی الرَّآءُ

وَبِذَا اجریٰ طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَھْلِہٖ — دَفْنُ الْکَلَامِ وَاَھْلُہٗ اَحْیَآءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[2] -

---

[1] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۳۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [2] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواؤ مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیرے

نَعَم تَجَنَّبَ لَا یَومَ العَطَآءِ کَمَا — تَجَنَّبَ ابنُ عَطَاءٍ لُثْغَۃَ الرَّآءِ

ودیگرے گوید ے

وَجَعَلتَ وَصلِی الرَّآءَ لَم تَنطِق بِہٖ — وَقَطَعتَنِی حَتّٰی کَاَنَّکَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن۔ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام احسن تخلص بن خواجہ ابو الحسن تربتی۔خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال ودیوانِ دکن اختصاص یافت۔ وچون جہانگیر پادشاہ سریر آرا شُد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ ومنصب پنج ہزاری ممتاز ساخت وودر سنہ ثلث وثلثین والف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت وظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید۔

وچون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید۔خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود۔

وودر سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد۔ونظر بر آق سنقالی ودولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصتِ کشمیر فرمود۔

وچون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) در سن ہفتادم سالگی ودیعت حیات سپرد۔صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت ومنصب سہ ہزاری وعلم ونقارہ مرحمت گردید۔

لہ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۷۳۷۔

ظفر خان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت را مفتوح ساخت[۱]۔ و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث وسبعین و الف (۱۰۷۳) محل بہ صحرائے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب مادح آستانِ اوست۔

ظفر خان چند جا در مقاطعِ غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرزِ یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست	تازہ گوئیہای او از فیض طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح ظفر خان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجامی آرد۔

دیوان مختصرے از ظفر خان مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید	نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید
در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است	یاران برسانید دماغے شبِ عید است
در بتانِ ہند چون او دلبرِ خودکام نیست	رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست
شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من	قدرِ دلِ شکستہ چو زلفِ شکستہ است
گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست	عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی منصب ہزار و پانصدی داشت۔ و احوال سی[۳۰] سالہ شاہجہان را ملخص بقید قلم آورد[۲]۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [۲] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویهٔ عزلت گزید و در سنه احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت به نهانخانهٔ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویهاے قصیر متعدد دارد و از انجمله است ساقی نامه۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانه ساقی به مجلس نشست ‌ ‌ چرا نبض مینا نگیرد به دست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفته شد ؎

الفت میانهٔ دو ستمگر نمی شود ‌ ‌ دندانِ مار قبضهٔ خنجر نمے شود

بسکه در راهِ فنا با خاک یکسان شد تنم ‌ ‌ میتوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم

از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد ‌ ‌ تیغ اگر در آب و آتش رفت بے جوہر نشد

ہردم نوید لطف دگرمے دہد مرا ‌ ‌ دل مے برو ز دست و جگر می دہد مرا

گر پوستم چو نافه کشد آسمان بجاست ‌ ‌ موشد سفید و تیرگیِ دل ہمان بجاست

کشتئ بدست آور وقت گشتِ مهتاب است ‌ ‌ مدعاے میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان ز یکدگر گیرند ‌ ‌ بغیر این که ز احوال ہم خبر گیرند

بیادِ روی تو شبها کنم نظارهٔ ماه ‌ ‌ زرِ سفید بود از برائے روز سیاه

خلقِ خوشت مرا به ثنا خوانی آورد ‌ ‌ گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است ‌ ‌ جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیره طبعان بسینه صاف بد اند ‌ ‌ ذوقِ آئینه نیست بد رُو را

ما بزندانِ غمت خو بانشستن کرده ایم ‌ ‌ گاه گاہے نالهٔ برخیزد از زنجیر ما

لقمهٔ چربِ خوشامد نکند رام مرا ‌ ‌ دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد ‌ ‌ زود بگسلد از ہم رشتهٔ که بیتاب است

از بسکه دستِ من ز تعلق بریده است ‌ ‌ رنگِ گرفته را به حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد — گل بیشتر دہد چو کُنی شاخ را قلم

عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس — دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود

طرزِ آئینہ خوش نہ کرد دلم — عیب پوشی بہ از نمد پوشی است

زدور ساختنِ ابرامِ سفلہ گردد بیش — کہ زود رُستنِ مو از پےِ تراش بود

ہر کجا بود مرا نشہ صفت با خود داشت — ہرگزم می نتوانست کہ بیخود سازد

تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود — چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند

چشم بسانِ آئنہ در عیبِ خلق نیست — پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش

نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش — دیدۂ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ

چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان — نتوان کرد سرِ رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب ـ میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ از ان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار ہم نرساندہ۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید — یکے چو صائبِ شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیمائے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش۔ خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو برکردن مسرور۔ ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ۔

واین کیفیت درکلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت -

قصیده و مثنوی ہم وارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ - و

این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ - چنانچہ خود می فرماید ؎

رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را	غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان

ونیز می فرماید ؎

نوائے عشق در ایام من کمال گرفت	غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب

واز جملہ شرائف اوصاف میرزا است کہ باوصف این جلالت شان از شعراء

معاصرین ومتقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ وتیغ زبان را بازخم ہیچکس

آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

گرت ہواست سلیمان این جہان باشی	بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است میرزا در

دار السلطنت اصفہان نشو ونما یافت - و بہ کمتر فرصت درشش جہت عالم کوس

سخندانی زد - ودر عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید - چون وارد

دار الملک کابل گشت - ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابو الحسن تربتی ناظم

کابل بود - میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد[1] - و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم

رسانید - چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا مستفاد می شود ؎

باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم	کلاہ گوشہ بخورشید وماہ می شکنم
قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم	زنو بہار سخایش چو قطرہ ریز شوم
کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم	بلند بخت نہالا بہار تربیتا
زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم	حقوق تربیت را کہ در ترقی باد

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱ -

تو پای تخت سخن را بدست من دادی — تو تاج مدح نهادی بفرقِ دیوانم

زروی کرم تو جو شید خونِ معنی من — کشید جذب نوا این لعل از رگ کانم

تو جان ز دخل بجا مصرعِ مرادادی — تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم

ز دقّت تو بمعنی شدم چنان باریک — که میتوان بدلِ مور کرد پنهانم

چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود — نداشت طرۂ شیرازه روے دیوانم

تو غنچه ساختی اوراق باد بردۂ من — وگرنه خارسے ماند از گلستانم

تو مشت مشت گہر چون صدف بمن دادی — چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاہجہان به لشکر خان تفویض یافت۔ وظفر خان به ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز به رفاقت ظفر خان به سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران درسنہ تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باہتزاز درامد۔ میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ از انجا که شہر برہان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہر مے فرماید ؎

تو تیا ساز دغبارِ اگره و لاہور را — چشم من تا خاکمالِ گرد برہان پور خورد

وچون سید لشکر محمد عارف از مشاہیر اولیا درین شہر آسوده اند توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکه گذر لشکرِ محمد را — غبار خیز بود کوچہائے برہان پور

ودر ایام اقامت برہان پور، پدر میرزا خود را از ایران به دیار ہندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و درآنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت که از اصفہان بہند — افتاده است توسن عزمم مرا گذار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبهٔ گستاخ شوق من | از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورهٔ دکن | آید عنان گسسته تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سرِ شوق طے کند | با قامت خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبهٔ اُمید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گہر نثار
با جبههٔ کشاده تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدر رفعهٔ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنفر زیب در سنه احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبر آباد عطف عنان نمود۔ هژدهم محرم سنه اثنین و اربعین والف (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابو الحسن مفوض گردید۔ میرزا محمل سفر با ظفر خان بربست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازمِ ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست۔ و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت۔

وفاتش در سنه ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو

برطبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعهٔ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمه پرداز فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسوی روضهٔ دارالسلام
خامهٔ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا اسمی و[۲۳۳]...

غزل متفرق بخط خاص برحواشی آن نسخهٔ قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوائی کند ناقص کمالان را | که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را
نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ ہما اُفتد | سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا اُفتد
از تماشائی پریشانِ جهان دلگیر باش | والهِ یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش
ہیچ ہمدردی نمی یابم سزائے خویشتن | می نہم چون بید مجنون سر بپای خویشتن
رنگین ترا زحناست بہار و خزانِ ما | بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما
جلوهٔ برق است در میخانه ہشیاری مرا | از پے تغییر بالین است بیداری مرا
می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد | در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد
ای که فکرِ چارهٔ بیمارئ دل مے کنی | نسبتِ خود را بچشم یار باطل می کنی
عشق سازد زہوس پاک دلِ آدم را | دزد چون شحنه شود امن کند عالم را
سخت می خواہم که در آغوش تنگ آرم ترا | ہر قدر افسردهٔ دل را بیفشارم ترا
از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است | نقش پای چند زین طاؤس برجا مانده است
زپیری حرصِ دنیا نفس طامع را دو بالا شد | گدا را کاسهٔ دریوزه از کوزی مثنی شد
یا از گلیم خویش نباید دراز کرد | تیغ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد
که حالِ دردمندان پیش چشمِ یار می گوید | که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید
اہلِ کمال را لب اظہار خاموشی است | رمنّت پذیر ماه تمام از ہلال نیست
ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حُسن | این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود
رمزی ست زپاسِ ادبِ عشق که مرغان | شب نوبتِ پرواز به پروانه گزارند
نقش پای رفتگان ہموار سازد راه را | مرگ را داغِ عزیزان برمن آسان کرده است
مکن اعانتِ ظالم زساده لوحیها | که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

در طلب ما بے زبانان اُمتِ پروانہ ایم | سوختن از غرض مطلب نزد ما آسان تر است
عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار | آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را
زصدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست | چو صبح تیغ جہانگیر ما دو دم دارد
باخبر باش کہ دل از خم زلفت نبرد | دُرِّ گوشِ تو یتیمی است کہ در عالم نیست
مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را | ہر کہ کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود
ما حجاب آلودگان را جرأتِ پرواز نیست | گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است
صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل | چہ شد برون ز فرنگ آمد است شیشۂ ما
نیرنگ چرخ بین گلِ رعنا درین چمن | خونِ دل از پیالۂ زر می دہد مرا
صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان | آئینۂ بے پشت چہ دیدار نماید

(۵۲) غنی۔ مُلّا محمد طاہر اشئوی کشمیری

اشئی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر۔ از بدو شعور در حلقۂ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود۔ چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایستہ بہم رسانید۔ آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد۔ میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی | یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و باوصف بے دستگاہی بحضور خاطر بسر می برد۔ ازینجاست کہ غنی تخلص میکند

مُدَّةُ العُمر در شہر خود گزرانید۔ و در سنہ تسع و سبعین والف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است۔ چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت عالمے را اضطرابِ نبض این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانه چون مُہرۂ شطرنج مرو خانه بخانه

تا توانی عاشقِ معشوق ہر جائی مشو می کند خورشید سرگردان گل خورشید را

سایه گر سایۂ کوه است سبک می باشد کسب تمکین نکند سفله زار باب وقار

با تو نزدیکم ولے دورم ز فیض عام تو موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشته شدن چہرۂ عاشق نشود زرد این داغ به پیشانیِ سیماب نهادند

در دمِ صبح غنی پیر فلک مے گوید که قضا نان دہد آن وقت که دندان گیرد

نیست چون مُہرۂ نردم ہوسِ قصر بلند خانه ام ساخته از ریختن رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست ہر دم آن زلف پریشان شانه بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار مانند رہروے که رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جاے نروم لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایۂ مرغِ پریده در رہِ شوق اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاہان که جز نمد آئینه خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت او فتند مضمونِ من گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغ مجلسم نبود مرا تاب جدل با کس اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے مارا چنان بستیم معنی را که نتواند کسے بُردن

سعی بہرِ راحتِ ہمسایہ ہا کردن خوش است بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانه را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسبِ مضمونِ غنی بہم رسیده که ؎

محنتِ ہمسایہ ہا بر خود گرفتن خوش نماست از برای چشم بینی زیر بار عینک است

مخفی نماند که چنانچه گوش از استماعِ افسانه افادۂ خوابِ چشم می کند حظ خود ہم

که سمعِ قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد- بخلاف بینی که عینک را حسبۃً للہ بر می دارد- و برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد-

(۵۳) ناظم هروی

عمدۂ ناظمان جواهر معانی- و زبدۂ گهر نبدان عرائس سخندانی است- در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت- و همت بفیض رسانی مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی[۱] "یوسف زلیخا" ست که یوسف سخن را از چاه و زندان وارهاند و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند- اتمام این کتاب در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ؎

خواهم که زخشِ بدعملِ زهد پے کنم	تسبیح تازیانۂ گلگون مے کنم
زسیرِ باغ و زندان بر نیاید کام سودایم	نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم
کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالۂ سر کن	سر مینای دل بگشا دماغ دیدۂ تر کن
پیالۂ مَی ازین شیوه آبرو دارد	بدستگیری اُفتادگان زپا منشین
قطرۂ آبی کف خونی شد و برخاک ریخت	آدم خاکی چه طرف از عالمِ ایجاد بست
بیقراری عضو عضوم را بکامِ دل رساند	زخم تیغت برتنم چون ماه نو سیّاره شُد
بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام	آنچنان سوی تو می آیم که گو یا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادۂ مُلّا فتح اللہ واعظ قزوینی است- پایۂ تعریفش از آن رفیع تر که بسلم قلم

---

[۱] این مثنوی از بسکه نادرالوجود است و در کتب خانۂ آصفیه حیدر آباد دکن موجود-

توان رسید۔ و شرفۂ توصیفش ازان بلند تر کہ ببال اوراق توان پرید۔ لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی۔ و جواہر منثوراتش در نہایت بیش بہائی۔

حجّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است کہ تمامش سخن را در نہایت نازکی بافتہ۔ و باتفاق جمہور کتابے باین خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اما عمرش باتمام این کتاب وفا نکرد۔ فرزندش **میرزا محمد شفیع** کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی بہ انجام رسانید۔ این مجلد در بیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی و خوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان **واعظ** طبع را در اہتزاز آورد۔ این چند غزال از ختن افکارش مے آید؎

اززبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا ۔ بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا

این قدر طولِ امل رہ میدہی در دل چرا ۔ مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا

آزادہ بہمراہی کس بند نگردد ۔ خاصیّتِ سرو است کہ پیوند نگردد

بریدن از جہان سرمایۂ از زندگی باشد ۔ کہ افزون قیمت شمشیر از بُرّندگی باشد

حرفے اگر بعاشق بے تاب مے زند ۔ شرمش طپانچہ برگلِ سیراب مے زند

سر بروان آورد عکس از روزنِ آئینہ گفت ۔ فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند

نیک خواہان در جہان مکروہِ طبعِ مردم اند ۔ جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمارہا

روزگار آخر ستمگر را ستمکش مے کند ۔ شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را

اگر خورشید رُخسارِ تو در بینشِ نظر باشد ۔ چو ماہِ نو زپیری می روم سوی جوانیہا

دست برداشتنِ وقت دُعا ایمائیست ۔ کہ شفاعتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تہی است

ز ابنای جنس خود بحذر باش زانکہ آب ۔ با آن سرشتِ پاک بآئینہ دشمن است

فروتنی بخدا زود تر کند نزدیک ۔ کہ زود قطع شود راہ چون سر از یر است

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکشد | کہ چراغش زصفائیِ قدم یاران است
غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بید را باشد بہ از آبِ نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل - طبعِ ظالم معزول ظالم تر | کمان را زہ گرفتن بیشتر پرزور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ و آعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گزارند ارّہ بر فرقِ تو سر بالا مکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کہا دہ
صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم | روزیکہ رسیدیم بہ ایّامِ جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دلان | میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را | بید را جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود - اصلش از قزوین است - مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہٰذا بہ مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند - نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت - و بمنصب انشا امتیاز یافت -

آخر عازم ہند شد و چہار دہم رجب سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴ھ) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

وانعام سہ ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ و در سلک بندگانِ درگاہ در آمد۔ و در جشن وزن شمسی بیست وچہارم ربیع الاول سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تہنیت جشن بعرض رسانید۔ ومبلغ ہزار روپیہ برسبیل جائزہ مرحمت شد۔

و در عہد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید۔ انجام کار بعد ز کبرِ سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاہی وظیفہ تقرر یافت۔ و در دار الخلافہ شاہجہان آباد وظیفہ حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب قلم زمزمۂ او می سراید ؎

آنہا کہ خواب راحت برخود حرام کردند | چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند

سہل باشد لذتِ خاری کہ در پیراہن است | داغم از ما ہے کہ او در اخارہا جزو تن است

دل منہ بر الفتِ دشمن کہ تا گرم است آب | گرچہ می جوشد بآتش لیک با او دشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے | من نمیدانم علاج خار دامنگیر چیست

نیم بسمل شدہ مرغی بکف آرم کہ مرا | در خورِ حالت خود نامہ برے در کار است

بدام زلفِ تو عالم تمام در بند است | کسی کہ باز بود دیدۂ تماشائی است

قفای آینہ را بہ زروی آینہ دان | کہ رو برو نشود با کسے کہ خود بین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکتہ طراز ممتاز است ومصداق ترانۂ عندلیب شیراز کہ مصرع

"ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است۔ وجرعۂ جام او چشیدنی۔

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ ناصح گفتہ است | تا لبِ ساغر بخونِ من گواہی می دہد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ و بشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ در چشم ورق می کشد؎

به سرمه رام نگردید چشم جادویش | که از دو میل سیاهی رمید آهویش
درزندگی بمرگ کشیده است کار ما | خواب گران ماشده سنگ مزار ما
درحقیقت دل بیرحم ندارد مغزے | پستهٔ را که نباشد لب خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز سستی رای خود است | بے قدریش از پستی کالای خود است
برمرکب چوبین چو شود طفل سوار | خوش راهی و بدراهیش از پای خود است

(۵۷) سالک۔ محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خوش بیانی۔ و مخترع عجائب و غرائب معانی است۔ مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ و با صاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود۔ آخر عازمِ ہندوستان گردید و بواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشانِ او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔ ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید و مدتے اقامت گزید و باز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ و ہمانجا درگزشت۔
عنبرِ کلامش چنین بو می دہد؎

مهر و کین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است | این دو بادام یکے تلخ و دگر شیرین است
چه ذوق چاشنیِ درد عافیت جو را | که شیر هم شکر آب است طفل بدخو را
عرقِ سعی محال است بجائے نرسد | ابر را آبلهٔ دست گهر می گردد
رصت به پیشدستیِ قاتل نداده ایم | گلگون دوانده بردم شمشیر خون ما

استخوانِ من و مجنون بہ تفاوت بردار | اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن
بے برگیِ من فکرِ سر انجام ندارد | چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلمرو خوش مقالی است و تیز روِ جادۂ باریک خیالی۔
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان بر آمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔
از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گزرانید[1] چون طائفۂ مغلیہ را از انجا بر آوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔
مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[1] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والامرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔
سہیلِ طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

در ہوائے عشق پرورد دلِ دیوانہ را | چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود | کوزۂ نو یکدو روزے سرد سازد آب را
نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش | تو برق تازیِ این نے سوار را دریاب
در خور خرج بود دخل زدیوانِ قضا | نرود تا نفسے کے نفسے می آید

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنرمی بست — کہ پنبہ بسرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی۔ میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است۔ ودام نہ فراوان غزال۔ فرع شجرۂ سیادت است۔ وصاحب انواع حیثیت۔

از صفاہان بہ ہند خرامید وپنجم ربیع الاول سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت وقصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید۔ ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد۔ مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل وکرم — بر برسایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید:- روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت۔ میر صیدی از بام سرراہ ببانگ بلند مطلعِ خود برخواندہ ؎[1]

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش — تانکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید۔ وپنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود۔

دیوان صیدی بمطالعہ در آمد۔ قصاید در مدح صاحبقران شاہ جہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ۔ در صعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیمِ جان در وصد جا زیادہ — شود از یاد بوی گل پیادہ

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست — بزور خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

درعشق ہرکہ ہست مہیای جنگ ماست — بر روی ماکسیکہ نہ استاد رنگ ماست

ماکہ باشیم کہ در بزم تو داخل باشیم — دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہرکہ خواہد نظرِ بد بہ جمالِ تو کند — آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۶۰۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

تنها نگشته بے تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیّاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم زبے مہری او نیست که یکچند نہال | سایۂ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نہالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ ہم مقام خوش است | تغافلِ نگه آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذر خواه شُد
صورتِ دیوار ہم در عالمِ خود زنده است | ہر کسے را جامۂ ہستی برنگے داده اند
مرد بے برگ و نوا را سبک از جائے مگیر | کوزه بید سته چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچۂ که بگلشن شگفته باشد فرد | ز گلرخان بتو دارد نظر بہار امروز
نقص عشق است که از خار بنالد بلبل | نسبتِ ہر چه به گلزار رسد گل باشد
چشمت ہنوز از صفِ مژگان بقتلِ عام | سان در زمینِ آینه بیند سپاه را
ہر چه می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد | که مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماہر۔ میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاہزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت و چندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاه جہانی بسر برد۔

آخر کار ہمه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمرو قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ:۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما

"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ودم

"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ باشوہر مردہ برائے

"سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچو بہا سرش را شکستہ

"بسوزانند[1]۔ فقر باستقلال داشت و نازندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طاب ثراہٗ ربط عجبی اتفاق اُفتادہ بود و موافقتے کہ بالا تر از ان متصوّر نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد۔ گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ از ان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرو خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند — غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد ست ؎

بذاتِ او صفاتِ کردگار است — کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

[1] تتائج الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

امادر کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور هم هست - توارد اُفتاده باشد

ماهر در مثنوی گوید در نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ؎

گرچه آورد پیش ازین عیسےٰ ‌ ‌ مردۂ را دوباره در دُنیا

ازرهِ معجز آن جهانِ کرم ‌ ‌ عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونه دیدنِ رویت هوس کند ‌ ‌ نظاره برچراغ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ زحسن سخن است ‌ ‌ انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبدالرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرائے شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بهم رسانده و جلو اندیشه را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمه اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استر آبادی - و در مدح شاه صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبۂ حاجات ‌ ‌ خاصه یارانِ عافیت جو را

هر که شد مستطیعِ فضل و ہنر ‌ ‌ رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا ‌ ‌ می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

کرا دماغ که از کوی یار برخیزد ‌ ‌ نشسته ایم که از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مهربانیِ تو ‌ ‌ چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل، فرہاد زان خوشتر | کہ دادِ دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر

سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین | تا بدانی کہ چہ در زیرِ سرِ مردان است

ہر ارج کند ار باغبان باین نرسد | کہ وقفِ مشہدِ بلبل کند گلستان را

قسمتِ ما زین چمن بارِ تعلّق بود و بس | سرورا نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

دریاب این اشارہ کہ شاہانِ نامجو | نامِ بلند خود بہ نگینی سپردہ اند

ہر کس کہ زخم کاریِ ما را نظارہ کرد | تا حشر دست و بازوی او را دعا کند

بیک زخمِ دگر جانِ مرا در اضطراب افگند | نمی دانم چہ سان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی۔ مُلّا علی رضا اردکانی

از کداخدازادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد ازان کہ قدم درمرحلۂ سنِ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ ونزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رسانید۔ آنگاہ عازم کشورِ ہند گردید۔ علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری و خطاب امیرالامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت۔ مقدمِ او را گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود۔ و رعایتِ فراوان بعمل آورد۔ و ہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند۔

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد۔ و ازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ و در شہور سنہ اثنتین و سبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔

و در سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی او را بہ درگاہ

طلب کرد۔ وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ وبر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ بمنزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل وقصائد دارد۔ ومثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب ادیوانش بنظر درآمد واین چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای برودوشم | لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش | تاتوانی بوی گل گردید خاروخس مباش
خواہم چو بھلہ باتو دمی ہمرہی کنم | دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیاکہ بنتو بہ چشم نظارہ زندانی است | نگہ بدیدہ چو نگار در سلیمانی است
ہرچہ آید در نظرِ آئینہ دارِ ناز اوست | کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است | آنچہ باز نبور می ماند ہمین نیشش است وبس

(۶۳) اشرف مُلّا محمّد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمّد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ وشاعرِ والاقدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا در جیب ودامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ وبہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ وبہ تعلیم زیب النسّاء بیگم دختر پادشاہ مقرر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد۔ آخر حُبّ الوطن مستولی گشت۔ وقصیدہ در مدح زیبُ النسّا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجامی گوید ؎

یکبارہ از وطن نتوان برگرفت دِل | در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند　　گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفهان　　دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندھار

و در سنه ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) به اصفهان معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب ہند کشید و در عظیم آباد پٹنه باشہزادہ عظیم الشّان بن شاه عالم بن خلد مکان که در آخر عہد جد خود بنظم آن صوبه می پرداخت۔ بسر می بُرد۔ شہزاده خیلی طرف مراعات او نگاه مے داشت۔ و بنابر کبر سنِ در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود۔

ملّا در پایان عمر ارادۂ بیت اللّٰه کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جہاز نشسته عازم مقصود شود۔ امّا در شہر مونگیر از نوابع پٹنه سزاول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ ملّا در آنجا مشہور است۔

اولاد او در بنگاله می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر ملّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فرا گرفته شد ؎

تا سینۂ ما نیست رسا ناوکِ نازت　　کوته نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است　　یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است
زان دل از کشمکشِ ہند پریشان ماند است　　که ز ہر روپیه ده ماشه بما خوابا نداست
تہمت چو بدر شود با دلم چه خواہد کرد　　ہلالِ یک شبۂ ابروت کتانم سوخت

دیوان ملّا محمد سعید اشرف بمطالعه در آمد۔ انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه وغیرہا دارد۔ و ہمه جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستارے را برائے ملّا فرستاد که در خدمتِ خود نگاه دارد۔ ملّا نا محظوظ شد و قطعه طویلے در مذمت پرستار نظم کرده به زیب النسا بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدردانشور شناسا نور چشم عالما ای که هرگز قدرت هم حیثیت حوراند اشت

درین قطعه آیه کریمه قاب قوسین او ادنی را جائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خدا او اندر جزای این بی ادبی بچه عقوبت گرفتار خواهد گشت - ازینجا ست که حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است طفلے که خوش محاوره اُفتد نماندنی است

سبحه گردانی به هنگام پریشانی کند عاقل از بیمایگی دولاب گردانی کند

از غم افلاس او قاتم به بیهوشی گزشت چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز هند آرزو بے روزگاران را تمام روز باشد حسرتِ شب روزه داران را

حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد که چون فصلِ زمستان شد نفسها دود می گردد

مهر خود را از تو ای بے مهر کے خواهم برید تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید

بدُنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد هوا چون در میانِ مشک آید سخت می گردد

نشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین بلند ساخته پا در برابرِ خود را

کنی اگر رهِ باریک آدمیت سر منه زکف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگذار کشتیِ دریا کشان را لنگرے درکار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است حسن بیهودهٔ آن آبله رو هم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش همچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت

کاهلان را جز لکد کوبِ حوادث چاره نیست می کند مالیدگی سستیِ اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیا نیست زینت در لباس جامهٔ تصویر از روغن مصفا تر شود

در جوانی روشِ حالتِ پیری دارم — چون گلِ زرد بہارم بخزان می ماند

ہمچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد — عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند

جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آمد — فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود

رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب — آب را چندانکہ جوشانند کمتر مے شود

جمالِ نازنینِ نو خطم مانند مرقع را — کہ خطش در کمالِ خوبی و تصویر ہم دارد

نقرہ چون انگشتری گردید می پیچد بلعل — می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر

مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود — موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز

کار خود کن راست چون فوّارہ بے امدادِ غیر — خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش

طفل صاحب حُسن را در خانہ بودن بہتر است — اشکِ رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش

چو برگِ لالہ نشینند گر دہم عشّاق — بحصّہ کردنِ داغِ تو در میانۂ خویش

چو نورِ چشمِ ضعیف از نظارۂ عینک — شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع

دردِ سرِ بیمار را بسیار دادن خوب نیست — از نگاہِ ناتوانِ او بچشمک ساختم

ہمچو چشمی دردناکے کز فروغ آید بہم — کلبہ ام تاریک گردد از چراغِ دیگران

کامِ شیرین نکنم از قیِ زنبورِ عسل — سربزرگی نتوان کرد ز شانِ دگرے

بوقتِ عرضِ مطلب قفلِ خاموشی بلب دارم — چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم میرزا سعد الدین محمد مشہدی

راقم نقوش غریبہ و ناظم جواہر عجیبہ است۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ راقم گفتہ است — تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعد الدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشهدی شاه جهانی معزز و محترم بسر می بُرد۔
آخر بدار السلطنت صفاهان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔
شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے بااو بسر بُرد
دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیده بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوه می نماید ؎

همیشه بست وکشادِ من از هنر باشد　　کلید وقفلِ صدف هردو از گهر باشد
گره ز ناخنِ تدبیر کی کشاده شود　　که از کلیدِ غلط بستگی زیاده شود
بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا　　توشۂ ره قدمے چند که برداشته ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دقت آفرین۔ وگلدسته بندِ خیالات رنگین است۔ از عنفوانِ شعور زلفِ سخن راشانه کشید۔ وچهرۂ عرائس معانی را غازۂ تازه مالید۔
دراصل صراف پسرے است از بخارا۔ همانجا نشوونما یافت۔ وبنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکته سنجے رائج ساخت
وقتے اُوزبکے اورا رنجانید۔[1] دکّان را برهم زده ترکِ وطن گفت ورختِ تجرد به مشهد مقدس کشید وناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویه منوّر ساخت وصحبت او با میرزا سعد الدّین وزیر ممالک خراسان برآمد وسالها بااو بسر بُرد۔ وقصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ دریکے از قصائد می گوید ؎
ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین　　که سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[1] نتائج الافکار صفحه ۲۴۲ مطبوعه مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاضِ شعر و سوادِ خطِ ترا نازم	کہ بہ ز شامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا اسعد الدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزردہ شد۔ و با حضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتنا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خواندے

مِنتِ اکسیر مارا زندہ زیرِ خاک کرد	از طلا گشتن پشیمانیم مارا مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمد درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب اصفہان کشید و بقیہ عمر در دار الامانِ اِنزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبد الباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت او می رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ او را بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا او را دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدانِ عیارِ سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش اتفاق اُفتاد[1] و این چند بیت در سلک تحریر درآمدے

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد	کہ از وحشت بشام دیدۂ آہو حنا بندد
در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ اُمید است	گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است
از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن	چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن
نفس از بدن رہے سوی آن آشنانہ یافت	بوکرد خاک سگ رہے بخانہ یافت
خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا	نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا
نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران	خطر از زنگ می بیرون ز دنہا نیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کُتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود۔ ست۔

یکمشت استخوان شدم ازبس گرفته است — چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا

وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد — چون حنای سر ناخن شده ام پا به رکاب

دیده وادیده بود مایهٔ سرگردانی — گردش عید مرا سنگ فلاخن کرده است

ماتم و شور جهان دست بهم داده اند — خندهٔ مینائے مے گریهٔ مستانه است

هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی — پیش صاحب نظران آینه خشت لحد است

می توان دادن ازان کنج دهن کام مرا — آرزویم گرچه بسیار است از کم بیش نیست

غنیمت است جوانی که موسفید شدن — بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست

عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش — شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد

هستی جاوید باشد ماتم خود داشتن — خضر پیراهن برنگ خویش آبی می کند

خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم — که دستش سبحه از تخم گل رنگ حنا دارد

بود کوچک دلے سرمایهٔ عزت بزرگان را — اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد

قیمت گوهرم افزون زنگ می گردد — گردش چشم خریدار کند غلطانم

سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد — که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم

طمع در مذهب آزاد مردان کفر می باشد — چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم

بمردن هم نیفتد از بلندی رتبهٔ نامم — برنگ مردهٔ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد — عیبش مکن ارچه خودپسندی دارد

ازبس گروی فتاده ایجاد زمین — هرکس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

در عنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و به تحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو بہ ہندوستان آورد۔ و مدتے درین دیار بسر برد و در دار الخلافت شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظہ در آمد۔ و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید ؎

می طپید دل در برم از شوخیِ سیّارۂ	چشم داغم می برد می آید آتش پارۂ
لب خموش و شکوہ در دل چارۂ ما کردنی است	مانند در منزل کلید و قفل در واکردنی است
می شود ہر چند نیکو یار بدخو می شود	ناز چون بر خویش بالد چینِ ابرو می شود
رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد	دو جہان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد
خامۂ بوقلمون در کفِ اندیشہ گداخت	رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد
قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل	دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد
رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را	کہ مانندِ نگاہ از خانۂ خود فرد بر خیزد
چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد	از دیدن تو آئینہ را خواب می برد
فسردہ دل ہمہ شب داغہای من شمرد	چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند
باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش	برائی ماہی تصویر فکر دام نماند
کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید	بر کمانِ تو چرا منتِ تیر کش باشد
بے مشقت نبود قطعِ تعلق قاسم	رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد
اگر از حق پرستانی۔ متاب از خلق روی دل	کہ شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد
بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم	مژہ موئے ست کہ از داغ جدا می گردد
طفل بے پروا آمیزش نمی داند کہ چیست	می کند کم خانۂ آئینہ تمثالش ہنوز
خدا داند کہ سر از دیدہ یا از دل برون آرد	ز مژگان شوخ تر خاری کہ من در پای خود دارم
درین چمن ثمرِ نخلہاے بیوندم	فتادہ است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من
باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی	صافیِ آئینہ بیکار کند سوہان را

رتبۂ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس	خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید	آب کے بیرون تراود از فشارِ آئینہ را

(۶۷) طغرا - مُلّا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد - طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب - جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید - و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید - و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت - آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت - و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید

طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن	ز بہر دادنِ سر پائے خویش قائم کن
کج نیابد کارم دل بے اتفاقِ راستان	تا بلقر بانت شود با تیر مے سازد کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن	بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگر چو آینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم	بسوی دوست نگر - سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند	نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے	بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت	نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کافتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید	از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می اُفتاد از طغرا در ایامِ شباب	پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ	چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسه فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید — تا توانی همچو گل یک فصل خندان زیستن

شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان — از دودِ آه سرمهٔ چشمِ ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطهٔ کاشان است۔ قیاسِ صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازه۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیرِ تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالة الوقت فراگرفته شد ؎

گر ز بیجا دلم از طرّهٔ جانانه جدا — دستِ مشاطه الٰہی شود از شانه جدا

نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا — دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا

چه لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن — نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن

چگونه خواجه باسیم سخا علم گردد — که چون سوال کنی حاتمِ اصم گردد

ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم — چون کارِ ما بحرف رسد گریه سر کنیم

این خوارئے که بر سرِ کوئی تو می کشیم — هرگز نشد که نقل بجای دِگر کنیم

قدرت بیجا نشد مشهور در عالم به رعنائی — تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را

ز عصیان لب گزیدن در جوانیها نمک دارد — ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دندانها

چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن — تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانه را

بدستِ غیر وادی ساعدِ چون نقرهٔ خامت — بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها

هست تا محشر بپای بیگناهے یک قدم — امن بودن می کند نزدیک راهِ دور را

حدِّ هر ابله بدستور یست در قانونِ عقل — چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را

نمود نام نکوئی تو عالمے تسخیر — اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام | ہر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است
بیگانہ وار می گذری از سواد چشم | ای نور دیدہ حبّ وطن در دلِ تو نیست
حالتم باد انۂ تسبیح در ذکرش یکی است | ہر کہ نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۶۹) موسوی[1] - موسوی خان میرزا معز الدین محمد

از اجلۂ سادات قم - و چراغ دودمان امام ہفتم است - و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشہدی کہ سر آمد علمائے مشہد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخرا برہم زدہ - بدار السلطنت صفاہان شتافت و دہ سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیدہ خود را باقصی حدود کمال رسانید -

و در سنہ اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی موردِ الطاف ساخت - و بتزویج صبیۂ شاہ نواز خان صفوی و سِلف ساختن با خود فرقِ عزتش برا فراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد - پٹنہ مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شایستہ خان برنیامد - چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتۂ سِلفیتِ پادشاہ و علاوہ فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرو دنمی آورد - آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع پادشاہ رسید - میر حضور طلب شد -

[1] مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ع -

و در سنہ تسع وتسعین والف (۱۰۹۹) بخطاب موسیٰ خان و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت۔ سال تولدمیر سنہ خمسین والف (۱۰۵۰) است و سال انتقال کہ در تولار دکن اتفاق اُفتاد - سنہ احدی و مأتہ والف (۱۱۰۱) است۔

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - وخطاب خانی ہمبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحہ ازان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد — این شیشۂ مَی غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی در جہان غیر از مَیِ نابم — اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم

نو توبہ ایم کہنہ شرابے بجام کن — ساقی عیار ناقصِ مارا تمام کُن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئے — چراغے نذر این بتخانہ آوردا ست ہندوئے

چہ خوش باشد کہ بکشایم بروئیش چشم گریانی — کشم در رشتۂ نظّارۂ مروارید غلطانی

نظر بر گریۂ مستانہ ام گردش مے کردی — شرابِ جلوۂ در ساغرِ آغوش مے کردی

تیرہ روزم بپستیِ اقبال معمارِ من است — چون نگین روی زمین سرکوب دیوارِ من است

شراب با گلِ مہتاب نشہ بیش دہد — لبش ز خندۂ دندان نما ربود مرا

با ہیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد — شمشیر نگاہِ تو مگر کار فرنگ است

اینکہ از بے سخنی گشت مرا چیزی نیست — زندہ ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظار تو — کوتاہیئے کہ بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع — ہنر ہر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چہرہ گشتن صرفۂ فطرت — کہ کہسار از جوابِ ہیچ کس ملزم نمی گردد

مژدۂ زخم نوی گر بہ شہیدان ندہند — بچہ اُمید سر از خوابِ عدم بر دارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری | غزالان را سراغِ خانۂ صیّاد می دادم
ہمّتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت | گر سیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر | چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ۔ میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور۔ نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند۔ سرہند زبان زدِ خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قرابانعِ غزنی در تصرّف داشت۔ حکم شد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است۔ می نوشتہ باشند۔

راسخ سیدو الانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد۔ معانیٔ تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[1]۔

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت۔

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآئتہ والف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است۔

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاج بسم اللہ بائۂ بو تراب | کج کلاہیہا نکردے بر سرِ اُمّ الکتاب
باد از شامِ غم بزم خموشان کردیم | مُشتے از سرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر ببالائے جنون تنگ آمد | آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[1] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع درآمدہ است۔

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدانِ معنی گستری۔ ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته۔ و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته۔ سرخوش گوید؎

در ملکِ سخن بود جهانگیر علی　　در مشربِ دل ولی علی۔ پیر علی

با شعرِ علی نمی رسد شعر کسے　　زانسان که خطِ کس بخطِ میر علی

گلِ وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست۔ چاشنی گیر مشرب بلند بود۔ و متمسک سلسلۂ علیۂ نقشبند۔ استفادہ از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس اللہ اسرارہا نمودہ۔ و در مثنوی زبان بہ مدح حضرت شیخ کشودہ کہ؎

چراغِ ہفت کشور خواجہ معصوم　　منور از فروغش ہند تا رُوم

رَدا از ماہتابِ شرع بر دوش　　چو صبح از پاکیِ باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سهرند است۔ ابتداء حال با میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی چون جوہر شمشیر ملازم بود۔ چون سیف خان را حکومت الہ آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گشت۔ در رفاقت او بگلگشت الہ آباد خرامید۔ و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازہ کرد۔

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی۔ سفیدونی متخلص بہ والا است۔ در عہد خلد مکان سنہ تسع وسبعین و الف (۱۰۷۹) بہ صوبہ داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت۔ بعد چندے بعلتے گوشۂ انزوا گرفت و در سنہ ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصہ و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد۔ و پس ازان بنظم صوبہ الہ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت۔ و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سہرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان
او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔
"راگ درپن[1]" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔
بعد از گذشتنِ سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند
بہ بیجاپور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذوالفقارے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار	نام تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[2]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔
و چون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مأتہ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے
معدود دران نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح
او می پرداز د ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید	نوبتِ جامِ حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جامِ او	از زمین تا آسمان در دامِ او
جامِ او خورشید ربانی بود	انجمن افروز سبحانی بود
گر جمالِ او براند از رُو نقاب	روزنِ ہر خانہ گردد آفتاب

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

درجلالش برکشد تیغ از نیام　　غیر او باقی نماند والسلام

شاہ حمید مجذوب

واین شاہ حمید مجذوبے بود درچنجی۔ بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات برمرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد۔

واز ممدوحانِ ناصر علی شاہ عادل پسر خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان است۔ شریف خان از سرافرازکردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت۔ گویند شاہ عادل ترک دُنیا کردہ بود۔ و دامن دولت فقر بدست آوردہ۔ ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردۂ استاد قدیم　　کہ بود نقطۂ سہو القلم فکرِ حکیم

وبا غضنفر خان ربط کلی داشت۔ واین غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت گنجی می پرداخت۔ گنجی شہریست مشہور بر مسافت دوازدہ کروہ از ارکات ویکے از معابدِ سبعۂ ہنود است۔ در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما　　بشنود گر کوہ آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در شاہجہان آباد بے نیازمندانہ می گزرانید۔ وہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مأتہ و الف (۱۱۰۸) بجنۃ الماوی خرامید۔ عمرش قریب شصت سال و قبرش درحوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ۔

سید جعفر روحی رنبیرپوری نقل می کرد کہ روزے باجمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم وباہم صحبت داشتیم۔ یارے روبقبر شیخ ناصر علی آوردہ گفت۔ بارے آن قولِ شما چہ شد کہ ؎

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغانِ ما　　خُم شکست اما نمی ریزد مِی جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است کہ برقص درآمدہ۔ یاران تحسین کردند۔

صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بحز بر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راهِ اوست | آنجا که سُرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست
بس بود یک جنبشِ ابروے تیغ قاتلم | می توان از سایۂ شمشیر کردن بسملم
گو ارانیست عشقت طبع نا پرہیزگاران را | چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را
دوش یک لحظہ بخواب آئنۂ یار شدم | طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم
خوی نازک بدلِ من چه ستمہا که نه کرد | شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد
قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد | دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامۂ بیان را
خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست | در تہِ پیرہن از خویش چو تصویر برآ
درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا ہرگز | چو ماہی شد زبانم آب از شرمِ شکایتہا
ما و تو ای پری وش در کیش ہم تمامیم | گر از تو بہتری نیست از ما بتر نباشد
آشیان گم کردۂ چون من گرفتارش مباد | سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
انتقامِ داد خواہانِ قیامت شد تمام | می فشاند چشمِ قاتل سرمه بر سوزم ہنوز
ز معنیہای بغیش سیر نتوان ساختن دل را | بود گر صد پری در شیشه باشد ہمچنان خالی
چشم بر بند اگرے طلبی رزق حلال | مُرغ بسمل خورشِ باز نظر دوخته است
بود دنیا و دین پشت و رُخ آئینۂ ہستی | بزرگ آید وجودِ خویشتن در چشم شاہان را
نشاطِ این جہان ہر چند کمتر سیر حاصل تر | بطفلان عید روزِ جمعه آہے بود وافسوسے
خشمِ اہلِ کرم از لطفِ بخیلان بہتر | تشنه را آتشِ یاقوت به از آب بقاست
کلاه سلطنتِ خسروان شکست نداشت | نمی زدند اگر پشتِ پا فقیرانش
سرمه آه از درای کاروانِ وحشت است | ناقۂ ما بسته از چشمِ غزالان زنگہا

(۷۲) وحید میرزا محمد طاہر قزوینی

یگانۂ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از ہمعصران می برد -

الحق در ایجاد مضامین تازه و ابداع مدّعا مثل بے نظیر اُفتاده و آن قدر دوشیزگانِ معانی کہ از صلب طبیعتش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم داده - میر صیدی طہرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشمِ کمال میرزا طاہر وحیدِ من است

ونیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید فرصتش باد کہ سرخیلِ ہنر کوشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی شاہ عباس ثانی صفوی کہ در سنہ اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد - مامور بود - وبنا بر فرط سلیقہ اعتماد الدّولہ سارو تقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت - و چون اعتماد الدّولہ بقتل رسید و منصب وزارت بر سیّد علاو الدّین مشہور بہ خلیفہ سلطان قرار یافت - میرزا طاہر را عہدۂ پیشدستی بحال ماند - ورفتہ رفتہ بہ مجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سر بلند گردید -

و در عہد شاہ سلیمان کہ در سنہ سبع وسبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاہ دران کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخر الامر بوالا پایۂ وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عہد سلطان حسین میرزا کہ در سنہ خمس و مأتہ و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید - تا آنکہ از کدورتِ ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکدہ بعالم دیگر بربست -

دو مثنوی دارد - یکے مقابل مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہست نہالے ز ریاضِ قدیم

و دیگرے ناز و نیاز، مطلعش این است ؎

خدایا سینۂ بے سوز دارم | دلے ہمچون چراغِ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاہ عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانہ | کہ چون شانِ عسل پر شد ز خانہ

دیوانِ غزل قریب نسّی ہزار بیت از و بنظر در آمد۔ تا کجا کسے بنظر تامّل ملاحظہ کند۔ بمطالعۂ سرسری چند بیت برچیدہ شد ؎

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد | عکس خورشید ز آئینۂ بدیوار اُفتاد

مرا ز صحبتِ جاہل چہ باک مے باشد | کہ در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در مہر می کوشم | ز آبِ سردِ دائم چون سفالِ گرم می جوشم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد | جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف | آتشِ سوزان بہ از آب است خشتِ خام را

دزد وقتِ ساعت آخر خود بخود رُسوا شود | یافتم از نالہ در زلفش دلِ دزدیدہ را

سیم و زرِ دنیا پرستان را منافق می کند | پشت و رو باشد یکے آئینۂ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی کہ چیست | آنچہ روزِ اول از ما بردۂ آن را بدہ

چارۂ نبود شکستِ توبہ را جز انفعال | از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را

آگہ کسے از ناخوشیِ زادۂ خود نیست | از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوۂ رسیدہ زدن سنگ ابلہی است | زنہار از سوال مرنجان کریم را

دائم برہنہ ہمچو قلم راہ مے رود | باشد اگرچہ کفشِ طلا تیرہ بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم | ہر چند کہ شوید عرقِ شرم تو خوانا ست

در اثر پیش است سالک گر بظاہر در قفاست | نقشِ پای اسپ ہموار است پیش از جا دست

مرا بہ ریختنِ خونِ خود مضایقہ نیست | کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت

چون نمیرم یار می گوید بعاشق می کشد | من نہ تنہا عاشقم سر دو ست خود ہم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را | که از زندان زبان را زندگانی بیشتر باشد
بشاهان می رسد از زیردستان فیض پنهانی | بنای خانہ را از خشتِ زیرین محکمی باشد
اگر خواہی ز عمرِ خود حلاوت تن بسختی ده | ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد
چو دولت یافتی خوبی بدست فرمان روا گردد | که در وقتِ سواری دست چپ صاحب عنان باشد
بزرپاشی بود مشہور خورشیدِ جہان امّا | زرِ پاشیدہ را پیوستہ در دامانِ خود دارد
تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد | کہ چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد
عیب خود نسبت بعاجز می دہد فرمان روا | بار چون افتد مکاری چوب بر اشتر زند
گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام | از تغافل ہمّتم خون در دلِ فرصت کند
در وصل دلم وا نشود بسکہ ضعیفم | از رشتۂ باریک گرہ دیر کشاید
توان کردن بنرمی کارہاے سخت گیران را | کہ از قفل آنچہ می آید ز مہرِ موم می آید
بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد | کہ چون باریسمان آویخت ابریشیم نمازی شد
با اعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر | زربفت باش و پارۂ دلقِ فقیر باش
غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند | کہ باز گشت نباشد فتادہ را از بام
نیایم در شمار امّا بسانِ رشتۂ گوہر | در شتان را بنرمی آشنای یکد گر سازم
شاعران جان از برای شعر فہمان می کنند | دخترِ ہر کس وجیہ افتاد مفت شوہر است

دریں شعر طرفہ مضمونے واقع شدہ۔ امثال این مضمون ہر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری کہ خود را بکہ تشبیہ می دہد و می گوید ؎

بخونِ من شدہ مژگانِ او حریص چنان | کہ شیعیانِ حسین علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی کہ خود را درچہ محل فرود می آرد ؎

بزیرِ بارِ تو سعدی چو خر بگِل درماند | دلت نسوخت کہ بیچارہ زیر بارِ من است

وعرفی شیرازی که دہانِ خود را بچہ می آلاید

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند   خونِ حیضِ دخترِ رز جو شد از لبہاے من

و مُلّا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کند

تا چند بوالفضول زند لاف دوستی   دادِ ادب دہید و ملک را کلنگ[1] زنید

و نعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زند

بیا کہ شیشۂ می در عہدِ محمدؐ جام شد است   ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شد است

(۷۳) عالی میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولّد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت و کسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت مُلّا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدر آباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمتِ خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است

[1] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی | گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حسابِ تاریخ | شد فتح بجنگ حیدر آباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ والف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فِتَن بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ ماموُر گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند وقلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی وعشرین و مآتہ والف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[۱]۔

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[۲] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمےٰ بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[۱] در دائرہ میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۶ھ)
[۲] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچہ دیوان خود می نگارد کہ :-

"در بدایت حال بہ مناسبت شغل طبابت کہ سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم۔ آخر تصحیف بحکمِ اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودۂ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردید۔

نخواہد کرد ترکِ بُت پرستیہا دلِ زارم　　کہ چون سنگِ سلیمانی ست مادر زاد زُنّارم

موجِ آبی چو رسد دانہ ثمر ساز شود　　ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود

می کند باز این دلِ شوریدہ آزارِ خودش　　من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش

نگذارد بحرف گریہ مرا　　کاغذِ آب دیدہ را مانم

رشتۂ حیاتم را ہمچو رشتۂ تسبیح　　صد گرہ بکار اُفتاد تا بیار پیوستم

نقشِ پائی او بہر گامے کند جان در تنم　　خاکِ راہِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است

یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود　　کے رود از یاد کس چیزیکہ از بر می کنند

گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام　　باری ازین قرار بہ بینیم چہ می شود

دین و دلے کہ داشتم از دستِ من کشید　　در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست

دریا دلی کن و ز کدو پوچتر مباش　　خواہد ہمیشہ مرتبۂ آشنا بلند

سبزِ باغی کہ بود بیتو کم از ماتم نیست　　می کند سایۂ ہر نخل سیہ پوش مرا

کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد　　رو بپائین می کشد قد ہمچو باران دانہ ام

بہ بزمِ وصلِ او کاش اینقدر ہم می شدم محرم　　کہ چون آئینہ حرفی از پسِ دیوار می گفتم

کوکبِ سوختہ میکرد گر اندک مددے　　ہمچو آتش بہ دلِ سنگ تو جا می گردم

بجای نامۂ شمعِ روشنی دادیم قاصد را　　کہ طومار یست شرحِ سوز و پیغامِ زبانی ہم

از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم　　از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان راہمہ سرگشتگی از دستِ خود است | حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را
خود ناتوان ولے ہنرآموز مردم اند | پیران قد خمیدہ کمانِ کبادہ اند
حرفِ بجاز کس نشنیدم ز اہل ہند | غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۴۷) خالص۔ سیّد حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کردہ در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پتنہ وخطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ وثروت عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود وجواہر واقمشہ با خود می برد۔ خدایار خان[1] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہرچند مبالغہ کرد کہ بیشتر نباید رفت۔ و از ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد وسر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کردہ در حویلی خود فرود آورد۔ خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خدا باد طلبید۔ وکسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ و این حادثہ در سنہ اثنین وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

---

[1] مآثر الامراء جلد ا صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدایار خان۔

تاریخ یافته اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔صاف گوست۔تلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم
رشتۂ تسبیح زد گوئے کہ ما مے خواستیم

بسائل آنچہ برآید ترا از دست بدہ
نگاہدار زبان را و ہرچہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است
سپند آتشِ مَی شو چہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است
روز چون شب می شود آئینہ فرد باطل است

نیست تقصیرِ کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم
از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتادہ ایم

حق القدم گرفت گہرہاے نیم و
پایِ کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما

تو تا از دیدہ رفتی ما نمی بینیم خود را ہم
جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را

تا نخوانند مشو سبز بھر انجمنے
کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را

یکو پیش قاصدی میرفت بیدردان زنادانی
ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ نازکے
دیدہ گر برہم گذارد بازمے بیند مرا

ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر
در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است

بارِ خستی کہ لازمِ ارباب دولت است
دُشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست
از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے
یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمّتِ ہرکس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست
آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود

لُطفِ حق را کرد برما ظلمتِ عصیان غضب
آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد
چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد
ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُناغی راکہ با اغیار من دلخواہ می بندی — اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم

کار نظارہ بعینک چو نشد چشم بپوش — سر پیرت کہ دگر شیشہ بخود بند مکن

(۷۵) باذل رفیع خان مشہدی[1]

نسبش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد۔ و عمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سربلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

و عم دیگرش میرزا جعفر سروقد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسران میرزا جعفر سروقد بہ ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست و عشرین و مأتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را — ہر پارۂ این آئینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانساماں شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد و ہمانجا در سنہ تسع و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۹) درگذشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ و قبرش در محمود پورۂ برہان پور است۔

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولد رفیع خان باذل دارالخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۳) اتفاق اُفتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ وبہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہرِ زواہر بندل وانثا می نماید۔ حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش درنگین صفحہ می نشیند ؎

ید بیضا بزرگ داری کند نورِ محمد را	نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را
بہ بہن درنام اوگنجیدنِ میمِ مشدّد را	کمر درکارِ اُمّت تنگ بستن اینچنین باید
ہر گرہٖ کہ بود گرہ در گلوے ما	امشب چو شمع ریخت زہر تار موے ما
بر دوش مے کشند نکویاں سبوی ما	مامستِ جامِ غبغب و میناے گردنیم

(۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن سازِ افسون طراز است۔ پدرش از مردم پرِ شگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز۔

مؤلد و منشأ شفیعا شیراز است۔ در خوردسالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان ہم رفتہ۔ با مستعدانِ آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ اورا دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہر گاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین ومآتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتۂ طولِ امل تار و جهان طنبور است | چه قدر بر سرِ این کاسۂ خالی شور است
زآبِ گلستان آموخت شو قم جانفشانی را | بپائی نو نهالان صرف کردم زندگانی را
خط کرد ظاهر آن دهنِ غنچه رنگ را | درکار بود حاشیه این متنِ تنگ را
زخلوت خانۂ خود گوشۂ درویش محزون را | چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را
بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است | سنگ کم وزدِ ترازو را نگبینِ دولت است
چون آن شعرے که اندازند کج طبعان به تقطیعش | زموزونی جُدائی بود حاصل عضو عضوم را
دوستان را کسوتِ تجریدے پوشد خدا | شاه می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیده را
نسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا | زانگشتِ شهادت دست کوتاه است خاتم را
آتشِ آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم | امانتدار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش۔ محمد افضل

ازمردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود- می فروش مصطبۂ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی- عمرها در کوچۂ شاعری شتافت- و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت- چنانچه از "کلمات الشعرا"[۱] که تالیف او ست سمت وضوح می یابد-

شاگرد محمد علی ماهر و موسوی خان فطرت است و از یاران شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

باشعر علی نے رسد شعر کسے | زان سان که خطِ کس بخط میر علی

---

[۱] نسخ متعدده از کلمات الشعراء در کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن موجود است و یکے از آنها نسخۂ کتب خانه سراج الدین علی خان آرزو ست که بسیار خوشخط است و اشاعت کننده این کتاب (محمد عبد اللہ خان) عزم بالجزم دارد که این نسخۂ گرانمایه را بطبع رسانیده اشاعت دهد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد-

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست - فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود -

بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد　　پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد

اواخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت -

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شُد - عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مائتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جام[۱] کلامش بگردش می آید ؎

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد　　سرت چون گرد داز مستی جہان گرد سرگردد

نظرے بر گلِ شبنم زدہ اُفتاد مرا　　آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص اُفتد دست بردار از کمال　　ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است　　از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است

ز دست و پا زدنِ بسملِ تو دانستم　　کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست　　گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ　　شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است

ہموار ز کس نہ بیند آزار　　نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر - التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفتر سلاطین صفویہ بود - مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[۱] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ -

به دکن رسیدند۔ و با **مخلص خان** ربطی بهم رسانیده بتوجّه او ملازمت پادشاه حاصل کردند۔ و بمنصبی کامیاب گشتند

نخستین بخطاب **التفات خان** و دومین بخطاب **ملتفت خان** مورد التفات گردید۔

التفات خان درعصر **خلد مکان** فوجدار بیر از مضافات **اورنگ آباد** بود۔ و در عهد **شاه عالم** فوجدار گودر از توابع **گجرات احمد آباد** شد و در زمان **محمد فرخ سیر** به فوجداری **ماندو** و **مندسور** از ملحقات صوبۂ **مالوا** می پرداخت۔

چون امیر الامرا **سید حسین علی خان** بدکن رسید۔ خود را بخدمت امیر الامرا رسانید۔ و مشمول الطاف گردید۔

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجّه دار الخلافه **شاهجهان آباد** گشت و در نواحی **کهرگون** رسیده در سنه تسع و عشرین و مآئه و الف (۱۱۲۹) بردست قطاع الطریق رشتۂ حیاتش انقطاع یافت۔

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت۔ و بمثابۂ قدرت داشت که سه کاتب درحضور او با اسباب کتابت می نشستند۔ هرسه را عبارت خود می فرمود۔ و فقرۂ لاحق برائی هرکدام بے تامّل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد۔ و باوصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود۔

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را　　به بند از موی چینی تار قانونِ فغانم را

شهیدِ بیکسم پوشیده ام بعد از فنایِ خود　　برنگِ مردۂ فیروزه نیلی در عزاے خود

شهرتِ حسن تو شد از کشتۂ دیدار تو　　از نسیم بالِ بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار۔ میرزا ابو تراب

پسر **التفات خان**۔ خوش ذهن بود۔ و شعر خوب می گفت۔

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار بایں رباعی جواب ادا کردہ

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر   شیرین و لطیف ہمچو شیر و شکر

صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار   امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمانِ امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوہ و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمانِ جلوسِ شاہ جہان بوالاپایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد ما مور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاہ او را مجاز کرد کہ حکومتِ ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او با شاہ شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آں عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوہ بحکومت صوبۂ اودھ ما مور گشت و در ہمان سال ازین دارِ ملال درگزشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان ما مور گردید۔ و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

لہ مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

و در عصر شاہ عالم بہ منصب چہار ہزاری امتیاز یافت - و در عہد محمد فرخ سیر سنہ ثمان و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد-

دیوان واضح بنظر در آمد - چند غزل بخط واضح برہوامش این نسخہ ثبت بود - قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد-

این چند گل ازان چمن چیدہ شد

عارف از وپُر است ولی او نمے شود — آئینہ رونما شود و رو نمے شود
زمقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را — بود آبِ دم شمشیر صندل سرگرانی را
چہ اُلفت است بزلفِ تو بیقراران را — بلی سیاہ پسند است سوگواران را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا — در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا
در عالمِ دل باختنِ خویش رواج است — عمریست کہ ویرانۂ ما وقفِ خراج است
بجیبِ صبح زخورشید گلفشانیہا ست — بجام پیریِ ما بادۂ جوانیہا ست
براہِ او چہ در بازیم فی دینے نہ دُنیائے — دلے داریم و اندوہے سری داریم وسودائے
واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمے شود — این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست
برمرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است — وقت آن خوش کہ مرا در قفس انداختہ است
دست فرسود نگہ طلعتِ خورشید نشد — حسن بے ساختہ از قبض نگہبان دارد
گرچہ آزادم ولی جانم فدائے دیگریست — گرد سر گردانہ صیادے مرا سر دادہ است
رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب — یافت یک پیرہن ہستی و آن ہم کفن است
بیخود شدنم آفت مینائے ادب بود — ساقی کرم افزود کہ در نشہ کمی کرد
رفتنیہائے جہان قابلِ دل بستن نیست — این قدر بس کو دمی خاطرِ خود شاد کنند
گلۂ صاف بہ از عفو غبار آلود است — ہست دوزخ گنہی کہ بمدارا نخشند
بہار وقف صبا - گل بکام گلچین باد — کہ ما بہ کنج قفس طرحِ آشیان کردیم

بکاغذ اخگری بپیچیده ام یعنی دلِ خود را   مبادا اگر یہ بر حالم کنی ای نامہ بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم   در صنفِ رعیت اندنے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند   چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل - میرزا عبد القادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان - وشہرۂ سحر پردازان است - در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد - طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانده - وچہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشانده - خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران - وطلاے دستمایۂ کامل عیاران است - از آغاز شعور تا دمِ آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ - وچراغ عجیبے بر مزار خود افروختہ -

از نژاد قوم برلاس است - در بلدۂ عظیم آباد پٹنہ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو ونما یافت

در مبدءِ حال نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود - و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزاده رسانید - شاہزاده فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رُتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت - ہرچند یاران مقیدّ شدند کہ قصیده در مدح شاہزاده توان گفت - سر انکار باز زد و نوکری را ترک داده در دار الخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت وبقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد -

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود - امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکراللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکراللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مآتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت۔ میر لطف اللہ شکراللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہرگاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری　　ہستنی اثری یا پلے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی　　رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ؏

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱ھ

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

و چون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد معاودت نمود۔ و سیوم ماہ صفر سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ و الف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و در صحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خطِ نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است۔

و از بس قوّت طبع گاہے با دپای فکر تند می تازد و بطور مُلّا ظہوری ترشیزی در یک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

و میرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند۔ خالی از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدّین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگر ای صبا گذرے کنی ۔۔۔ بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ را خبرے کنی

و از مطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق و من گدا۔ چہ کنی جز این کہ نخوانیم ۔۔۔ درے دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر در آمد۔ این چند گوہر از ان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان را شراب دیگرے درکار نیست ۔۔۔ جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد ۔۔۔ بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام ۔۔۔ ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا نہ دیم پا ۔۔۔ خلقی بجاہ تکیہ زدہ ما زدیم پا

کافرم گر مخمل و سنجاب می باید مرا ۔۔۔ سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نہ حُسن فرنگ آفریدن است
بہزادی تو دست ز دنیا کشیدن است

تنم ز بندِ لباسِ تکلف آزاد است
برہنگی ببرم خلعتِ خدا داد است

اُلفتِ تن باعثِ فکرِ پریشانِ دل است
دانہ صاحب ریشہ از آمیزشِ آب و گل است

کسے از التفاتِ چشمِ خوبان کام بر دارد
کہ بہرِ استخوان صد زخم چون بادام بر دارد

من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش
ای ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش

شکوہِ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم
باقبالی کہ دل برخاست از دُنیا بہ تعظیم

باز بیتابانہ ایجادِ نواے مے کنم
مطلبِ دیگر نمے دانم دُعاے مے کنم

من درین بحر نہ کشتی نہ کدو مے آرم
چون حباب از برِ خود جامہ فرو مے آرم

درین حدیقہ نۂ قدر دانِ حیرانی
بشوخیِ مژہ تر سم ورق بہ گردانی

جمع گشتن دلِ ما را بہ تسلّی نرساند
از گہر کیست برو شیوۂ غلطانی را

چہ وجود و چہ عدم بست و کشادِ مژہ است
چون شرر ہر دو جہان را بنگاہے دریاب

سرگرانی لازمِ ہستی بود بیدل کہ صبح
تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیدہ است

گر تاملِ قفسِ بیضۂ طاؤس شود
در شبستانِ عدم نیز چراغانی ہست

دل سخت گرہ شد خمِ ابروے نازش
در طاقِ تغافل ہمہ نقاشئِ چین است

صافِ معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم
چون بطِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است

ہستیِ تو اُمید است نیستی ما را
کہ گفتہ اند اگر ہیچ نیست اللہ است

بہر طرف گذری سیرِ نرگستان کن
بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است

تا نفس باقیست ظالم نیست بیفکرِ فساد
گوشہ گیرِ فتنہ می باشد کمان را تا دم است

قلندرانہ حدیث است زاہدِ مغرور
تو غرۂ بہ بہشتی کہ جائے رسیدن نیست

کینہ در طبعِ ملائم نکند نشو و نما
فارغ از جوشِ غبار است زمینی کہ نم است

حُسن بے مشقِ تامل نگذشت از دلِ ما
صفحۂ حیرتِ آئینہ عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمی رود — زورِ کمان دمی که نماند کباده است

کس نرفتی بعدم هستی اگر جامی داشت — خلقی از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش هجران دادِ من میداد گر وصلی نبود — شمع تصویرم که از من سوختن هم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوهر اسیرِ رشته است — خانهٔ غربت دلِ آگاه را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن — آنچه بردارد دولت زین خاکدان قدِ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم — که دل بهر چه کشد التفات صیّاد است

در نیامِ هر نفس تیغِ دودم خوابیده است — چون سحر در قطعِ هستی خنجری درکار نیست

آن قدر سعی به آبادیِ ما لازم نیست — خانهٔ چشم به امدادِ نگاهی برپاست

گویند بهشت است و همه راحتِ جاوید — جائیکه بداغی نه طپد دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز — آن را که سجده جزوِ بدن نیست بنده نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است — رشته را که گره جمع نسازد دو سر است

مرده هم فکرِ قیامت دارد — آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما — یا نسیمِ پیرهن یا جلوهٔ پیراهن است

هیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست — ورنه جائی نامه پیشِ یار مارا خواندن است

هر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد — آتشِ این کاروانها جمله برجانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دهر بیحد غالب اند — آنکه از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن — دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم — نقاش عرق ریزِ حیا نقشِ مرا بست

خواریِ دیوانِ دهر عزّتِ ما بیش کرد — فرد چو باطل شود سرِ ورقِ دفتر است

قماشِ فهم نداریم ورنه خوبان را — اُتوی پیرهنِ نازچینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست — هر قدر دستی که می سائی بهم پا می شود

برنگِ آب سیر برگ برگِ این چمن کردم
گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید
تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری
قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

برکه نالم بیدل از بیدادِ چرخ
خوابِ من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است
دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو بر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل
سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغ دعوئ عشق سرِ بو الهوس بلند است
مگر از دکانِ قصاب جگرے خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم
بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسباب تعلّق زن
کز انگشتِ دگر انگشتِ تر یک بند کم دارد

کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن
راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دہر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز
کم کسے اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی
ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هرچند کار فرداست امروز مفت خود گیر
شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی
تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم
دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند
رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنخاله ازین تشنه سلامی
خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناساز هیچکس نیست
ویرانه ایم امّا بسیار خوش هوائیم

چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است
رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشئهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد
گرد خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است و گرنه
دریاست می ریخته از جامِ حبابم

در وصل ز محرومیِ دیدار مپرسید | آئینہ نفہمید کہ من با کہ دو چارم
طپیدم نالہ کردم - آب گشتم خاک گردیدم | تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن
چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم | تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند | مردم قانون جستجو سانہ کنند
قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر | دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او برزبان قلم گزشتہ - محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید - و این جملہ معترضہ نقاب ازصورت حال وانماید - و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدّولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم - و ادہم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سیّد عبداللہ خان[۱]

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود -

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سیّد محمد صغری بلگرامی نوّرَ اللہُ ضَرِیحَہٗ نگارش یافت -

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت وشجاعت کہ ازین دو صفتِ والا آثار غرائب ظہور رساندند۔ ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد بر لوح روزگار نشاندند۔ و از مبادیِ ایام عروج تا منتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند۔ واز آبیاری عدل و احسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیمودند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ درصدد قلع وقمع اُفتادہ وتا زندہ بود ہمین خیال درسر داشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد ودولت پادشاہ وسادات ہر دو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ در مناقب السادات میفرمائد کہ:۔

"امارتِ صحت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ واحیانا بحکم نفس امارہ"

"اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخر کار سببے رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد"

مصداق این کلام درین ہر دو برادر مشاہدہ اُفتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند وغازۂ شہادت بررو مالیدند نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیر الامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ وشہادتِ ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان درعہد خلد مکان بخطاب خانی وفوجداری نذربار وسلطان پور از توابع بگلانہ سرفرازی یافت وبعد ازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

وچون شہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم ازپیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری [illegible]تان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او با شاہزادہ کوک نشد۔ و آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ درآن وقت میر عبدالجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہاے پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط با سادات این است وقتیکہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ و رایات شاہ عالم از پشاور بہ لاہور خرامید۔ حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری و عطای نقارہ و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معز الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ عالمی بود مقرر گردید۔ وقتیکہ جنگ ترازو شد۔ حسن علی خان و حسین علی خان و نور الدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگان ہند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان برداشتند و سرخ روئی فتح و ظفر حاصل کردند۔ حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری و صوبہ داری اجمیر مباہی گشت۔ و بعد ازان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزل او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جہاں صدر الصدور پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوج بتقابل برآورد و در سواد الہ آباد جنگ افتاد۔ سید عبد الغفار بعد غالب شدن مغلوب گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معز الدین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و اضافہ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پٹنہ کہ بمزید شجاعت و وقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت۔ چنانچه در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود۔ حسن علی خان بچاپلوسی محمد معز الدّین که از وقت صوبہ داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از تہ دل به محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم اله آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین ہنگام اتفاق این دو برادر بہادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدۂ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهته بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به ہراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عزّ الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاہجہان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید۔ بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عزّ الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عزّ الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بہانی چهار کروہی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گذشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند۔ معدودی همراه رکاب رسیدند۔ سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مائته والف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدّین بتغییر وضع راه دهلی گرفت۔

درین کارزار از هر دو برادر تردداتِ نمایان بظهور رسید۔ سیّد حسین علی خان برادر خورد زخمهای کاری برداشته در میدان افتاد۔ بعد جلوه افروزی شاهد فتح حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانه دار الخلافه گشت۔ و پادشاه نیز به تفاوت یک هفته سایهٔ وصول بر ساحتِ دهلی انداخت۔ حسن علی خان بمنصب هفت هزاری هفت هزار سوار و خطاب سید عبد الله خان قطب الملک بهادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایه گشت۔

چون عروج رُتبه این هر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست اُفتادند۔ و به تسویلات واهی مزاج پادشاه را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید که هر دو برادر خانه نشین گشتند۔ و به ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند۔ والدهٔ پادشاه که با هر دو برادر اظهار دوستی می نمود و از قدیم واسطهٔ اصلاح بود۔ بخانهٔ قطب الملک آمده مجدداً عهد و پیمان استوار ساخت۔ هر دو برادر بملازمت رسیده شکوهای محبّت آمیز در میان آمد۔ و چند روز زمانه به آرائش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاه را برهم زدند۔ هر روز صحبت بے مزه تر می گشت۔ و مادهٔ نفاق که خانه برانداز کهنه و ولتهاست می افزود۔ تا آنکه امیر الامرا بصوبه داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشته عنان وزارت بدست راجه رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری همراز و دمساز پادشاه گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک به امیر الامرا نوشت که کار از دست رفته است پیش از انکه چشم زخمی به آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلّط و جبروت از دکن روانه شده سواد دهلی را معسکر ساخت و پادشاه را پیغام کرد که تا که بند و بست قلعه به اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاه خدمات قلعه را به متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعه امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر بہ ارادۂ ملاقات ثانی فوجہا آراستہ داخل شہر شد و در حویلی شایستہ خان فرود آمد۔ قطب الملک و مہاراجہ اجیت سنگھ در قلعہ رفتہ بدستور روز اول بہ بند و بست قلعہ پرداختند و کلید دروازہ بدست آوردند۔ آن روز و شب بہمین منوال گذشت۔ مردم شہر واقف نشدند کہ شب در قلعہ چہ واقع شد چون صبح دمید۔ قتل قطب الملک شہرت دادہ افواج پادشاہی از ہر جانب مرتب شدہ بر سر امیر الامرا خواستند ہجوم آرند امیر الامرا بہ قطب الملک گفتہ فرستاد کہ چہ جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نہم ربیع الآخر سنہ احدی وثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۱) پادشاہ را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاہ عالم را از حبس بر آوردہ بر تخت نشاند و صدای نقارۂ جلوس او آشوبی را کہ در شہر برپا شُدہ بود فرو نشاند۔

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماہ و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدولہ را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و بہ شاہ جہان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکو سیر در قلعہ آگرہ خروج کرد۔ امیر الامرا با بادشاہ بسرعت خود را رساندہ قلعہ را مفتوح ساخت۔ ناگاہ فتنۂ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاہ جہان ثانی برای دفع جی سنگھ بہ فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحہ درمیان آمد شاہ جہان ثانی نیز بعد ۳ ماہ و چند روز بمرض اسہال در گذشت۔

ناگزیر روشن اختر بن جہان شاہ بن شاہ عالم را از دار الخلافہ طلبیدہ

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۱) برادرنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ و بہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہر چند سادات خود دعویٰ سلطنت نہ کردند و اولاد تیموریہ را بر تخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند سیارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند و نفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریا ہائے فتنہ از ہر چہار طرف بتلاطم در آمد و اسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر و شہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہور منش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبر آباد فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد وہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدنِ امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہ ہا را برآوردہ بر تخت نشاند۔ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید و بہ استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت۔ و فوج علی العموم نگاہ داشت و آنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد و جنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواہش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش پیہم درکار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شتر نال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سیّد نجم الدین علی خان زخمہا کاری بر داشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ باجمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خورانید۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار او ست نہر بہشت پر گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید ؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان — نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم
بہر آن عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت — نہر قطب الملک مدِّ بحرِ احسان و کرم
۱۱۲۷ھ

و نیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد ؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است — یمین الدولہ عبداللہ خان است
بدیوان چون نشیند نو بہار است — بمیدان چون در آید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[سلہ]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمّت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشّان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پٹنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعز الدولہ خان جہان بہادر از تغیّر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پٹنہ

سلہ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتہا بخودسری گزرانیدہ ونسبت بہ برادران دیگر نزد جد وپدر رتبۂ نداشت رفتن حضور شاق وناگوار پنداشتہ بعد زعسرتِ اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکہ شاہ عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبہ وسکّہ بنام پدر نمودہ در فراہم آوردن مردم ہمّت گماشت۔ درین اثنا خبر کشتہ شدنِ عظیم الشان رسید۔ در ربیع الاوّل سنہ ثلث وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت۔

وسید حسین علی خان ناظم پٹنہ را بہ وعدۂ عنایات مستمال ساختہ رفیق گردانید وازین جہت سید حسن علی خان ناظم الہ آباد نیز طریق رفاقت سپرد۔ در کمتر زمانی افواج کثیرہ مجتمع گشت امابنا بر قلت خزانہ تارسیدن اکبرآباد دوازدہ ہزار سوار بیش نماند۔

سید حسین علی خان روز جنگ بہ اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبہ داری اُولیسہ وزین الدین خان پسر بہادر خان رُہیلہ مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کہ توپ وضرب زن بسیار پیش روچیدہ ایستادہ بود اسپان تاختہ درزنجیرۂ توپخانہ درآمد۔ چون عرصۂ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیادہ گشتہ زخمہائے کاری برداشتہ بر زمین اُفتاد۔ وآن دو سردار بارفقاء بسیار مردانہ نقد زندگانی نثار نمودند۔

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیر الامرا بہادر فیروز جنگ ومنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار وخدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند نامی نواخت ودر سال دوم جلوس بہ افواج سنگین بہ تنبیہ اجیت سنگھ مرزبان سرزمین ماروار کہ لوای تمرد افراختہ بود۔ مامور گردید وتامیرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لکدکوب تاراج ساخت۔ راجہ از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زد ودر مکانہای استوار خزید۔

درین سیاق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که :-

"چون دیہات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای تعلقۂ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند- و بنا راجیان حکم بود که مواضع خالی را یغما کرده آتش زنند
"و مکانہای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگھ این را دیدہ بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواستہ می آمدند- ہمان وقت سزاولان تعین می شدند که بنا راجیان
"گویند که آتش فرو نشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیہ استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے
"بمانرسید-

وضبط و فتق امیرالامرا ہمیشه برین منوال بود-

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود که از
جاده تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصه اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاہده کرد وکلاء معتبر فرستاده تبقدیم
پیشکش و ارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود به پادشاه که در
عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیرالامرا بمصالحه پرداخت و
ابی سنگھ را ہمراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گزاشت و بعد
رسیدن دوله طوی پادشاه منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاہان پیشین کم جلوهٔ ظہور نمود- علامۂ مرحوم
میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده-

بعد ازین پادشاه امیرالامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر
جمله سمرقندی ہر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت
که اول میر جمله بصوبه داری پٹنه راہگرا گردد بعد ازان امیرالامرا رخصت دکن

شود- میر جمله روانه پتنه شد و امیر الامرا در سنه سبع و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۷) متوجّه دکن گردید-

وقت رخصت مواجهتہً عرض کرد که اگر در غیبت من میر جمله بحضور رسید- یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیده دانند- پادشاه از قباحت نافهمی بوساطت خان دوران مخفی به داؤد خان ناظم برهان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان با آنکه سادات در ابتدای سلطنت محمد فرخ سیر واسطۂ جان بخشی او شدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت- و او از گجرات احمد آباد به برهان پور آمده بحکومت آنجا می پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیده ارادۂ مخالفت مصمّم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاهر شد که داؤد خان سر رشتۂ موافقت گسسته خیال ملاقات هم در سر ندارد- امیر الامرا در فکر اصلاح افتاد و بپیغام کرد که در صورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانۂ دار الخلافه باید شد از ما مزاحمتے نیست-

داؤد خان پائی جهالت افشرده کار به پرخاش رسانید- ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۷) عرصۂ مبارزت در سواد برهان پور آراسته گشت و جنگے عظیم رو نمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد هستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا به اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید-

و عنقریب کهنده و بهاریه سیناپتی راجه ساهو در صوبه خاندیس سر به فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را به تنبیه او تعیین فرمود- و در پرگنه بهانیر دو چار گشته بجنگ در پیوست- ذو الفقار بیگ جرعۂ شهادت چشید-

و باقی فوج بیغما در آمد۔ سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجہ محکم سنگھ بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نہ کشیدند۔ و محکم سنگھ تا قلعہ ستارہ مسکن راجہ ساہو دقیقہ از نہب و تالان فرو نگذاشت۔

چون پادشاہ بہ اغوای دولت براندازان۔ و سرداران دکن خصوص راجۂ ساہو در باب مخالفت امیر الامرا۔ بایماو صراحت کوتاہی نمی کرد و در دہلی با قطب الملک ہر روز صحبتی تازہ و نزاعی نو برمے انگیخت و صدای بگیر و بکش ہر وقت بگوشہا مے رسید۔ قطب الملک ہمیشہ امیر الامرا را بہ آمدن دہلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانہ بدشمن بیگانہ ساختہ در سنہ تسع و عشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۹) با راجہ ساہو بتوسط سنکراجی ملہار و محمد انور خان برہان پوری کہ تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتہای مستوفی اتفاق افتاد۔ صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع۔ و نگاہ داشتن پانزدہ ہزار سوار در رکاب ناظم دکن۔ اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبۂ دکن بمہر خود با تنخواہ کوکن وغیرہ ملکے کہ راج قدیمش می نامند حوالہ نمود۔

مخفی نماند کہ در اواخر عہد خلد مکان قرار یافتہ کہ با غنیم صلح درمیان آید۔ باین شرط کہ سر صد از محصول ملکی نہ روپیہ بصیغۂ سردیسمکی حصۂ غنیم مقرر شود پادشاہ میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد کہ عہد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاہی بیارد۔ آخر رای پادشاہ برگشت و میر ملنگ را کہ ہنوز اسناد حوالۂ غنیم نہ کردہ بود بحضور طلبید۔ و در عہد شاہ عالم سر صد دہ روپیہ سردیسمکی بہ غنیم مقرر شد و سند پادشاہی حوالہ گردید۔ و در ایام حکومت داؤد خان چوتھ یعنی چہارم حصہ از حاصل ملک سوای سردیسمکی بہ غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت اما سند بہ عمل نیامدہ بود- امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود-
آخر نحوست این تربیع سخت سرایت کرد و رفتہ رفتہ غنیم شریک غالب شد و قوّت
عجیبے بہم رساند

امیر الامرا بعد مصالحہ عازم دارُالخلافہ شد و غرہ محرم سنہ احدی وثلثین و
مائۃ والف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت وصولت تمام از خجستہ بنیاد کوچ کرد و
معین الدین نام مجہول الحالے را پسر شاہزادہ محمد اکبر بن خلد مکان قرار
دادہ ہمراہ گرفت و بہ پادشاہ نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سر کشیدہ بود او را دستگیر
ساختم واحتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم-

اواخر شہر ربیع الاول در حوالی دہلی جانب لات فیروز شاہ مخیم ساخت و
خلاف ضابطۂ حضور نوبت نواختہ داخل خیمہ شد- و مکرر بہ بانگِ بلند گفت کہ من
از نوکری پادشاہی بر آمدم-

وبعد ازان کہ بندوبست قلعہ را باختیار خود کرد پنجم شہر ربیع الآخر ملازمت
پادشاہ نمود وگذارشِ گلہا کرد- و باز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادۂ جبلی
سوار شدہ در حویلی شایستہ خان داخل گشت و قطبُ الملک با راجہ
اجیت سنگھ بہ بندوبست قلعہ شتافتہ ہیچکس را درانجا نگذاشت و پادشاہ را
مقید ساخت طوریکہ در ذکر قطب الملک گذارش یافت-

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکوسیر بن محمّد اکبر
بن خلد مکان کہ در قلعہ اکبر آباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر
افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ سہ ماہ و چند روز قلعہ را مفتوح
ساخت- و بموکب شاہ جہان ثانی کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگھ سوائی تا فتحپور
سیکری رسیدہ بود ملحق گردیدہ وصلح درمیان آمد-

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فرونشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گردہر بہادر برادر زادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گردہر بہادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بتصرف در آورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافۂ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوّز ستم و بیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگر فتہای سادات از سادات برگشتند و ہرچند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خانہ خرابیِ ماست۔ می گفتند الٰہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند و گروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ؎

دیدی کہ چہ باشاہ گرامی کردند | صد جور و جفا ز راہِ خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم فرمود | سادات بوی نمک حرامی کردند

ومیر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرد ؂

باشاہِ سقیم آنچہ شاید کردند | از دستِ حکیم ہر چہ آید کردند
بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت | سادات دواش آنچہ باید کردند

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت درفکر غدر افتاد۔ و میر حیدر کاشغری رابران داشت کہ قابو یافتہ بقطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ و جد کلانش میر حیدر صاحب[۱] تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ و از جہت میر شمشیری اینہارا میر می گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) در منزل تورہ سی و پنج کروہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاہ در محل سرا پالکی سوارہ بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کلال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس وراہ حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا درآورد۔ و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

---

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ کلکتہ۔

و پس ازین هنگامہ لاش او را بحکم پادشاہی تکفین نمودہ و نماز جنازہ خواندہ بہ اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبداللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحہ مرد صالحے در رویا دید کہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ امیر الامرا خطاب کرد کہ بَلَغَ وَعْدُکَ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ بعد شہادت امیر الامرا چون حساب کردند ہر یک فقرہ تاریخ بود با صنعت تقلیب

۱۱۳۲ھ ۱۱۳۲ھ

حق این است کہ در قریب العہد کم امیری باین خوبی در عرصۂ ظہور آمد نسخۂ جامع اخلاق حمیدہ بود۔ وفور طعام و صلائے عام سرکار او مشہور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند کہ در عہد امیر الامرا اکثر مردم در خانۂ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصۂ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاہ می دادند۔

اجراء بلغور خانہا از غلہ پختہ و خام و احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ ہند و دکن از اعمال خیر او ست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابہ در دستِ خود گرفتہ بر دستِ مہمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مہم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظہار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معہذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور کہ زیادہ بر یک کرور روپیہ بود ضبط نمود۔ مُلّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثہ بحضور رسید و پانزدہ لکہ روپیہ بشرطِ معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشتہ داد۔ روزے صبح مُلّا عبد الحیّ را طلبیدہ اموال با نیاز معاف کرد و بہ عطای خلعت نواختہ رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادلہ شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکہ امیر الامرا از دکن بدار الخلافہ معاودت نمود- می خواست کہ امین الدولہ وقائع خوان حضور پادشاہی را بنابر تقصیری کہ از امین الدّولہ در غیبت امیر الامرا صادر شدہ بود معاتب سازد- روزے کہ امین الدّولہ بملازمت امیر الامرا رسید و از در در آمد میر عبد الجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم در حق انصار و ذریت انصار دعا کردہ و در مراعات ایشان وصیتہا نمودہ و فرمودہ تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِہِمْ یعنی درگذرید از گنہگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم و امین الدّولہ از اولادِ انصار رضی اللہ عنہم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیہ عفو شود- امیر الامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّولہ را مشمول مہربانیہا ساخت

میر عبد الجلیل دران وقت با امین الدّولہ آشنا نبود امّا می دانست کہ از اولاد انصار است چون میر طریقۂ محدثین داشت و ہموارہ در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید-

امیر الامرا خوش ذہن بود و شعر خوب می فہمید- و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود کہ صاحب کمالان در آیند و تا یکپاس روز با اینہا صحبت می داشت و تاکید بود کہ دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند-

میر عبد الجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیر الامرا بسیار می کرد و در مرثیۂ امیر الامرا قصیدۂ غرّا بنظم آوردہ و از فرط محبتے کہ با امیر الامرا داشت بکمال وا سوختگی حرف زدہ قصیدہ این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبینِ ہند | زد جوشِ خونِ آلِ نبی از زمینِ ہند
شد ماتمِ حسینِ علی تازہ در جہان | سادات گشتہ اند مصیبت نشینِ ہند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب | وز خونِ گریه سُرخ شد است آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم | خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است | دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغ دل زدند چراغانِ اشک جوش | این است نوبهار گُلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا | از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفےٰ اخلفُ الصّدقِ مرتضیٰ | کز روی فخر بود بداتش یمینِ هند
رستم نشان حسین علی خان شهید شد | از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها | تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروز معرکهٔ خصم تیره بخت | چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش | شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهر هر فلک زده عالیجناب او | در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند ازان سرکشانِ دهر | کز داغ ضبط کرد نشان بر سُرینِ هند
هند از شهادتش تنِ بے رُوح گشته است | یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو تیره در نظرِ خلق شد سیاه | اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است | در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد | زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند
اِنْسَتَرَ جَمعَ المَلائِکُ وَاسْتَعبَرَ الفَلَکُ | فِیْ هٰذِهِ الْمُصِیبَۃِ سُحقًا لِّدِینِ هند
از دستِ ابن ملجمِ ثانی شهید شد | گوئی ز کوفه است گِلِ ماتمینِ هند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت | سیلابِ خونِ دیدهٔ و آه و انینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهل بیت | غمگین شوید بهرِ حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهل بیت رسالت ادا شود | بر رَغمِ این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید	این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او	تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلم واسطی نوشت	قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند ۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدّ[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہاب الدین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ بہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین وتسعین والف (۱۰۹۲) کرت ثانی مسند بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان وتسعین والف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہاب الدین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز گشت و در فتح بیجاپور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقرۂ "فرزند ارجمند" برالقاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

مامور گشت۔ و در ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مأنہ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمر الدین است۔ و سال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین والف (۱۰۸۲)

در ریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری و خطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واکنگیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سر رشتہء احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

و چون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر و صوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران ۱۱۲۴ھ بہادر" یافت۔

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد آمد و لباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید بہ عنایت اصل منصب و خطاب سابق نواخت۔ فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقہء درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا درآمد۔ طرفہ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت برآمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری مباہی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

وچون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایۂ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

وچون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومتِ مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده درسال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین وثلثین و مائته والف (۱۱۳۲) متوجه دکن گردید۔

و غرۂ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان و شهر برہان پور را از محمد انور خان برہان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرّار به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ درموضع حسن پور سرکار ہندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برہانپور عود فرمود۔ و هنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادۂ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمر بست۔ و از خجستهٔ بنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برہان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور درنواحِی بالاپور از توابع صوبۂ برار جنگے صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاسے جلادت افشرده خون خود را بے محابا ریخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط ہندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ و خود با بادشاه عازم

دکن گردید- چون قلم تقدیر بزوال دولت ساداتِ بارہ رفتہ بود اعتماد الدولہ محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی بہ خنجر دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجّہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد- قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ بر آوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت- و بعد محاربہ دستگیر گردید-

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت-

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور وقاضی بلدہ سمرقند بود- محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت- و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد- و در ایام معدود در گزشت-

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعتِ وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلد مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج پادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

در ہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناحیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور بر آوردند- چون نواب بمنزل جہابوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد-

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوہ

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرہا افزونی گرفت و در سنہ ست وثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان کہ از سالہا ناظم حیدرآباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنہانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت ہوای دار الخلافہ با مزاج خود موافقت ہوائے مرادآباد کہ پیشتر بحکومت آنجا پرداختہ بود بہانہ ساختہ از پادشاہ رخصت مرادآباد گرفت۔ وچند منزل طے کردہ جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنہ کوب خود را بہ دکن رسانید۔ مبارز خان بہ مقابلہ پیش آمد در سواد شکر کھیرہ شصت کروہ از اورنگ آباد فریقین بہم رسیدند۔ بیست وسیوم محرم سنہ سبع وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان بقتل رسید۔ وممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاہ بہ استمالت نواب کوشید۔ وہمیشہ بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاہ بلند آوازہ گردید۔ و در سنہ خمسین ومائتہ والف (۱۱۵۰) پادشاہ بمبالغہ تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر را نائب دکن مقرر ساختہ خود بہ دار الخلافہ شتافت و شرف ملازمت پادشاہ دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد   رونق دہِ ملک پادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف   گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد
۱۱۵۰ھ

نواب ہزار روپیہ نقد و اسپ باساز نقرہ در وجہ صلہ عنایت نمود

و بعد دو ماہ از وصول دہلی پادشاہ نواب را برائے تنبیہ مرہتہ دکن رخصت فرمود۔ نواب چون بہ اکبرآباد رسید۔ از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشتہ

سمت شرقی روان گردید۔ و برسر اتاوہ و مکن پور مرور نمودہ زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و ازانجا رو بہ جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راہ اکبرآباد گرفت۔ موکب نواب از قرب قنوج متوجہ کالپی شد اما سمرِ نہضت نواب بہ آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان کہ فقیر سہ منزل طی کرد خبر رسید کہ نواب از دریای جمن گذشتہ رو بہ دکن آورد۔ بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد کہ از غیب بدرقۂ راہ بہم رسید۔ و طریق اکبرآباد گذاشتہ عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہی جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماہ رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاہ گرم بود۔ نواب مصالحہ را صلاح وقت دیدہ بہ دارالخلافہ رجعت نمود۔

چون نادرشاہ استیلا یافت و گذشت آنچہ گذشت نواب را نسبت بہ سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیرالامرا خان دوران در جنگ نادرشاہ جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاہ منصب امیرالامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر بہ نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاہ بحال ماند۔

و در سنہ ثلث و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاہ رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نمودہ پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدولہ ناصر جنگ را برین آوردند کہ سدِّ راہ باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عہد اتفاق بستند آخر بہ نظر نمک خوارگی نواب آصف جاہ

دراقدام حرب تقاعد نمودند- نواب نظام الدّوله زنگ فوج مشاهده کرده درروضۂ شاه برهان الدّین غریب گوشۂ عزلت گرفت -چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و تنسیقِ ملک ونصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّوله به اندیشۂ آنکه مبادا آویزشی رودهد از روضه بقلعه ملهیر رفت نواب آصفجاه موافق قاعدۂ مستمر در موسم برشکال افواج را باوطان وچراگاه رخصت فرمود- وجریده در اورنگ آباد نشست -چون شیطان لعین راه زن بنی آدم است تا بحدیکه نتائج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد- و بمعارضه تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ گستاخ می سازد- نواب نظام الدّوله بتحریک واقعه طلبان اراده اورنگ آباد مصمّم ساخت - وقریب هفت هزار سوار فراهم آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید- نواب آصفجاه باهر قدر مردم که حاضر بودند وتوپخانه درسواد شهر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود- ببستم جمادی الاولی سنه اربع وخمسین ومائته والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه آصف جاهی وظلمت شام وتنگی وقت - فوج طرف ثانی ازهم پاشید نواب نظام الدّوله فیل راتاخته بامعدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاه رسانید- وزخمی شده در دست پدر والاگهر اُفتاد-

نواب آصفجاه درسنه ست وخمسین ومائته والف (۱۱۵۶) که عزم بتسخیر ملک کرناتک بربست- وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه ترچناپلی راکه در دست مرهته بود محاصره کرده مفتوح ساخت - وبعد ازان ملک ارکات راازقوم نوایت که ازمدتے آن الکه رادر تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به انور الدین خان شهامت جنگ گوپاموی ازجانب خود مقرر فرموده درسنه سبع وخمسین ومائته والف (۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) قلعہ بالکندہ از توابع حیدر آباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت ببیست و ہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ واز استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کردہ بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) رایت بممالک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین و زمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ و نماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔
۱۱۶۱ھ

بر واقفان اسرار سلف ہویدا است کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ و طبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت و قلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت و فتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

مستحقین را بہ خیرات و مبرات فراوان نواخت۔ از دفتر صدارت تحقیق نمودہ

شد کہ سہ لکہ روپیہ بدستخط او سوائے انعامات بادشاہی درصوبجات دکن بطریق یومیہ و درماہہ بہ ارباب استحقاق می رسید- وسوای این قریب یک لکہ روپیہ بمردم حج رو وغیرہم رعایت می فرمود-

سادات وعلما ومشائخ دیار عرب و ماوراالنّہر وخراسان وعراق عجم و ہندوستان آوازۂ قدر دانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند- و در خور قسمت حظے از احسان عام اندوختند-

فقیر را با نواب آصفجاہ صحبتہای مستوفی دست داد- در صحبت اوّل اتفاقاً ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت- عرض بیگی بعرض رسانید کہ اُمیدوار نام است- فرمود نامی باید گذاشت کہ مُشعر دینِ اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد- فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد- گفتم دین محمد ہر قدر زیادہ شود بہتر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراہم آمدہ- وقتے کہ بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد- فقیر در شاہجہان آباد بودم- زادۂ طبع خود کہ ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی　　امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت- نواب امین الدولہ وقائع خوانِ حضور معلی- علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد- میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ مطلعش این است ؎

تا حسنِ ترا مشعلِ انوار بدست است　　مہ راہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید- محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدۂ دیگر در مدح نواب **آصف جاہ** پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدولہ نزد نواب **آصف جاہ** رفت۔ نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنشا صلہ جا داد۔ و چون نسخۂ قصیدہ از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیدہ اشارہ بانشاد قصیدہ کرد۔ ہر یک بیت را بفہم در آوردہ بتوجّہ تمام اصغا نمود و جواہر تحسین افشاند۔ بعد استماع قصیدہ صلۂ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود۔ علامۂ مرحوم موافق ضابطۂ قدیم خود نپذیرفتند۔ قصیدہ این است ؎

بہار آمد و وا کرد غنچہ بند قبا — گرہ ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا
زبسکہ سبزۂ و گل در چمن ہجوم آورد — نسیم کرد بصد حیلہ جای خود را وا
گرفت قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت — برای شاہدِ نو روز لالۂ حمرا
ببین بہ لالہ و تحریک غنچہ در ہر برگ — چو طوطئ کہ ز منقار وا کند پرہا
شکنج طرۂ سنبل کمند صیدِ نظر — نگاہ دیدۂ نرگس فسون ہوش ربا
دمید نغمہ ز منقار بلبل خوشگو — چو گلبنے کہ از و بشگفد گلِ رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوہر بار — چنانچہ شانِ وزارت ز عمدۃ الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اہلِ کرم — قوامِ دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت بہ از نظام الملک — کہ نقش ثانیِ بہتر کشد نگار آرا
مشابہ کفِ او بحر چون تواند شُد — کہ نقص جزر بود مدّ بحر را بقفا
حباب نیست کہ بحر از تشبہ کفِ او — کلاہ فخر بیند اخت از خوشی بہوا
رسن ز موج زدہ برمیان بکف کشتی — گزو سوال کند چون قلندرِ دریا
ز بیم کثرتِ جودش محیط نالہ کند — گواہ اوست برین بیم رعشۂ اعضا
گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او — چنانکہ خلق ز جودش اصابع یُسریٰ
رسیدہ است بجای تقدسِ ذاتش — کہ چون ملک بود از جنسِ انس مستثنےٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق ‌‌ بعینک مه و مهر این سپهر پشت دوتا

مثال روح مصور بود بپاکی ذات ‌‌ نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا

چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر ‌‌ چو گرم جوشی خلقش شود چمن پیرا

صفای آینهٔ رای او بود چندان ‌‌ که می نماید از و آنچه رو دهد فردا

کرم ز دست گهربار او بود ممنون ‌‌ ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا

تعجب است ز شمشیر آتش افروزی ‌‌ که جای تیغ کف است و کف است بحر عطا

گره گره نبود نیزهٔ عدو شکنش ‌‌ که بند گشته درو جا بجا دل اعدا

گه نبرد بود همچو ابر صاعقه بار ‌‌ کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا

هزار شکر که زو مسند وزارت یافت ‌‌ همان که یافت تن عاذر از دم عیسی

برسم جشن طرب چید بزم رنگینی ‌‌ که از تصور آن خامه گشت شاخ حنا

ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانی ‌‌ ز بود گوی دل سامعان بحسن ادا

سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی ‌‌ پی نظارهٔ این محفل نشاط افزا

بوقورلتاد توتوک دن چوچوک توشوق چقدی ‌‌ نوتوکچی قولود توتوک بولدی نیشکر موندا

توشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پیندوک ‌‌ قیوز بقتلغ بولسون بلند قلدی نوا

محیط مدحت او را کرانه پیدا نیست ‌‌ بزورق قلمی چون توان نمود شنا

شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف ‌‌ کز اهل فضلم و خوب است ز اهل فضل دعا

اَقُوْلُ وَفَّقَكَ اللّٰهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ ‌‌ لِانْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا

اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكُ ‌‌ وَشَدَّ اَزْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ عُرَى

فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ ‌‌ وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا

قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِي اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ ‌‌ بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَآلِهِ النُّجَبَا

ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم ‌‌ که بر جلادت من شاهد اند این دو گوا

زذوالفقار چو برہان قاطعی دارم | بروز معرکہ فیصل نمایم این دعوی
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ | وزیر کشور ہند آصف دوام البقا
ہزار و یکصد و سی و چہار نصّ نشاط | دو گونہ جوہر تاریخ ازو شود پیدا
نَظَمتُ فِی العَرَبِی الفَصِیحِ تَارِیخًا | ھَلَّ وَزَارَتُہ سَالُہ الرّبِیعُ لَنَا
اسیس دے کے کہی ہندوی موں یوں سنت | رہے جگت موں اچل باس یہ وزیر سدا
خرد بخامہ عبدالجلیل کرد ارشاد | کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا
ملائک از پیِ آمین این دعا شدہ اند | برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما
ہمیشہ ہر دو زہم شاد و کامران باشند | وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[1] - نواب نظام الدولہ[2] بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر - غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجزِ نالان بے دست و پا توجہ تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُرر می ساخت پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود از مبادی سنِ شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت - نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ بادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت - و رتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵۰ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ ع -
[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۲ مطبوعہ کلکتہ -

نیابت به پسر والاگہر تفویض نمود۔ نواب نظام الدّولہ در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاہ و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبہ و مساعی جمیلہ بظہور آورد - و بہ بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمی را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہتہ را کہ در دکن تسلّط بہم رسانیدہ و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آوردہ و تا حوالی دہلی زیر و زبر ساختہ گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت۔

و چون نواب آصفجاہ از دار الخلافہ دہلی الویہ توجّہ بہ دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّولہ را بر سرِ مخالفت آوردند۔ و محاربہ بوقوع آمد نوعی کہ۔ (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاہ فرزند گرامی را از عتاب بر آورد و در سنہ ثمان و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۸) در حیدرآباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نمودہ رخصتِ آن بلدہ ساخت -

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاہ از حیدرآباد بہ دہارور رسیدہ پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدّولہ خود را بحضور رسانید۔

نواب شہید ابتداءً در ہمین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے کہ پیش می آید باخود داشت و بہ اختیار مفارقت رضا نداد۔

القصّہ پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند۔ از انجا نواب آصفجاہ پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد۔ و خود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شہید بعد وصول سرنگ پٹن

که دارالاقامهٔ راجهٔ میسوراست تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید- وعنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند- نواب آصفجاه در دارالسرور متوجه دارالسرور شد و نواب نظام الدوله مسند ایالت دکن رازیب وزینت بخشید- وازبرهان پور بصوبهٔ اورنگ آباد که مقرّ خلافت دکن است متوجه گشت وایام برشکال را در انجا بسر بُرد-

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع ونفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود- شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع ومفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دختر زادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی واصلاح کارهای پادشاهی بافوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد- وتا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود واخبار سرکشی وبے اعتدالی هدایت محی الدین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید-

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته اورا به گرفتن ارکات تحریض نموده- هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و در انجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا بافواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند- و به اتفاق برسر انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند- شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائة و

والف (۱۱۶۲) معرکهٔ قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهامت جنگ درجهٔ شهادت یافت

نواب نظام الدوله بمجرد ظهور این سانحه درصدد گرداوری افواج - و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشته باهفتاد هزار سوار جرار و توپخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراخت - وتا بندر پهلچری که پانصد کروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب رسیده صف آرای میدان نبرد گردید - ببیست و ششم ربیع الآخر سنه ثلث وستین و مأته والف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانهٔ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار ببیست و هفتم منه فرنگیان از رعب و مهابت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ هدایت محی الدین خان را زنده نگاه داشت و مصاحبان ولشکریان او را قاطبۃً از جان و مال امان بخشید دولت خواهان هرچند در پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب هیجان مادهٔ فتنه است او را ازمیان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت -

ناانصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند وبفحوای كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ احسان جان بخشی برطاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند - و فرنگیان باوصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش وخیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشهٔ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد - و فوجی بمدافعهٔ آن گروه باطل پژوه تعین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت کده چنجی که پای تخت الکه کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت وحمیت دین متین و مراعات رسم و آئین

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدّت برشکال ومشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور ومرور۔ وانقطاع رسد غلہ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد وتا نفس واپسین بر حالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ برروی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین بسیاق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک ومال باطناً با فرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے از کافر نعمتان دیگر را ہم ضمیمۂ ادبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیر قلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرّم بحساب بنجنم سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ تبقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہرچند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سرِ غدر اند از کمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من با ایشان چہ بد کردہ ام تا بدی کنند وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گذاشت۔ ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان وشخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سردادند ہر دو تیر وتفنگ بہ سینۂ نواب رسیدہ وکار آخر شد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند وسلوکے کہ اُمت درماہ محرّم باامام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب بانواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را باتن ملحق ساختند۔ وتابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند وپائین مرقد شاہ بُرہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ چینجی بفاصلہ بیست کروہ از پھلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت　　فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

درہفدہم زماہ محرّم شہید شد　　تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید وبدستار بستن مشغول شد دران حال باعکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن باوصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود ودوگانہ نماز ادا کرد وسُبحہ گردانان و ادعیہ خوانان برفیل سوار شد۔

ومعمول نواب بود کہ درمحاربات از سر تاپا آہن می پوشید دران شب جُز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید وبہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدّولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است ودیگرے دریسار شخص یمین بہ شخص بسیار گفت

کَیفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَۃ اوجواب داد اِنَّہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللہِ لُعِنَ قَاتِلُہٗ ۱۱۶۴

چون بافاقہ آمدم شبہ کہ درخاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ بازہ بخاطر گذشت کہ تاریخے برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر و تبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔

محمد اسعد مکی

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالیٰ مولد او مکۂ معظّمہ است نزد شیخ تاج الدّین مکّی و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ و در استقامت دین و سلوکِ جادۂ شریعت جدّ و جہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در طائف باو ملاقات دست داد و بعد ورود ہند باہم صحبتہا اتفاق اُفتاد

ذات بابرکات بود روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربتِ شہادت چشید۔

مدفنِ او میدانِ جنگ سرزمین لکریت پلی بفاصلہ یک فرسنخ از موضع رای چوتی و یک فرسنخ از درہ کمارہ کالوہ کہ درہ الیست مشہور در نواحی کرپہ راقم الحروف گوید؎

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا	اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اُلْھِمَ اللہُ تَارِیْخَہٗ	قَضٰی نُخْبَۃٌ عَالِمٌ مَّاجِدٌ ۱۱۶۴

نواب نظام الدّولہ نوبتے در ارکات بشکار آہو ئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند نواب با حضارِ مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائل شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند که شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چه باید کرد گفتم نقلے بیاد آمده - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد - ضابطه است که ہرگاه شخصی را می خواہند بقتل رسانند استفسار مے کنند که اگر آرزوئے داشته باشی ظاہر کن - اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند - چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم که یک مرتبه در مجلس سلطانی باریاب شوم - مردم بعرض پادشاه رسانیدند درجهٔ قبول یافت - و اسیر را در بارگاه حاضر ساختند - و استفسار کردند که عرضی داری گفت بخیر - وقتیکه پادشاه از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید که گنهگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاه عالم ثابت کرده ام پادشاه ازین حُسن ادا مسرور شد و او را امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت کرده است - پیشتر ہرچه مرضی مبارک باشد

نواب لب به تبسّم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا جلال اسیر حرف بامزه می گوید ؎

مزهٔ کباب آہو نمک خلاصی او | اگر از مِی مروت قدحے چشیده باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دورِ قہوه درمیان آمد نواب قہوه را بسیار دوست می داشت - یکے از ساداتِ مدینه منوّره خالی ذہن با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد که مولانا چه میفرمایند گفتم - غرض مولانا این است که قہوه نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادهٔ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید - و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد که کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رسانید -

روزے در عرض راه فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و باہم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد که هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی　　اَبْقَاهُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ
حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَاٰثِرَ کُلَّهَا　　جَبَلُ الْوَقَارِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعہ عربی کہ بطریق اخلاص بر زبان گذشت و رباعی کہ در استعانت سفر حج نسبت بہ نواب آصفجاہ نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشودہ ـ رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان　　حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاہ سلیمان آورد　　تو آلِ نبی را بہ درِ کعبہ رسان

نواب شہید ذکاءِ طبع و سرعتِ اندیشہ بدرجۂ کمال داشت ـ و در لجۂ غزل طولانی آبدار بہ نظم می آورد ـ روزے از علو مزاج خود حرف زد کہ ہر گاہ غزلی در زمینِ اُستاد فکر کردہ مے شود دل می خواہد کہ قوافی تازہ بہم رسد ـ گفتم قافیہ اجیر مشترک است اشتراک قوافی ہیچ مضایقہ ندارد ـ بسیار شگفتہ شد ـ

دیوان ضخیمی دارد ـ بعد شہادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحہ این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواہشِ قتل است بیا بسم اللہ　　دمِ شمشیر تو و گردنِ ما بسم اللہ

و بیاد دارم کہ شبے غزلے مشق کرد و ہر گاہ در خانۂ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید ـ چون این بیت از طبعش سر زد ذوقی کرد کہ ؎

از پنجۂ اجل نہ ہراسیم ہیچ گاہ　　ما ناف خود بہ تیغ شہادت بریدہ ایم

این چند بیت ازو در خزانۂ حافظ موجود بود ؎

کدام گل بہ چمن گوشۂ نقاب شکست　　کہ شبنم آینہ بر روے آفتاب شکست
ای دل ز زلفِ یار مدد میتوان گرفت　　سر رشتۂ ز عمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکدہ فالِ سفر زند   از چشمِ مستِ یار بلد مے توان گرفت

ای شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را   این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن

مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم   تو گر از حُسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم

از گلِ گوشۂ دستار بخود مے لرزد   قدِ او تازہ نہالی است کہ من مے دانم

بعد شہادت نواب **نظام الدولہ**۔ افاغنہ و نصاری **ہدایت محی الدین خان** را بسرداری برداشتند۔ و افاغنہ در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از ہدایت محی الدین خان نوشتہ گرفتند۔ **ہدایت محی الدین خان** با افاغنہ بہ پھلچری رفت۔ و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاہ نصاری ہمراہ گرفتہ عازم **حیدر آباد** شد۔ و بر سر **ارکات** عبور نمودہ در ملک افاغنہ در آمد۔ قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدولہ** آمادہ ساخت۔ و در دل ہدایت محی الدین خان و افاغنہ غبار نفاق بر انگیخت۔ روزی کہ در سرزمین **لکریتی** پلی مخیم شد ناخوشی طرفین بہ اعلان رسید۔ و عائد پرخاش شد۔ از یک طرف **ہدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنہ مستعد شدہ صف آرای قتال گردیدند **ہمّت خان** و دیگر سرداران افاغنہ بقتل رسیدند۔ و کار ہدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے کہ در حدقۂ چشم رسید آخر شد۔ اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ بن آصفجاہ** را سردار ساختند۔ و سر ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ را بر نوک نیزہ کردہ و شادیانہ نواختہ داخل خیام گردیدند۔

و این سانحہ ہفدہم ربیع الاول سنہ اربع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۴) واقع شد۔ خون نواب شہید طرفہ گیرا افتاد کسانیکہ با نواب شہید بہ دغا پیش آمدند۔ ہمہ بہ سزا رسیدند۔ و بعد شصت روز این ہمہ قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند ؎

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را   چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکہ برداشتہ درصحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند وتابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ وبعدشام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خودرا زیر زمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

وہرجا دراثناء راہ تابوت اوراگزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند ونیازہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القاشد ودر رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت — محشور با جناب حسین ابن فاطمہ

تاریخ خواستم زبرای شہادتش — ارشاد کرد پیر خرد۔ حُسنِ خاتمہ ۱۱۶۴

ازجملہ سرداران افاغنہ کہ بانواب شہید طریق دغاپیمودند عبدالمجید خان است کہ جدش عبدالکریم خان میانہ ازعمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاداو تاحال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ ازتوابع کرناٹک می پردازند۔ عبدالمجید خان پسر خود بہلول خان رابہ اتالیقی نصیب یاورخان دررکاب نواب فرستاد امّا باطناً پسر خود ودیگر سرداران افاغنہ رابراہ غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغاغائبانہ می باخت۔

وہمت خان کہ نواب رابہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضرخان مدارکار عبدالکریم میانہ مذکور بود۔ وداؤد خان پنی کہ با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیدہ کشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن درعہد شاہ عالم بہ ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت بہ داؤد خان پنی مرحمت شد۔ داؤد خان برادر خود ابراہیم خان را نیابت حیدر آباد مقرر کرد۔ وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراہیم خان را بہ فوجداری کرنول مامور ساخت۔ ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراہیم خان است۔

درجنگ انتقام ہمت خان و دیوان او امانت اللہ خان کہ تخم این ہمہ فساد کشتۂ او بود و بہلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواہان از طرفین بیاسا رسیدند۔ وچون لشکر برسر کرنول آمد شہر را غارت کرد و اہل و عیال ہمت خان ہمہ بہ اسیری در آمدند۔ و از شامتِ عملی کہ ازان بے ہمت صادر شد جان و مال و آبرو ہمہ بر باد رفت۔ حالتِ دُنیا خود این است مآل عُقبی چہ خواہد بود۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

وحسین دوست خان عرف چندا ہم بہ تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزہ رسیدہ۔ تفسیر این مقال آنکہ محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شہادت پدر قلعہ ترچناپلی را قائم کرد۔ چون طرۂ پرچم رایات نواب نظام الدولہ عرصۂ ارکاٹ را معطر ساخت محمد علی خان آمدہ دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت۔ و بعد شہادت نواب نظام الدولہ پناہ بہ قلعہ ترچناپلی برد۔ درین وقت ریاست ارکاٹ بہ چندا کہ در پہلچری نشستہ بود عائد شد۔ و ہمان جماعۂ نصارای فرانسیس کہ بر نواب نظام الدولہ شبخون آوردہ بودند ہمراہ گرفتہ با فوجی دیگر برسر ترچناپلی رفت۔ انور الدین خان[۱] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیونا پٹن را با خود متفق ساختہ بمقابلہ برآمد۔ چندی آتش حرب شعلہ خیز بود۔ آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زندہ دستگیر شد و غرۂ شعبان سنہ خمس و ستین

[۱] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است کہ بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشتہ۔

ومأته والف (۱۱۶۵) چندرا را مذبوح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشہیر نمودند
وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار و یکصد فرنگی سفید پوست ولایت زا سوائے
فرقہ کاروی زندہ دستگیر شدند

وبعد شہادت نواب نظام الدولہ جماعتی کہ شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی
آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ
اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ۔

(۸۶) نصرت[۱] - دلاورخان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاہور۔
میر عبدالعزیز پدر دلاورخان نوکر شاہزادہ داراشکوہ بود۔ بعد برہم
خوردن داراشکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان در سلک نوکران
خلدمکانی انخراط یافت و رفتہ رفتہ بمنصب دوہزاری و خطاب دلاورخان اتیاز
پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است
ازدواج یافت۔ و در عہد شاہ عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔
وچون صوبہ داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک
مقرر گردید دلاورخان در رفاقت او رخت بہ دیار دکن کشید۔
وچون امیرالامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور
خان را فوجداری رائچور از توابع بیجاپور تفویض نمود
وبعد زوال دولت سادات بارہہ و استقرار نواب نظام الملک در ممالک

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹ و نتائج الافکار صفحہ ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنهٔ تسع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۹) به سرابُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

نام مرشدِ او شاه ابراهیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضهٔ شاه بُرهان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شده۔ محوطهٔ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکه می دارد حیا در پرده محبوبِ مرا — دیدهٔ بیگانه داند مهر مکتوبِ مرا

مژگان بهم نیاید دلدار بی نقاب است — کی خواب میتوان کرد در خانه آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود — این تیر بے کمان چه قدر دور می رود

به محفلے که بیک درد صد دوا بخشند — چه می شود دلِ ما را اگر بما بخشند

نیست ممکن که بروی تو دمے خواب مرا — می زند دست به پهلو دلِ بیتاب مرا

چشم پوشیده توان کرد سفر — چه قدر راهِ فنا هموار است

شیشهٔ ساعت بود آئینهٔ دنیا و دین — گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

برزمینی که او بناز نشست — خاک بر سر گر آسمان نشود

به عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا — نشد آنچه از دست از پشتِ پا شد

روز بدیاری نمی آید زیاران دیده ام — سایه هم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویاے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) پیمانۂ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"
۱۱۳۹

شعلۂ آوازش چنین می بالد؎

بہر حالت کہ می بینی زعیبِ سرکشی پاکم | چو لایِ بادہ گر در عالمِ آبم ہمان خاکم
نہان کرد است صیّادِ من از راہِ فسون سازی | چو تخمِ عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف وشاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا رامی رسانید۔

وفاتش در سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱۵۶

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد | چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد
ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را | سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہٗ

از فقرائے شعر است۔ منشأ خیالاتِ رنگین ومصدر اشاراتِ دلنشین۔ از وحشت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد وتوکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاہ گل متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سہرندی بود قدس اللہ اسرارہم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبتش بہ زبیر بن العوام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے پیوندد و اسلام خان کہ بہ وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیدہ از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاہ یکی از اسلاف او از گجرات بہ دار السرور برہان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللہ از برہان پور برآمدہ رحل اقامت بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد افگند۔ و بہ ارادہ سیاحت ہم بر خاست و وطن اجدادی یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کردہ بہ شاہ جہان آباد برگشت و در ہمین مصر بیست و یکم جمادی الاولی سنہ احدی و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۱) متوجہ روضۂ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاہد سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است   نظر بہ آئنہ کن شیشہ و پری این است
گشتم شہید تیغ تغافل کشیدنت   جانم ز دست برد غزالانہ دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبہ خوشاب از اعمال لاہور توطن داشتہ اند۔ پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور و تتہ و ملتان رسید و آخر سالہا بہ فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عہد خلد مکان صوبہ دار تتہ شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نہایت جودت مے نگاشت۔ و تصویر در کمال تحفگی می کشید۔ و اقسام شعر بقدرت می گفت۔

در سنہ تسعہ عشر و مأئتہ و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مأئتہ و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعاے مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسن تعمیہ برآوردم ؎

خانِ والا رتبہ احمد یار خان　　ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان　　زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر　　ماتم او ساخت دلہا را دو نیم
چونکہ یکتا[۱] رفت۔ شُد تاریخ او　　جای احمد یار خان بزم نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستہ حسن" و "شہر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دوتا شدیم و قرار داد کہ باہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت بر لب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[۱] ای ہرگاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بربن معنی گواهیم آفرین ما | که احمد یار خان یکتاست یکتا

ودیگرے این مصراع ثبت نموده

"گوہر یکتاست احمد یار خان"[1]

این چند بیت ازان غزل طرحے است

تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی ریخیت	لشکر زنگ چو رومی بسر روسی ریخیت
بامیدیکه شود جلوه گر آن سرو روان	خاک شد جبهه و در راه قدمبوسی ریخیت
سرمه آلود نگاهی که بیادم آمد	که سر شک شفقی از مژه ام طوسی ریخیت
بردر بتکده از نالۂ زارم ناقوس	همه تن اشک شد و در بر ناقوسی ریخیت
شمع از اشکِ رخش بوقلمون سوخت به بزم	جای شهکش همه خاکستر طاؤسی ریخیت
ازبسکه سراپا زغمِ عشق تو داغم	چون کاغذِ آتش زده یک شهر چراغم
چه پرسی از سرو سامانِ من عمریست چون کاکل	سیه بختم پریشان روزگارم خانه بردوشم

(۹۱) شهرت ۔ شیخ حسین شیرازی

ازشعراء راست اندیشه ۔ واطباء حذاقت پیشه است ۔ اصلش عرب بود ۔ درایران نشو ونما یافته ۔ آخر سرے به هند کشید ۔ ودر سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد ۔ ودر عهد شاه عالم به اعزاز واحترام بسر می برد

ودر زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت ۔ ودر عصر محمد شاه احرام بیت الله بست وبعد ادای مناسک بدرگاه خلافت معاودت نمود ۔ وبمنصب چهار هزاری سر افتخار بفلک چهارم رسانید ۔

[1] نتائج الافکار صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۹) اتفاق اُفتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانہ شیخ حُسین | گوی معنی ز نکتہ سنجان بُرد
ہاتفے از برائے رحلتِ او | سال تاریخ گفت۔ شہرت مُرد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید و از انجا بتحریر در آمد ؎

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم | مالوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت تمنا دارم و نی نام مے خواہم | فلک گرو اگزارد یکنفس آرام میخواہم
نالہ پنداشت کہ در سینۂ ما جا تنگ ست | رفت و برگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ است
ای گل سرِ کوی تو جدا از وطنم کرد | من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شو تما در فروغت روز عالم بگذرد | یکنفس دم را غنیمت دان کہ این ہم بگذرد
مرا زلفت ز دام آزاد خواہد کرد مے دانم | ولی بعد از رہائی یاد خواہد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے | ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را | بد مستی عزیزان ہشیار کرد ما را
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مہلتے | در شکستِ نقدِ قلب خود ندارم فرصتے
پس از عمری کہ کردم ہمچو قمری خدمت سروے | براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواہش
غیر در بزم شکستم نکند پا قائم | زانکہ من خاصیتِ ریزۂ مینا دارم
بر یکدگر زیادتی از بسکہ می کنند | این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
بہ قاتل ہم توان بخشید خونِ خویش گر مردی | نہ کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکہ پیش از من بعیبِ کار من | دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرۂ من گرچہ گوہر شد ز سعیِ روزگار | کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اہل دولت غلط است اینکہ ہمہ بی دردند | ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

اى كہ مى گوئى كہ از صحبت گريزانى چرا | در بساطم عمر ضائع كردنى كم مانده است
بغير ظلم توقع مدارا از ظالم | كہ نخل شعلہ اگر بار مى دہد شرر است
كدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند | براى مردم گم گشتہ خضر راه كہ ديد

(۹۲) ثابت مير محمد افضل الہ آبادى

از احفاد مير ضياء الدين حسين مخاطب بہ اسلام خان خوستى سفيدونى متخلص بہ والا است كہ از امراء درگاه خلد مكان بود-

مير محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتى- و سيّار سپہر بلند فكرتى است- پايۂ فضيلت درسى محكم داشت- و در شعر گوئى و شعر فہمى و محاوره دانى فرس استاد بے نظير و مسلم صاحب كمالان شہر دہلى مى زيست- چندگاه در اردوى پادشاہى بتلاش منصب و جاگير سلسلہ طالع جنبانيد آخر پاى سعى در دامن قناعت كشيد و در دار الخلافہ شاه جہان آباد منقطعانہ بسر مے برد

و دوازدہم شہر ربيع الاول سنہ خمسين و مآتہ و الف (۱۱۵۰) رخت زندگانى بر بست- و در شاه جہان آباد مدفون گرديد-

جميع اقسام شعر استادانہ مى گويد خصوص در قصيده شانى بلند دارد- ديوانش حاوى انواع سخن است- در وقت تحرير- نسخۂ بدخطى بدست افتاد- و بہ مشقت تمام اين ابيات حاصل شد ؎

تا تماشاى دہانت كرد حيران غنچہ را | شاخ گل دستيست در زير زنخدان غنچہ را
مرد ہر دم قطع اسباب معيشت مے كند | ہر چہ مى افتد بدست تيغ قسمت مے كند
قسم بمصحف گل عندليب باغ تو ام | بمرگ شمع كہ پروانۂ چراغ تو ام
بند در رقيب پيش تو بر خود نياز را | چون نا مقيدے كہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن — صورت نمی پذیرد از دستِ خلق رستن

صیّاد بی مروّت شوقِ طپیدنم گشت — تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانهٔ نه نشستم بغیر خانهٔ خویش — شدم برنگ نگین سنگ آستانهٔ خویش

غنی در آتشِ سوزان همیشه چون حمّام — عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش

شمع افروخته را کس نفروشد ثابت — داغم دگرمیِ بازار ندارم چه کنم

این تیر خاکیِ نگهِ سرمگینِ او — می جوید از مزار شهیدان نشانِ ما

چون ماهیِ تصویر که در آب بیفتد — در جلوهٔ معشوق شود کم اثرِ ما

همچو گردی که بلند از اثرِ قافله شد — داد بر باد فنا رفتنِ یاران مارا

خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد — می کند صورتِ این واقعه حیرانِ مارا

شبنم من خوردهٔ گل را نه بندد در کمر — آبرو غافل ز فکرِ سیم و زر دارد مرا

یافتم از سلام مردمِ هند — سرسری بود آشنا یها

چشم بیمار ترا حاجتِ تعویذی نیست — هیکلِ ناخنِ شیر است صفِ مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جانِ عزیز — خورده گیران بر نمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس نخواهم واشت چشم از قامتِ سبز آن — بود تا در سوادِ گلشن هندوستان جایم

هست چون سبحه بهم ربط عزیزانِ جهان — نیکی ماند ازین سلسله بر جانه صدری

عکسِ رُخِ تو آئینه را رونے دہد — تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین — بر اوجِ سپهر کبریا ماه حسین

برخاست کمر بسته پے دعوے حق — انگشتِ شهادت ید الله حسین

(۹۳) راجح - میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوت من اعمال لاهور است مردی آزاده مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود- و در شهر خود قلندرانہ مے گذرانید- و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت- گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد-

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود- و عبور بر سرِ لاہور اُفتاد- دران ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمدہ و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد- و برخی از اشعار میبرزہ آورد و فقیر ساخت ازان جملہ است ؎

روز وصل از بیم ہجرانِ تو ام گریان گزشت — آہ عید آمد پس از عمری و دربا ران گزشت

چہ سان آموخت بیرحمانہ بر فتراک سر بستن — ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن

اگر با حق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری — ستون و سقف درویشان ہمین دست دعا باشد

(۹۴) آفرین- فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت- راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد- بسیار خوش خلق متواضع بود- دران ایام قصّۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند- این بیت از قسمیہ بیاد ماندہ ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد — کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم و ہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) واردِ لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد- ملاقات مشارٌ الیہ بمرات واقع شد- مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت- و از منظومات خود مثنوی "انبان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید | صبح شد صُبح نمازِ توحید
صبح یعنی که ظهورش همه جاست | شش جهت سجدۂ خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفته شد ؎

ستم بر زیر دستان مرو سرکش را خطر دارد | فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد
شہ سپاہ تغافل پیِ صف آرائی است | نقیب نالۂ صدائی که اشک مجرائی است
هنوز حسنِ تو نومشق جلوه پیرائی است | هنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است
هنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دهد | هنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است
هنوز سرو قدت گرچه گرد آغوش است | هنوز لعل شکرخا در آستین خائی است
هنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است | هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است
نهال مهر و وفا تا چه بار مے بندد | بهار حسن ترا آفرین تماشائی است
بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان | نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا
حسن را در اضطراب آرد شکوهِ عجزِ عشق | شمع می لرزد بخود از شوخے پروانها
گلِ آفت بود در ناتوانی خودنما بودن | عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را
داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونمے | شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمّالها
هست کارِ عاشقان بعد از فنا هم جذب دوست | تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است
بزور هزل زبردست من شود حاسد | چنانکه طفل پدر را بخنده زیر کند
بخرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را | قبایِ بیضه برتن می درد مرغی که کامل شد
مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست | عزّتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد
ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + | برگرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزوّر را　　ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعوری

(۹۵) روحی سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مہملہ دراول وآخر ونون وباء موحدہ ویای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللّٰہ ولی مے پیوندد۔ وسید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ ودر قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید ویکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد ورحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ ودر توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللّٰہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد وفیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید وغنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

ودر عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ وچندی بسیر آن مصر جامع پرداخت وباصاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللّٰہ تعالیٰ صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا وتوکل کشید۔ وعرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار باو گرویدہ بودند واز روی اعتقادِ صادق خدمت بجامے آوردند۔

فقیر وآن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ ودوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخر این است کہ در تاریخ ہژدہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشیان اتفاق اُفتاد- آن روز در انجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفہانی و آقا عبد العلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت-

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع وخمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۴) بحظائر قدس اُنس گرفت- و در زنبیر پور مدفون گردید- کاتب الحروف گوید ؎

سید نکتہ سنج حق آگاہ   گرد آہنگ بزم سبوحے

سال تاریخ او شود پیدا   وقت تکرار- جعفر روحے

۵ ۷ ۷
۲
۱۱ ۵ ۴

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند   سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند

نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است   گشت چشمِ تو ولی فتنۂ قامت باقی است

کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را   اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را

آب چشمِ خفتگان چون صبح باشد گرد ما   از عدم بیداریِ دل ہست رہ آوردِ ما

بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم   چو ماہِ نو کمندِ جاذبۂ حسن است ہر مویم

لباسِ عیبر عریانی نہ زیبد لعل و گوہر را   ز فیضِ مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را

سنگ گر سدِّ رہم گشت نگہ باز نماند   عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند

چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است   صاحبِ دل از شکوہِ حرف و صوتم محرم است

حرفم ز خود تراود چون خامۂ فرنگی   کے روسیاہ کردم از منتِ سوادے

کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست   شگفتہ جبہہ گدام آفتاب مے آید

(۹۶) اُمید- قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست- در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفہان آمد
و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد
و در عہد خلد مکان به ہندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و
در عہد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید- و در زمان محمد معز الدین
بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد- و در ایام ایالت امیر الامرا سید
حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد
رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید- و باین تقریب به ارکات رفت و بعد
چندگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدرآباد اختیار کرد- و روز جنگ با مبارز خان
حاضر بود- بعد کشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاه اُفتاد- و غزلے
طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت- نواب شفقت فرمود- و به مزید عنایت و
بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت- و حراست قلعه منی مرک از نوابع کرناتک
که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در انجا درست مے سازند- تفویض فرمود-
قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت- و بعد تحصیل زیارت
مراجعت نمود- نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت- و چون نواب
آصفجاه در سنه خمسین و مائته والف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان
در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود-
درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد- خوش خلق رنگین
صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت زا بودن خوب می دانست و می گفت
و چون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت وازان وقت در دار الخلافه بار اقامت کشاد ودر سنه تسع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۹) در انجاجهان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید

خان سخن گستر سحر آفرین رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من یافته-جان داده قزلباش خان

ازو منقول است که روزی پیش ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم- ذو الفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند-

این چند بیت از دیوانش نقل افتاده

زمانه برسر جنگ است یا علی مددے وگرچه وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من یکشب اگر تو هم بنشینی بروز من
خوشا وقتی که می بالید از جانان بر و دوشم برنگ ماه نو هر شام پر می گشت آغوشم
گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانه ام چون کمان حلقه بیرون شد در دن خانه ام
خدا نا کرده اندوهت چرا نه دوستان باشد شنیدم کلفتے داری نصیب دشمنان باشد
بدشمن دوست-بامن سرگرانی بارها گفتم نمی خواهم چنین باشی تو میخواهی چنان باشد
بسا کشاد که در بستگی شود ظاهر کلید روزی استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم هست بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر- شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل اله آبادی است قدس الله اسرارهما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے انداز د و سواد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سر حلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت وکوکب دری اوج ہدایت بود وفضائل صوری ومعنوی فراہم داشت۔ نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود وغیر بنی الخلفاست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین والف (۱۰۳۸) دست داد ودر آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل وترحل نمود ونزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود وقضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان ملا عبد السلام دیوہ است ومولانا نور الدین جعفر جونپوری ودیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ ودر فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ ودر عمر بیست وپنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ فائز گشت ونعمت وبرکت محمدیہ فراوان اندوخت وبہ اجازت وخلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ وبہ تلقین اصحاب وتعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص وعام عطا کرد وطالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی وفارسی وافر دارد واز انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یزار ویتبرک بہ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی وداماد وسجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت وطریقت

بود- وجواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسنِ دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو ونما یافت- واز بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید وتا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود- ومدتہا مدارج سلوک درنوردید- وبشرفہ کمال وتکمیل عروج فرمودہ بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت- وبعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت وقبولی عظیم یافت وخارق عادات بسیار سرزدہ وکتب ورسائل کثیرہ تصنیف کردہ در کشف مشکلات علوم ظاہر وباطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی برعلو فطرت وکمال تبحر-

شب دوشنبہ یا ندہم جمادی الاولی سنہ اربع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۴) درجوار رحمت آسود وآیۂ کریمہ "لَقَدْ رَضِیَ" تاریخ است- مرقد مطہر درپہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زیب سجادۂ ابوین وفرع آسمان سای اصلین طیبین است- صاحب صفات رضیہ ومناقب سنیہ- اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری- میزان عدل نقلیات- برہان نقد عقلیات- تشرع بدرجۂ کمال داشت وہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت- بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت ویگانہ وبیگانہ رابہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات درسفر گذرانید- درجمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے پیوستند- شیخ از ماکولات وملبوسات خبر ہمہ مے گرفت- وما دامی کہ عامہ رفقا راطعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت-

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد وبرادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود- و کتب تحصیلی مرتب گذرانید وبرصدر استادی نشست ودرسفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جوہر فہم وذکای او از بس عالی اُفتاده بود و در مقدمات غامضه علمی بسرعت تمام تر می رسید۔

جدامجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حواله شیخ محمد یحیی کرد۔ مشارٌ الیه در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدآحدود سنہ اربع و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان وقبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سره اتحاد وارتباط بدرجۂ کمال شد۔ وچون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیده راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزه کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلده بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت۔ والحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

وعمده جہت جامع با این اعزه اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّره از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمدٌ فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مأتہ والف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۱) بہ بندر جده نازل شد۔

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش آن جهاز ما رسیده بود استماع یافته بر لب دریا چشم در راه انتظار داشت- بمجرد نزول از کشتی هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدۂ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانهٗ مالیدیم-

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنه احدی وخمسین و مأئة والف (۱۱۵۱) بر جهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت- و در سنه اربع وخمسین و مأئة والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت- و رخت کوچ از الہ آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادۂ حرمین شریفین کرد- بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چهارم محرم سنہ خمس و خمسین و مأئة والف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرہتہ دکن که از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد- بیست و نهم محرم سنہ خمس وخمسین و مأئة والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپها آتشِ حرب اشتعال گرفت- ہنگام نماز عصر گوله توپی تختهای بسیار متابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید- شیخ محمد فاخر مکتوبے به فقیر فرستاد در انجامی نویسد که :-

"میر غلام حسن چون مُرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید کلمه بخوانید- "ماهم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم- لبهای شریف ایشان در حرکت بود- چون در اجل "موعود- اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم که کلمه بخوانید- اول سخن که از ایشان سرزد "این بود که می خوانم و به این نہج مے خوانم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه

"علیه وسلم گفتم نخوانید ہمین بکارمے آید - باز گفتند خوب شد آنچه شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبه - متبسم شدند - غالباً بیاد حدیثے که در فضل موت روز جمعه وشب
"آن وارد شده در تبسّم آمدند - والاکدام وقت تبسّم بود - باز گفتند من نماز عصر نخوانده ام مرا
"تیمم سازید - به تیمم نماز عصر بر پشت غلطیده خواندند و بدستور مغرب و عشا - تمام شب پیش
"ایشان نشسته بودم کلمه مے خواندند - درمیان حرفے هم می گفتند - یک یک رفقا را طلبیده
"استعفا کردند و کلمه خوانان شب را بآخر رسانیدند - هرگز اثر جزع از ایشان ظاهر نشد
"می گفتند هرگز اثر درد معلوم نمے شود - مزاجی که سابق داشتم دارم این چگونه زخم است
"که اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست - وقت صبح که به نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم - بعد از نماز دیدم انتقال روح شده است اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشهٔ کشتی غسل داده و تکفین نموده و نماز خوانده بدریا سپردیم - باوجود آنکه آب ساکن بود
"و هوا غیر متحرک - جثهٔ ایشان چون تیر از جهاز دور تر رفت - تا بدن مبارک ایشان بر جهاز
"بود وَجهه جهاز جانب مکّهٔ معظّمه بود - بعد از آن قلیم جهاز را قابض گردیدند - زخمے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبه و انقطاع نفس روز جمعه سلخ محرم سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵)
" انتهی المکتوب ملخصا -

میرزا عنایت اللّٰه بیگ اندجانی متخلص به راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شهید شد به رهِ کعبه سیدِ سندم"
۱۱۵۵

و محرر کلمات شرارے از آتشکدهٔ دل بیرون مے دهد رباعی

تارِ نفسم گسسته شورم بردند بازوی مرا شکسته زورم بردند
داغ است دلم که رفت نورِ بصرم نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظهور این سانحه شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاهده اُفتاد که بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت - و بے جنبش ابروی قضا صد هزار ناوک

صبیدی نتواند انداخت۔ برادر شہید باسامان طریق وفراوان رفیق جادہ پیما شد و بندہ تن تنہا بے زاد وراحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد۔ نیرنگی قدرت تماشا باید کرد کہ طوفان حوادث خاک اورا بر باد فنا داد۔ و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش امن وامان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان زتن بر آید

ودیگرے سر آید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم ترا یا دست من یا خون من در گردن امشب

ازین دو صورت اول نصیب ماشد وثانی نصیب شہید مرحوم۔ واورا رُتبۂ دیگر عظیم تر حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رُتبہ حاجت بشرح ندارد

القصّہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند وجہاز را با متاع ومسلمین گرفتہ بہ بندر بسبی بردند وبحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از جانب خود دادہ از بسبی بسورت رسانیدند۔ واشیاء واسباب ایشان را جز صندوق کتب ہمہ را بتصرف آوردند۔ شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کردہ در ماہ صفر سنہ ست وخمسین ومائتہ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست۔ قضارا جہاز بہ تباہی شد۔ وبہ کنار بندر مخا رسید۔ شیخ چند ماہ در مخا اقامت کردہ در موسم کشتی متوجّہ مکہ معظمہ گردید۔ وبیست ودوم رمضان سنہ ست وخمسین ومائتہ والف (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد۔ وہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) یازیہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:-

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف "آوردند۔ فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد و بعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم "وبعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ صادق برآمد۔ ومیرزا خان جانان "مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت ششم رمضان سال مذکور "نقل مکان بخانہ فقیر کردند ہشتم منہ رخت کوچ بر بستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند "وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) از راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرمین کشند۔ و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بندر ہوگلی بر جہاز نشست۔ قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاٹگام کہ منتہای دیار شرقی عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاٹگام گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سر راہ نذور فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصدِ شاہ جہان آباد کرد وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومأتہ والف (۱۱۶۲) واصلِ آن شہر شد۔ وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت و باز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر بست۔ ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ وغرۂ شعبان سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا بر آید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" عمرش چہل وچہار سال۔

درحالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبر مرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا در جوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب ازین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بر دل یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرمے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

بباغ عاشقی از میوہ وگل نیست سامانے ۔۔۔ کنم بادام ونرگس را فدا اے چشم گریانی

آئینہ باصفای رخت روگرفتہ است ۔۔۔ گل پیش آن دہن دہن بو گرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او — مژگانِ چشمِ یار بود سیرگاہ او

برمیان برزدہ دامان زکجا مے آئی — مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی

حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را — گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را

مور را درخمِ زلفِ تو بہ بیند مارے — عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است

مرا از آمد ورفتِ نَفَس روشن شد این معنے — کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدبار می گردد

دنیا عزیز کردۂ دنیا طلب بود — از التفات شوی بود قدر زن بلند

کنند گور پرستان زیارتِ زاہد — کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است

بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے — ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش

در گلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم — آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ — از چار اصول دین خبردار نۂ

در طبع تو این چہار عنصر باہم — تا ہست باعتدال۔ بیمار نۂ

رباعی

گرتن بہ بلاہای قضا نتوان داد — از کف سر رشتہ رضا نتوان داد

در ہر چہ نشد مگو چنین بایستے — تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی۔ شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است۔ کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود۔ و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت۔

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اور ادر خورد سالی مرید گرفت۔ و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ وبعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست۔ وطریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ افگن از پا اُفتاد و این حادثہ بیست ویکم جمادی الاولیٰ روز چہار شنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث وستین ومائتہ والف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید۔

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ وشیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید۔ مے گوید ؎

افضلی شیخ کامل و غالب	آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ	آہ رفتند ہر دو زین عالم ۶۳ ۱۱

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت وشعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است ؎

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است	چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صیدِ عام کرد	چون نگین درحلقۂ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعراو مشہور تر گردد	کہ صافی تر کند گردِ یتیمی آب گوہر را
لبِ گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم	عقیق کندۂ نامِ دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دختر زادۂ شیخ محمدؒ افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادۂ شیخ محمدؒ ناصر افضلی اصلش از جونپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمدؒ افضل جونپوری اُستاد علامۃ العصر ملّا محمود جونپوری بود۔ غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید — فی الحال مہِ نو بفلک گشت پدید
از بسکہ فزود عشرت از آمدنش — ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

اواخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست ؎

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش — برنگ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش
گذر از کوچہاے تنگ کو صاحب دماغان را — نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سیر مہتاب دو چندان کند آرایشِ حسن — سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یاد ابروسے برم — تیغ قاتل رہبرِ ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم — عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما — دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) متولّد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ؎

"بر سپہرِ سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد ازانکہ سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی

کہ از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت

سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ

جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را در عقد ازدواج او در آورد۔ و از حضور سلطانی

بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودلیسہ

فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغاسازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود

را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدرآباد

(دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین ومائۃ والف

(۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[۱]۔

در شعر زبان خوبی دارد۔ و مضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان مجموعہ بخط خودش بنظر در آمد

و این چند شعر فرا گرفتہ شد ہ

کو ساغرِ مے تا دمے از ہوش خود افتم	مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک بخاک رساند غرور ما	کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسانِ شیشۂ ساعت رفیقِ کار پیدا کن	بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جہان قائم ازان ذات یگانہ	برپا چو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد	کہ زخم کہنہ را خاکسترِ عقرب دوا گردد
زدونان کی بجود در ماندگان را کار بکشاید	گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۰ ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را — ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگلزارِ محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم — کہ عمرم جملہ صرف اجتماعِ دوستان گردد
سراز مضمونِ آن زلفِ سیہ بیرون نمی آرم — کہ در چشمم چو مکتوبِ مرکب خوردہ مے آید
تسکینِ دل ز صحبت روشندلان طلب — آئینہ بیقراریِ سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفترِ ایام — کہ خود بخود ورقِ این کتاب مے گردد
مے زداید چو نگین سجدہ سیہ روئی را — کاش پیشانی خود وقفِ زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بہر صورت کہ ہست — کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
چون درختی کہ ز ہر شاخ دہد ریشہ بخاک — در سجودِ تو ز ہر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم — بفشارم لبِ ساقی و بہ پیمانہ کنم
رتبۂ شخص فزاید ز صفاے باطن — چون نگینے کہ گذارند ورق درتہِ او
درین چمن بچہ امید خوش کنم دل را — چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے
پندار از ضعیفان کار سنگین برنمے آید — کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والدِ او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آبا و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان و عشرین و مائۃ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل بر زد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاہ نطاق عزم بگلگشت ہندوستان بربست۔ و در سنہ تسع واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۹) از بندر بصرہ بہ بندر سورت رسید۔ و ایامی درین شہر توقف نمودہ از راہ دریا سری بدیار بنگالہ کشید و در سایۂ عاطفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ بصبغۂ مصاحبت مدتے بسر برد۔ و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبہ دار او دلیسہ برگزید۔

وچون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میر ہم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جُدا شُدہ در ظلال مرحمت نواب آصفجاہ خدیو کشور دکن مدتے روزگار گذرانید۔

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاہ برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشۂ انزوا گرفت و بایکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نمودہ بتأہّل پرداخت۔

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاہ سنہ ستین ومآتہ والف (۱۱۶۰) بامیر ملاقاتہا مستوفی دست داد۔ بعد ازان در سنہ خمس وستین ومآتہ والف (۱۱۶۵) ورود فقیر بہ حیدر آباد صورت بست و دید وا دید مکرر بعمل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران۔

صریر کلک اقدس سامعہ می افروزد ؎

ظالم از عربدہ بار ستم خویش کشد — عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

نباشد خودنمائی مردم افتادہ از پا را — کہ رنگینی نباشد سایہ گلہاے رعنا را

عمر بہیچ مے رود رحم و جفاے یار کو — وصل سبک عنان چہ شد ہجر گران وقار کو

نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست — خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست

رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد — این کمان از بسکہ بیجا ماند آخر خانہ کرد

پرتو خورشید را آئینہ سازد گرم تر — مہر کم را سینہ صافیہا فراوان مے کند

ریاضت در جہادِ نفس باشد حربۂ مردان　　خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقشِ بوریا گردد

سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان　　در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست

دولتِ بے رنجگان سرمایۂ سنگین دلی ست　　خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود

تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن　　یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزوست

(۱۰۲) حزین - شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبتش بہ ہژدہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر تتہ رسید۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دار الخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہاردہ [۱۴] سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید۔

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبر آباد وقفہ کرد و ازانجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چندے ازانجا بہ عظیم آباد پتنہ رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبع او بہ دستخط خود تواضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔
این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون | آہ دل سوختہ کان منفصل آید بیرون
باشد بہ چمن ہر رگ گل دام ہوسہا | رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا
پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم | آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم
ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد | در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد
شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی | گو مشتِ خاکِ ماہم بر باد رفتہ باشد
دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی | بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبدالرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول با نواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسر مے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ برگزید۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا | در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو برگرد سرش سے گردم یک دورۂ تسبیح نماز است مرا.

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعراء حال۔ و تازہ گویان خوش خیال است۔ قریب پنجاہ[۵] سال است کہ در گلستان سخن عندلیبے می کند و بدستیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند۔ فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ تقلم آورد۔ مشارٌالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا عمل نمود۔ و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ :۔

"فقیر بخدمت میر عبد الجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبت شعر اتفاق "افتاد۔ حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہر زادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ منتہی می شود۔

و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عَطَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند۔

ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مائۃ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد۔ از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ۔ و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ۔ و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ۔ سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد۔

و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) بہ دار الخلافہ شاہجہان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شہر بسر می برد۔ وہنگامۂ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رسالہ "موہبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورسالہ "عطیہ کبریٰ" درفن بیان۔ ہردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشتہ۔ وفرہنگ "سراج اللغۃ" بطور برہان قاطع و "چراغ ہدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید کہ در کتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" مشتملہ لغات ہندیہ کہ فارسی وعربی آن در ہند غیر مشہور است۔ و "شرح سکندرنامہ" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبۂ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر بر اشعار عرفی وغیرہ و نسخۂ "داد سخن" شرح قصیدۂ ابوالبرکات منیر کہ در اعتراضاتِ شید ابر قصیدۂ قدسی محاکمہ نمودہ۔ وشرح گلستان مسمی بہ "خیابان" و تذکرۂ اکثر شعراء متقدم ومتاخر کہ درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد۔ وکلیات او نظماً ونثراً قریب سی ہزار بیت است

وبعد از انکہ خط مشارٌ الیہ چہرۂ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازہ از شاہجہان آباد آوردہ این ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ۔

مگو کہ چارۂ دل از سبو نمے آید کدام کار کہ از دستِ او نمے آید

چہ چشم دوستی زین سادہ لوحان داشتن چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشتن

در ہوایِ آن پری رو چشم من پرواز کرد طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد

کجیئے نیست در طریق خدا بنگین راست می کنند دعا

محض معدومیم و در عالم ہویدا ئیم ما خوب اگر فہمد کسے تصویر عنقائیم ما

نماند ہمچو حنا ہیچ اختیار مرا سپرد بستہ بدستِ تو روزگار مرا

چو شبنم آبلہ پیدا ابروی آن گل شد قماش حسن بہ بیند کہ چشم بلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند | از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند

دفع غفلت زندگی افزای انسان می شود | عمر از شب زنده داریها دو چندان می شود

گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید | چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید

دلبران باهم آشنا مشوید | مبتلائیم ما شما مشوید

بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد | شراب میکده ام لذت گزک دارد

می کند ناز خطِ او نه دمید است هنوز | بید مانع است که نیگش نرسید است هنوز

عرض بی طاقتی خود بچه انداز دهم | بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دهم

وحشت آموزِ غزالانم من | شهر استاد بیابانم من

به بزم می پرستان خود نمائی شیخ کمتر کن | بسانِ شمله اسبابِ معیشت را بسر سر کن

شنیدم از رهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده | شود ای کاش شمعِ محفل من ماه آینده

ندارد یاد ایام جدائی چشمِ مستِ او | حسابی نیست در پیشِ فرنگی سال هجرت را

فریب خوش پسران خوردن آرزو رسم است | ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را

شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر | که شاه مملکتِ فقر چون تمر لنگ است

هر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است | آدم آنست که او را پدر و مادر نیست

تغافل این همه رسم کجاست جان کسی | بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست

گرفت آن مهِ هندی مهِ دگر در بر | دگر مپرس حکایت که چند در چند است

گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من | ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است

نیست خالی از تناسب عضو عضو آن پری | ساق سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست

چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی | بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت

می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان | از بزرگیها بود گر بی وقارم کرده اند

خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود | تو گاهی کرده باشی یادِ من یادم نمی آید

حسود پست شد آنجا که ببیت خود خواندم | چنانکه بر سر کس خانهٔ فرود آید
نمی فہمم زبانِ ترکی چشمِ سخن گویت | اشارتہای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد
نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او | ہمچو خوش خط مہرکن در نیکنامی صرف شد
دیده باشی گلِ شبنم آلود | گریه را ہم دلِ خوش می آید
آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال | عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد
کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتاں | سرو این باغ است دارِ عشق پیچاں بیشتر
لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی | ای آینه ما قدر تو نشناخته بودیم
پامال کرد خونِ منِ تیره روز را | زانو سیه سمند سواری که دیده ام
نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب | که در شکنجه فتد چون شود کتاب تمام
ربود از دلِ عشاق بیحضوری را | غبار خط تو خاک شفاست پنداری
زنّار و قشقهٔ ما بے سبحهٔ نباشد | چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی
خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان | زمینِ شعر کجا حقِّ شفعه داشته است
شود چو بازوِ من نازِ بالشِ خوابت | تو خود بگو که مرا آن زمان چه باید کرد
واجب القتلی نخواہد بود زینسان درجہان | خونِ عاشق نیز چون شنجرف باشد کشتنی
آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور | حیف آن عاقل که ماند زنده بے کیفیتے
ہر چند از وئیم و لیکن ہمه اوئیم | مانندهٔ قبلے که تراشیده زعاج است
آن دو گیسوے سیه بر روی رخشان آرزو | شعر ہندی بوده است از میرزا روشن ضمیر

پوشیده نماند که بعد تمام سرو آزاد - سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاسته رخت سفر به دیار شرقی کشید - و در بلدهٔ لکھنو آمد - و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبه اودھ برخوردہ بلطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجه سنه سبع وستین ومائة

والف (۱۱۶۷) درگذشت - آرزو با شجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدر شد بسر مے برد - و در جمادی الاُخریٰ سنہ تسع وستین و مأته والف (۱۱۶۹) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد - و در همین شهر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر   زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش   بگو - آن جانِ معنی آرزو رفت
۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظهر - میرزا جانجان سلمه الله تعالےٰ

مظهر فیض الٰہی است - و مشرق صبح آگاہی - شاه مسند فقر و فنا - و مقیم آستان توکل و استغنا -

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجه تسمیۂ او توان دریافت امّا نام وتخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است که پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرموده و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نموده یعنی ؎

جان اول مظهرِ درگاه شد   جانجان خود مظهرِ الله شد

لیکن نام او برالسنه میرزا جانجانان جاری شده - این اسم هم معنی بلند دارد

فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته اما غائبانه اخلاص کامل است وهمیشه به آمد و رفت مراسلات خط همکلامی حاصل -

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است - و به اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری - نوعروس مقال را بمشاطگی ذهنش طرز تازه - و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازه - شعلهٔ آوازش آتش زنِ خرمنها - وشوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت نسخۂ ترجمہ این است:-

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب
"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مأۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمای
"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد
"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ
"بہ شیر بیشۂ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأۃ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود
"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد
"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون
"پادشاہ اتفاق اُفتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ
"شعار مردم این خاندان بود

"میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور
"واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

"و این خاکسار از بدو طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت
"غبار خود در ابدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم
"بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد تجرید و تفرید
"اختیار کردہ نان بر خوان دونان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی
"کہ نمک خمیر اوست گاہ گاہ لبی بفریاد وا می کند۔ چون نالہ اش موزون واقع می شود احباب از راہ جوہر
"شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانی بر

"سخن بخیده - زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - او سبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند

"ومن اشعاره"

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام | چون صبا بادفروشِ گل و ریحانِ توام
ہمچو سیلاب روم گریہ کنان جانبِ دشت | من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ توام
طرفہ شمعی تو که چون صورتِ فانوس خیال | متصل گردِ تو می گردم و حیرانِ توام
خوب گفتی غزلِ مرثیۂ من مظہر | جان ندارم که دہم کشتہ احسانِ توام

آنکہ روز و شب بلا گردانِ دیدارِ خود است | داغ ہمچون آفتاب از دستِ رخسارِ خود است
پشت پائی بر حنا زد سر مرا در خاک ریخت | از پی آزارِ من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد | اگر عریانیم چون شمع نارم پیرہن گیرد
ہنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد | درین رہ تیشۂ باید که دستِ کوہکن گیرد
ازان پیراہنِ خود چاک می سازم که می ترسم | گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد
ازین عالم مجردمی روم چون بوی گل مظہر | که نترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب ورست کند گر بہا بہ زاریِ ما | ہمین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کاہید دخلہای سخن گرچہ تن مرا | بالید چون نگین مُنَبَّت سخن مرا

مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد | تر ابر نعش من چون دید گفت این مردہ جان دارد

سوز دل از بنِ ہر مویم نمایان کردہ اند | این جفا جویان مرا سرو چراغان کردہ اند

سحر عیدِ گل و عاشورِ بلبل در چمن دیدم | برنگ آمیزِ گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشہد پروانہ شمع خواہم بُرد | اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد | توان آویخت از شاخِ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چرا افتاد گرفتاریہاست | حلقہ بر حلقہ چرا فزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت | این بدخشی از کجا در سبزہ زار افتادہ است

هیچ کس بر جامه زیبان قتلِ من ثابت نکرد　　گرچه خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود

نداشت هستیِ من تا عدم سرِ مو فرق　　کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

مبین آئینہ گردی زخمی تیغ نگاہِ خود　　ضرور است ای پسر از صحبت سیفی حذر کردن

جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے　　شہرہ دارد کہ درین خانہ پری مے باشد

بتان اگرچہ ندانند قدر مظہرِ ما　　خدا گواہ کہ دیوانہ سخت مغتنم است

(۱۰۶) درد مند - فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است - و شعراء خوش تقریر -

اودگیر شہری است از توابع محمد آباد بیدر - مرقدِ منور شیخ صدر الدین قدس سرہٗ کہ از مشاہیر اولیاء دکن است درین شہر واقع شدہ - راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ -

مولدِ فقیہ صاحب اودگیر است - در صغرِ سن ہمراہ والدِ خود مطابق سنہ ست و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۶) از دکن بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد رسید - و در ظلّ عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ وحدت سہرندی قدس اللہ اسرارہما جا گرفت - و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید - بعد چندی والد او رخت زندگانی بر بست - میرزا جانجان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ اورا در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظہر مباش غافل از احوالِ دردمند　　لعلیست اینکہ در گرہ روزگار نیست

شعر فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید - ساقی نامہ ریختہ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ -

فیمابین فقیر و مشارٌ الیه غائبانه اخلاص وافی است و همیشه طریق مراسلات مسلوک
درین ایام به تقریبی از شاهجهان آباد بسمت بنگاله رفته و نزد ناظمِ بنگاله به جمعیت
مے گزراند

اشعار او به فقیر کم رسیده - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشته بود از ان است ؎

بزخم خویش از ان کوهکن نمک ریز است | که شور خندهٔ شیرین بکام پرویز است
در کوی میفروش نماند آبرو مرا | لب تشنگی فروخت بدستِ سبو مرا
جان بیکسانه دادم و شادم که عمرها | بود است برمرادِ تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافعِ روزِ محشر | هر روز بود عید غدیرِ دیگر
چون جام بود چشم امیدم درحشر | بردست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاهر کردی | وین عمر دو روزه بار خاطر کردی
بعد از مردن رهت بخاکم اُفتاد | اول بایست آنچه آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاه پادشاه است - بعنایت شاهی ممتاز بود - و به خطابِ
معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کرده - و در تلامذهٔ میرزا
فائق برآمده - امروز منتخب شعراء شاهجهان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق
او آباد -

گلدستهٔ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شهلایش چو می آشام مے گردد | دُکانِ حسنِ خوبان تخته چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل   جدا ز صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والاگہر خواندہ۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رساندہ۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌ الیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شدہ۔ بعد از طی عرض راہ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) داصل آن بلدۂ فاخرہ شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوہ گر از جا بر داشت   رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا بر داشت

بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن   کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب   چیدہ مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسردہ خواہد ماند یا وا می شود روزے   ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا نا کردہ گر صیّاد از دامم رہا سازد   اسیرِ حلقۂ برگرد سر گردیدنش گردم

سر بر نداشت نکہتِ گلشن ز شرم او   بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت[1]۔ میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بمبداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۱۹۔

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید وہلال استعداد ش
درسنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہے می شود
جدش سید علی بہ اقتضاء آبخورد از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر
محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ ودر خجستہ بنیاد اورنگ آباد
رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و
بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا درسنہ احدی وثلثین ومائۃ و
الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا
بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر
عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔

"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات
" واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب
آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دوہزار
دیانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

وبعد رحلت نواب آصفجاہ وتمکن نواب نظام الدولہ شہید برمسند ریاست
دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس
دکن قیام دارد۔ وبہ عہدۂ انشاء ومنصب چہار ہزاری وخطاب معز الدولہ فرق
امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست۔ وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا۔

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان می‌شوی | این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی
نه بهر آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم | دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم
در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند | این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند
فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام | سرو آزادم و پابند گلستانِ توام
بسملم کردی و پر مے طپم آزرده مشو | می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام
بے بهارِ خلق شهرت با هُنر دمساز نیست | نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست
منتهای کار عاشق از بدایت روشن است | شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست
شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم | مانند شمع سوخت زبانی که یافتم
منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است | از قتل بدتر است امانی که یافتم
راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت | بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی
لذت همه در مناسبتهاست | از شیر دل شکر کشاید
هوس زخم بمهتاب تجلی دارم | کاش عریانیِ من رنگ کتانی می داشت
توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند | هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست
آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاریِ دل | گفتم آن شیفتهٔ بے سر و پا حاضر نیست
بخاک میکده رندانِ مست محترم اند | سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد
تا در فتند از پیِ روزی بیکد گر | صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا۔ جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان۔ ونسبش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید وقبول تمام یافت۔ وپس از چندگاہ متوجہ گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمدآباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل وکمال بودند۔ وبہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ واز چند قریہ کہ اکبر پادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت وبخدمات عمدہ ممتاز بود واز علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدرآباد است نشوونما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ ودر اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ ودر رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ وصحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ وجامۂ میرزائیت برقامت او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم — این مشت پر تواضعِ صیّاد می کنم

درسراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست — کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

نرسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی — بخیال آستانش من ومشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان — رقمی نمودہ آہم دو سہ مصرعِ ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستہ پیش من بیار — مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم | معاشران چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت | مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است | بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد۔ میرزا علی نقی

از قوم قاچار است۔ مولد پدرش نقد علی خان۔ همدان۔ و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت۔ نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هندشتافت۔ و در عهد آصف جاه مدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدر آباد سرافراز بود۔ و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرده۔

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دارالسرور برهان پور است۔ بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید۔ و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مأته و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد نقد امتیاز بدست آورد۔

اول مرتبه در اورنگ آباد دوار دفتر خانه شد و بعد ازان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق افتاد۔ جوهر قابلیت سرمایۂ اوست۔ و زیور تهذیب اخلاق پیرایۂ او۔

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ۔

بدست یار سپردند اختیار مرا | توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا
یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت | عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت
ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش | بر رقیبم دست گریبانِ گریبانش بکش
دلم تو بردی و من انتظارها دارم | بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند ہرچہ از تو بگفتن شتاب کن | خود را مثال آینہ حاضر جواب کن
خطاست اینکہ بگویم بہ جبہہ چین داری | خدا نکردہ مگر در گرہ ہمین داری
خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری | بقربانت روم ظالم چہ تحریری چہ تقریری
گفتۂ دل شکنان بہ کہ فراموش کنی | این گہر بمن ندارد کہ تو در گوش کنی
گیرم کہ در کفم ہمہ رنگِ حنا شوی | آخر تو رفتہ رفتہ ز من بیوفا شوی
بروی مشہدِ پروانہ شمع را دیدم | کہ چادری زگُلِ داغ میکشد امشب
بی خوردہ دلِ لالہ برو داغ ز گلشن | آرام متاعی ست کہ بی زر نتوان یافت
بالیدہ بود پر بخود آخر خراب شد | چشم حباب کور شود این سزای اوست
راست می گوید اگر سرو کہ ہمدوشِ توام | بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد
دلم از تست میخواہی ببر من پیشکش کردم | بہر صورت ترا آئینہ در کار است می دانم
ادل ابروی تو دیدیم ز معمورۂ حُسن | ما درین شہر مبارک شب ماہ آمدہ ایم
دارد ہمیشہ در بر پیراہنِ مُعَطّر | ما را ز گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار۔ عبدالوہاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است۔ در ایام تالیف این کتاب ترجمہ خود را باشارۂ نقیر انشاء کرد۔ و نسبت بہ مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد۔ ہر چند بساط عذر گستردم ناطقہ را بمُہرا برام بند ساخت۔

نسخۂ ترجمۂ این است:۔

"فقیر عبدالوہاب متخلص بہ افتخار از سادات بخاری الاصل است۔ سلسلۂ نسبش از طرفین بہ
"مخدوم جہانیان بخاری قدس سرہ منتہی مے شود۔ مولد و منشا این لمود بے بود احمد نگر
"دارالسلطنۃ سلاطین نظام شاہیہ۔ چون ازدواج فقیر با صبیۂ سید مرتضے خان بخاری حارس

"حصار شهرپناه دولت آباد اتفاق اُفتاد- باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
"ریخته شد- بعد ازان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
"ومشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت- گویند شخصی این بیت
"تکراری کرد ے

خدا ناکرده گر آید اجل پیش　　بامیدِ که بگذارم جنون را

"فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" لله الحمد و المنه که جگر گوشگان اشعارم
"هریکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
"نتایج ارجمندداری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم- سخن
"آفرین تعالی شانه این غریب زادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
"بلند فطرتان جلوه گر گرداند ے

بود فیضانِ دیگر چشمهٔ دادِ الهی را　　زماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیرِ غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم　　زند برهم نسیمی منصب صاحب کلاهی را
غیرت افزای بهار است گلِ رخسارت　　شمع افروز تماشاست مهِ دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام　　گردشِ خامهٔ نقاش بود رفتارت
ابرو که بود نازکشِ وسمه نخواهم　　چون پی بکمانی که دوکار است نچیم
بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم　　که چشم دوربین نزدیک بیند دور دستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیده ور　　اول به بیند آینه آئینه ساز را
سازنده است سروقدش را زمین چشم　　تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست
سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل　　دل را بدل رهیست الهی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا　　هر ماهِ نو مقدمه عیش عید نیست
نگینم بندگیها هیچکس چون من نمی داند　　بنامی آشنا می گردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گرہ زد۔ شد دلم اینجا بدام / می توان دادن سرانجام امور از راہ دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او بامشق سخن درست نشستہ۔ از و می آید ؎

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را / ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را
گل کند از باطن صاحبدلان بی تصد فیض / در گرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہِ او چمن آرا گردد / شاخ آہو قلمِ نرگسِ شہلا گردد
صندلی رنگ بتی گر سرِ درمان دارد / درد ہم گردِ سرِ ما بہ تمنّا گردد

رباعی

رونق دہِ تخت شرع شاہِ نجف است / روشن کنِ آفتاب ماہِ نجف است
شاہی خواہی وگر نو راہے طلبی / شاہ نجف است و شاہ راہِ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است و اسامی کتبی کہ ماخذِ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد و مقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدءِ فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد بر زبانِ قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم و ذکر این طائفہ را طراز دامنِ کتاب می سازم۔

تمہید شعراء بلگرام

برصیرفیان نقود اخبار و مبصران جواہر آثار ہوید است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت۔ وطلیعۂ غازیانِ کفرشکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب و عجم باقامت این دیار پرداختند وعلوم ابوالبشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ از انجملہ سخن موزون کہ از ان وقت تا زمانِ حال ماہرانِ این فن شورہا

برانگیخته اند۔ و رنگہا از خامۂ بوقلمون ریختہ۔ امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پای تخت سلاطین بوده اند و در اطراف و اکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی کہ ہر سہ از شہر دہلی برخاستہ اند وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ و از عہد اکبر پادشاہ سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید۔ ازانجملہ شہر بلگرام حَفِظَہُ اللّٰہُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

منِ سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن امّا باثبات مآثر این اعزّہ کرام بر صفحۂ روزگار حق عجیبے ثابت کرده ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آورده۔ سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید کہ باصلاح سخن اینہا پرداختم غلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ تَعَالٰی شَانُہٗ می داند کہ باعث اظہار این معنی نہ برخود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن۔ بلکہ از سرِ عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الٰہی کشوده ام۔ و لب بہ تذکّر عنایات شاہی وانموده۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ۔

(۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدماء شعراء این مقام۔ و نکتہ سنجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محلہ قاضی پوره در دامن بلندی۔

پدرش او را صغیر السن گذاشتہ متوجہ عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان کہ از نوکران باامتیاز درگاه اکبر پادشاه بود در حجر عاطفت تربیت کرد۔

مشارٌ الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفتہ درین فن رشدی بہم رساند۔

ومخدرات صنائع وبدائع رابیشتر بکرسی نشاند۔

ہموارہ با اُمراء عہد بسر می برد و بہ اعزاز و اکرام مخصوص بود۔ و ایام زندگانی را بہ تجرد و تفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبۂ سفیدون از توابع دارالخلافہ دہلی وارد شد و ہمانجا بہ گلگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید۔ و این سانحہ در سنہ ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ **مبارک خان دہلوی** تاریخ وفاتش درین قطعہ بضبط آوردہ ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام	شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیدہ شُدہ ظہیر زمان	در غزل گشتہ خسروِ ایّام
بست رختِ بقا ز ملکِ فنا	کرد آہستہ سوی خلد خرام
کردم اندیشہ بہرِ تاریخش	خردم گفت۔ آہ آہ نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیدہ و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزدہ ہزار بیت است و قصیدہ بہ از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من در آمد۔ بر پشت دیوان مُہر خود زدہ کہ این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحقِ رسولِ انام پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شدہ لہذا درین جریدہ کم گرفتہ مے شود ؎

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند	جز شانہ بزلفِ تو رسیدن کہ تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند	در عمکدۂ عشق طپیدن کہ تواند
آنجا کہ صبا را نبود بار ز تنگی	جان بخش کلام تو شنیدن کہ تواند
ہر گل کہ بہ گلزار جمالِ تو بخندد	ای وای بجز دستِ تو چیدن کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز ہر سو به ضمیری   پیوند ہوای تو بریدن که تواند

آن تُرک شوخ دیده خود از دودمانِ کیست   یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست
از ناله و فغانِ من آید جهان بجان   آن سنگدل نگفت که آیا فغانِ کیست
این سرو سرفراز که خوش می چمد بناز   یارب چنین کشیده سراز بوستانِ کیست
هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید   دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست
چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند   پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

بزمے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا   گویند ثنای تو ہمه بے سخن آنجا
چشمم که بود خانۂ خوش آب و ہوائی   شایستۂ آنست که سازی وطن آنجا
خواہم که کنم پیش تو دردِ دل خود عرض   لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا
تا کرد خریداریِ خاکِ سر کو بیت   از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم   وز آتشِ دوزخ به پناه آمده ایم
ہر چند که ما غرقِ گناه آمده ایم   با قافلۂ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدورانِ شهِ اکبر که گشته   خطاب او جلال الدین محمد
چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت   ازین دارِ فنا در دارِ سرمد
ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد   برای مرقدش این پاک گنبد
ضمیری جست سالِ این بنا را   بلفظ پارسی و ہم به ابجد
بتاریخش نهان و آشکارا   خرد گفتا سنهٔ ہشتاد و نهصد ۹۸۰

حاجی افضل

و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند ہدایت و ارشاد بسر می بُرد۔ و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت۔ وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و
درسواد شہر مدفون گردید۔ ترُدی بیگ سلطان برمرقد او گنبد عالیشانی از سنگ
عمارت کرد وقطعہ مذکور را بخط نستعلیق در نہایت خوشخطی برلوح سنگ کندہ در
پیشانی باب گنبد تعبیہ نمود۔ اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میراہتمام تعمیر بود
شہرت یافت ونام ترُدی بیگ سلطان راکسے نمے داند۔ شاعرے مناسب
این مقام گوید؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران　　　　می نشانم نقش خود امّا بنام دیگران

(۱۱۵) شاہدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ وخامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ
واینجا ہم طریق اجمال می پیماید۔ وصدر ورق را بسلسلۂ جواہر آبدار می آراید۔
آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نوّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ
واز خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ۔ عمری دراز
مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید۔ وسالکانِ مناہج حق پرستی را
بسرا ئبستان کبریا رسانید۔

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب"
بطور تصوف۔ وغیرہا متداول است۔

احیاناً بنابر موزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے
کشید۔ درحل شبہات مے فرماید:۔

"این کس درفن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ وخواجہ نیز بہ شاگردی خود
"مرا قبول کردہ وگویا باین ضعیف ایمائے نمودہ؎

"ہرکہ درطورِ غزل نکتہ ٔ حافظ آموخت　　یارشیرین سخن نادرہ گفتار من است

ومیر علاؤالدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ :-

"میر سلیقہ ٔ شعر خوب دارد ازواست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ　　دمی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم

وشیخ عبدالقادر بداؤنی درمنتخب التوارنخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر والف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید- ودر بلگرام مغرب خاک رامشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تارنخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری ومعنوی گفتم　　ہزار وہفدہ وشب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تارنخ صوری ومعنوی است - امابیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن رابتعمیۂ نازک خارج کردیعنی واحد صوری کہ نوزدہ است وواحد معنوی کہ یک است برآمد-

دیوان غزل موجزی ازو موجود است- وکلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد　　خیال غیر تو نقشی برآب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است　　بورانتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما ازبرای چیست　　مائیم واسطی وقلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی- سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبدالجلیل بن میر عبدالواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ-

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقهٔ فقر است و اینجا انجمن افروز شعرا۔ در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمَا کہ ترجمۂ هردو در دفتر اول نگارش یافت۔ داد۔ و از عنفوان سن تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللّٰہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در نزہتکدہ سَیْرٌ فِی اللّٰہِ نخرامش در آمد۔ و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد۔ و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللّٰہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمَا تَیَمُّنًا وَّ تَبَرُّکًا مثال اجازت و خلافت گرفت۔ و ہمین سلسلہ را جاری کرد

و چون مرقد منوّر جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبر آباد واقع شدہ۔ دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت۔ و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیہ السّلام بہ گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت۔ راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفلِ قدس | بر بست ز صحرای جہان محملِ قدس
تاریخ وصال او خرد کرد رقم | صاحب برکات واصل منزلِ قدس ۱۱۴۲

ہموارہ چراغ ارشاد می افروخت۔ و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت۔ منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود۔ و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ ؎

قافیہ اندیشم و آن یارِ من | گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد۔ این چند بیت از وی تیمناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن | زلعل ساقیِ ما جرعه گیر و مستی کن
چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایکی است | دل خرابی دیده را آبادی و صحرا یکی است
چشم دل داریم دیگر از نگاهِ ما مپرس | گرد کوی خویش می گردیم راهِ ما مپرس
خانۂ دیده شود رشکِ پریخانۂ چین | گر قدم رنجه کند یار بسر منزلِ ما

محل ذکر سید برکت اللہ قدس سرہ مابعد است اما برای اتصال ترجمۂ او با ترجمۂ جد امجدش میر عبدالواحد شاہدی قدس سرہٗ دریجا تحریر یافت۔ و نظر این وجہ در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیہ چنانچہ در حوزۂ دانشمندان ورود کرامت آمود نمودہ در مجمع تلامذۂ رحمن نیز بطرز موزون جلوہ فرمود

در بدایت حال کلام اللہ را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال برزد و در قصبات صوبۂ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَ ھُمَا غائبانہ عقیدتی بہم رساند و این بیت بنظم آورد ؎

کالپی مکہ بلگرام یمن | ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین بادراک رؤیت والا دیدہ و دل را مظہر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محلہ میدانپورہ مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبہ را از حد و د بدایت بسر منزلِ نہایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزّز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طہارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سہ شنبہ سنہ ثلث و مأتہ و الف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ و موافق وصیت پایان مرقد خواجه عماد الدین بلگرامی که صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء الله نحریر   منور ساخت از خود محفلِ قدس

خرد تاریخ او درخواست از غیب   ندا آمد۔ ضیاءِ[1] منزلِ قدس
۱۱۰۳

نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین۔ شعر و انشا دون مرتبهٔ آنجناب است و اشعاری که ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرهٔ می که لبی بی تو چشیدن گیرد   بگلو ناشده از چشم چکیدن گیرد

براه دیده دو رویه درختهای مژه   نشانده ام که خیالِ تو راه گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلهٔ خشم   چون موم بدست خلق تو خارهٔ و یَشم

گویا گردد ادب چو آئی به سخن   بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جهان افروز یکتائی است۔ و در اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نسخهٔ جامع فنون عقلی و نقلی بود۔ و در تجرد و تفرد و خصائل رضیه و شمائل سنیه بی مثل می زیست۔

اصل و الا از سادات اترولی من اعمال آگره است و همانجا در تاریخ هفتم ذی الحجه سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ و در

---

[1] درین ماده همزهٔ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تام نمی شود و در اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحه ۲۴۰ مطبوعه مفید عام آگره ۱۳۲۸ھ می گوید که آخر به تحقیق رسید که تاریخ انتقال مشارٌ الیه سنه اربع و مائة و الف (۱۱۰۴) است و مادهٔ تاریخ "ضیا بمنزلِ قدس"
۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنہ ثمان وثمانین و الف (۱۰۸۸) بارادۂ کسب علم از اترولی بخطۂ بلگرام تشریف آورد۔ و از فضلاء بلگرام و علماء جوار فنون درسی برگرفت۔ و در حوزۂ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنہایت رسانید۔

و بعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت۔ اول بخانۂ سید فیض زمیندار کہ از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت۔ بعد از ان قریب سی سال تا دم آخر در محلہ میدانپورہ در دیوانخانہ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اقامت ورزید۔ و درین مدت احیانا بجانب گجرات شاہ دولاو کشمیر و مکانہای دیگر بطریق سیر برخاست۔ و در ہر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود و قریب ہفتاد سال بر مسند تدریس باحیاء علوم پرداخت۔ و عالم عالم طلبہ را از حضیض شاگردی بہ اوج استادی رسانید۔ از انجملہ ما دو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف کہ ذکرش می آید۔

رحلت والا در بلگرام بست و چہارم ذی الحجہ سنہ احدی و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۱) واقع شد و بر وفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجِعَہٗ۔ جانب شرق مدفون گردید۔ مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس کہ آفتاب معنی — از حلقۂ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت — علامۂ ازجہان برون رفت

احیاناً بنا بر تشحید طبع بہ ترتیب نظم می پرداخت۔ و فرق شعر را بر شعری می افراخت این رباعی نتیجۂ فکر عالی است ؎

گر بوالہوسی نیاز ظاہر آموخت — کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورت پروانۂ فانوس خیال — گرد سر شمع گشت و یک ذرہ نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نوراللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ وگوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ وپیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

واز مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ را در خواب مے بیند و دست بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا ۔۔۔ دل پاکِ تو شمع عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا ۔۔۔ این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم ۔۔۔ می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن ۔۔۔ مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہ سر رشتۂ تحصیل بانتہار سانید۔ و علم حدیث

از خدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی که از تلامذۂ خاص شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ و حافظۂ شریف بمرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت :۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبد الجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مائۃ والف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کرت ثانی در سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہما پوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدر شناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیّد از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشا می کند ؎

مرا از جناب خلافت عطا شد | زروی کرم خدمتِ عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت | وقائع نگاریِ گجراتِ زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سر انجام داد

و در سنه ست عشر و مائته و الف (۱۱۱۶) عزل در میان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسۂ بلگرام تشریف آورد-

میرزا یار علی بیگ غائبانہ نقش قدردانی زد و ہم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بھکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کردہ ہمراہ قاصد اجیر روانہ بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سندھ بخرامش در آورد و بیست و چہارم رجب سنہ سبعہ عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۷) سواد بھکر را از پرتو قدوم برافروخت- و سالہا خدمات را بہ دیانت و امانت پرداخت

و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاہزادہا و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقہ بی آنکہ از بھکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در ہر عصر سند استقلال خدمت روانہ ساختند تا آنکہ در عہد محمد فرخ سیر پادشاہ از نیرنگیہای قدرت الٰہی در پرگنۂ جنوبی از اعمال بھکر ریزہای نبات بقدر ژالۂ خورد از ابر بارید- و بہ نزول این حلاوہ غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحۂ غریب رباعی انشا کردہ در فرد وقائع معروض بارگاہ خلافت داشت کہ ؎

فرخ سیر آن شہنشہ با برکات　　　چرخ از ادب او شدہ شیرین حرکات
در سند زمین عہد عشرت مہدش　　　بارید سحاب ریزۂ قند و نبات

میر جملہ سمرقندی کہ دران زمان راتق و فاتق مہمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی باو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک ہندوستان شد- بمجرد ملاحظہ فرد وقائع بی آنکہ حکم بہ تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نمودہ در اوائل سنہ ست و عشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب در ہمین سال از بھکر

جانب دار الخلافه شاهجهان آباد حرکت کرده خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بهکری را نیابت مقرر فرمود ودر سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) بعد شانزده سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت ویک سال توقف کرده به دار الخلافه شاهجهان آباد تشریف برد۔

ولادت باسعادت سیزدهم شوال سنه احدی وسبعین والف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبه بیست وسیوم شهر ربیع الآخر سنه ثمان وثلثین ومائة والف (۱۱۳۸) در شاهجهان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیة بدار السلام بلگرام نقل کرده روز جمعه اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمه لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافته در تفسیر بیضاوی گوید:۔ "اَلْحُسْنٰی الْجَنَّةُ وَالزِّیَادَةُ هُوَ اللِّقَآءُ" ونیز دائرۀ تاریخی به پرکار فکر کشیده وتواریخ لاتعد ولا تحصی بمرکز نشانده۔

دائره این است۔

۳۸

۳۳۴ ۱۱۷ ۱۶۹ ۹۸ ۵۲ ۸۵ ۵۰۱ ۰۷۱ ۱۶۷ ۲۲۱ ۲۲۶ ۱۳۰ ۲۶۰

البلگرامی الواسطی الحسینی

طریق استخراج تاریخ ازین دائرہ این است کہ از خانہاے چہاردہ گانہ ہر خانہ
را کہ خواہند مبدء قرار دہند۔ وبہر عددی کہ بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و
چہاردہ و اضعافش واول با آخر بن۔ وبہر خانہ کہ شمارہ تمام شود عددش بگیرند۔
پس عددی کہ بدان شمار مقرر شدہ اگر فرد باشد باز خانہ منتہی را مبدء گردانیدہ تعداد
نمایند مَرَّۃً بَعْدَ اُخْریٰ وَدَوْرَۃً فَدَوْرَۃً تا آنکہ منتہی مبدء اصل گردد۔ اکنون مقدار
عددش بگیرند کہ مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔ واگر زوج باشد خانۂ مابعد منتہی
را مبدء گردانند۔ وہمین نمط شمار منجر شود تا آنکہ منتہی خانہ ماقبل مبدء اصل گردد۔
پس بدستور مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔

مخفی نماند کہ مراد از اضعاف در اعداد مستثنےٰ مثلین و ۳ مثل فصاعداً باشد۔
واطلاق ضعف از روی لغت بر ۳ مثل فصاعداً آمدہ است برخلاف مصطلح علماء حساب
فِی الْقَامُوْسِ :- اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلیٰ مَازَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُہٗ
یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْہِ وَثَلٰثَۃَ اَمْثَالِہٖ لِاَنَّہٗ زِیَادَۃٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَۃٍ "

حالا خامۂ زبان آور فضائلی کہ تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ ولذت
جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص بہ لائق جونپوری کہ در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا
صائب پیادہ از ہند بہ صفاہان رفت۔ وروزگارے بخدمت میرزا بسر بردہ بہ
ہند برگشت۔ واز پیشگاہ خلد مکان مدتی بہ سوانح نگاری دار السلطنت لاہور
سرافرازی داشت با علامۂ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارۂ ایشان خمسہ در سلک نظم
کشید۔ چہار کتاب از خمسۂ او بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ در خاتمہ مثنوی مقابل "مخزن
اسرار" تصریح بتکلیف علامۂ مرحوم می کند وزبان بہ ستایش والا می کشاید کہ ؎

راقم این نامۂ معنی سواد   محو سخن بندہ محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر | داشت سری گرم زسودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص | خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه در آمد درون | اہل سخن را بہ سخن رہنمون
نشئہ سرجوش خمستانِ ہوش | از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از و گشته بمعنی دلیل | سید علامۂ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم | طالبِ خویشم چو کلام کلیم
می دہد از لفظ بمعنی پیام | زود تر از نکہت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ | گرم تر از نشئہ می با دماغ
دید کہ فکرِ سخنم پیشہ است | دل گروِ صورت اندیشہ است
گفت سخن سادہ و پرکار بہ | تاب کشِ سُبحہ و زُنّار بہ
بس بود از بہر سخنور گوا | معنیِ بیگانۂ لفظ آشنا
گفتنِ او فکر مرا تازہ کرد | روی سخن را بنفس غازہ کرد
شد ز پری خانۂ دل جلوه گر | خیل معانی ز پیِ یکدگر
جرعہ کشِ بزم اویسی شدم | پنجۂ در خمسہ نویسی شدم
خامہ بتحریر گرو ساختم | نقش دلاویز بہ پرداختم
از مددِ باطنیِ گنجوی | طرز سخن یافت ز فکرم نوی

(ناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفتہ و گوہر حق سفتہ ؎

چو تو ئی کجاست شاہے بقلمروِ معانی | بتو ہیچکس نماند تو بہ ہیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند کہ نادرہ یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتہا می گذشت کہ مصراعی موزون نمی کرد - و ہر گاه تقریبی رو می داد پری زادان معانی را باندک توجہ

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین، همین معنی دارد- و برهانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجه فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- والا شاعری را دون مرتبه خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنبانده

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن ورنه سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از هفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذه را سخت تاکید می کرد که زبان را از هفوات محفوظ دارند- سیما نسبت به انبیا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف وطعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و هرجا هفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد که سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

وفقیر التزام کرده ام که درین صحیفه هفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعده بنا بر آنکه سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفته و از دیگر اقسام سخن جواهر آبدار به الماس اندیشه سفته- ولاشک سلیقه صاحب طبعان مختلف اُفتاده- شخصی واحد را مشاهده می کنیم که بسر انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیده را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیده را طرزے که باید بر کرسی نه نشاند-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی داده اما در غیر غزل قدم پیش ننهاده- اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود که این کس هیچ ندارد و

انچه بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبدالجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود بافقیر نقل کرد که صحبت خوب بر آمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسه اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدهٔ لامیه تازه گفته بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز به نعت سرور انبیا صلی اللہ علیه وسلم۔ مطلعش این است ؎

گداخت بسکه هوای تموز مغز خیال — شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال

تمام قصیده برخواند و استفسار کرد که بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیده خوب است باز بجد شد که اگر بیتی پسند اُفتاده باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمه تغیری در چهره ظاهر شد۔ دریافتم۔ گفتم این همه جواهر ریزه هاست و در مرتبهٔ جوهر همه مساوی۔ اما گاه می شود که آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید که کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکه نم بزمین نارسیده مے سوزد — چو شمع بر سر شاخ است ریشه‌های نهال

ناصر علی تحسین کرد که فی الواقع من هم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود که در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است که در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ — فضای شش جهت بر شوخیش تنگ

میر عبدالجلیل فرمود که لقب بادشاه محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود که درهمین مثنوی جاسے در مدح اسپ گفته اید که ؎

بفکر لامکان سیرش هم آهنگ — فضای نه فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بر یک ذخیره واقع شده وشوخی نسبت به پادشاه ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی بر آورد۔ و در اکثر نسخہا نیست اما در یک نسخہ کہنہ بیت مذکور بعینہ بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ و در نسخۂ دیگر بتغیر مصراع چنین دیدہ شدے

شہنشاہِ جہانِ ہوش و فرہنگ   محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود کہ در سفر دکن خدمتہا کردہ وشرائط وفا بجا آوردہ ہنگامی کہ در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد۔ و عالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانہ اوہم لبریز گردید۔ میر در مرثیۂ او مثنوی پر سوزی بنظم آوردہ و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور درمیان آمدہ مطلعش این است ے

بیا ای خامۂ ماتم روایت   پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد و نسخۂ استدعا نمود۔ آنجناب نسخہ ارسال نمود۔ ناصر علی درجواب این بیت بدیہہ برشقۂ کاغذ زر افشان نوشتہ فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاہدہ کردے

ندانم تا چہا از دستِ ایّوب تو می آید   کہ بوی خونِ مظلومان ز مکتوبِ تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند کہ ع

"روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا"

وگفت کسی نے تواند کہ پیش مصرع بہم رساند۔ علامۂ مرحوم فی البدیہ انشا کردے

غرّہ مشو کہ ابلقِ ایام رام تست   روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است کہ مصرع شریف بہ از پیش مصراع میرزا واقع شدہ۔ میرزا چنین گفتہ است ے

با طبع سرکش این ہمہ رنج وفا مبر   روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا

مہارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبہ نہایت بود۔ میر نور اللہ احراری

در شرح قول شیخ سعدی که ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمْ

نوشته که لَایَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چه در نسخۂ لیس مصرع زیاده میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نموده - در ینجا کلام شریف بجنسہ نقل کرده می شود:-

"مخفی نماند که این بیت بروزن دوم از ان اوزان ثلثہ بحر طویل است که عروض و ضرب آن مقبوض

"می آید و تقطیع مصراع ثانی که مناط گفتگوست و موزون به آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن - ءظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن - وچون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد که واجب و متعین است که نسخه لیس یسلم باشد نہ لایسلم چنانچہ

"میر گمان برده - چہ حرف لام و یا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شده بروزن آن فعولن خواہ

"شد و سین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید که ضرب مقبوض است -

"و درصورتیکہ نسخہ لایسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شده فعولن خواہد شد

"و یسلم بروزن فاعلن خواہد ماند - و فاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض بیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل تام مے باشد یا مقبوض یا محذوف.. و فاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ که از نسخہ لیس مصرع زیاده می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع درصورتیکہ لایسلم باشد کم می شود -

"وچہ مناسب این مقام است بیتی که خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

"طویل آورده ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاہِلًا وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ[1]

"وعبارت میر که لایسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چہ در نسخۂ لیس مصراع زیاده می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعہ معلقہ

"ووزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی هست وحال آنکه هیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمه وکلام وعدم آن اعتبار نکرده۔ برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکه لفظ فصیح ترکه برای تفضیل است
"دال است برین که نسخهٔ لیس بسلم هم فصیح است پس فصاحت این نسخه با زیادت وزن
"باعتقاد میرچه قسم جمع می تواند شد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ هَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ زَلَّاتِیْ
"اِنْتَهٰی کَلَامُهٗ"

از عهد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند وتشنهٔ صحبتِ والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی خاص داشت۔ و اکثر در مجالس خود بر ملامی گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند و لوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رسانند۔ لهذا آنجناب از تهٔ دل بمدحت او پرداخته ونام او را زندهٔ جاوید ساخته

وآنجناب با امیر خسرو علیه الرحمه تشابه تمام دارد۔ وخود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچه میر خسرو بود استاد	ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکرِ دور دو پرواز دارد	نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواعِ سخن شورِ جهان است	بقدرت خسروِ صاحبقران است
ولی من هم ازین گلدستهٔ نو	درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از هر نمط دلخواه دارم	امیدِ تربیت از شاه دارم

تشابه ایشان با امیر خسرو هم از راه جامعیت علم و عمل وهم از جهت مصاحبت ارباب دول۔ چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دهلی بسر برده وهفت پادشاه را خدمت کرد۔ طرفه آنکه علامهٔ مرحوم هم بلوازم خدمت هفت پادشاه دهلی از سلاطین تیموریه پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاه عالم ومحمد معز الدین (جهاندار شاه)

و محمد فرخ سیر[۴] و رفیع الدرجات[۵] و شاہجہان ثانی[۶] و محمد شاہ[۷] رحمہم اللہ تعالی

اما رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند و از غارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ اما مدۃ العمر صلۂ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری کہ بعدل بود عالم پرور	بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد	آویختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطہ از طلای مسکوک دکن کہ آن را ہون نامند بدست شہزادہ کام بخش داد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ بیا امیر باشد چہ امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزہ کتاب "نہ سپہر" زر برابر وزن جثۂ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ ہچون من اسکندری	کند ہر کہ آرایش دفتری
ز گنج گرانمایۂ بے شمار	دہم بار پیلیش نہ آن پیلبار
مرا خود درین رہ پدر شد دلیل	کہ می داد زر ہم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون	کہ از پیلبار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم	نہ زیباست زین سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا	معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت | ہمہ پیش شاہان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عونِ بخت | کمر بستہ در خدمتِ چار تخت
ز شاہان کسی کا و لم کرد یاد | معز الدنا بود شہ کیقباد
ازان پس ز فیروزہ چرخ بلند | شدم پیش فیروز شاہ ارجمند
ازان پس کہ در شہ ستائی شدم | تونگر ز گنجِ علائی شدم
شد اکنون کہ اقبال ہمدم مرا | نوازندہ شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز توجم یافتم | در ایام پیشینہ کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن | باندازۂ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم | چو این نامۂ خاص کم ساختم

مخفی نماند کہ مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر دنا در آوردہ و آن جمع دنیاست و مراد از فیروز شاہ سلطان جلال الدین خلجی باشد چہ نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلۂ مطلب اصلی می جنبانم۔ در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام بلگرام فرمودہ۔ و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی ہندی ضبط نمودہ باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق را مزلف مے سازم۔

آب و گلِ من کہ فیض عام است | از خطۂ پاک بلگرام است
سبحان اللہ چہ بلگرامی | کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبہار عشق است | آبش می بی خمار عشق است
از عشق سرشتہ ایزد پاک | از روز ازل خمیر این خاک
ہر لالہ کزین دیار روید | تخم دل داغدار روید
ہر گل کہ دمیدہ است زین خاک | خونین جگریست پیرہن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار | منصور بر آمد است بردار
گل با سنبل بهم دران خاک | آویختہ بسملی بفتراک
خورشید ازان بہار نیرنگ | پژمردہ گلیست باختہ رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز | زنگی بچۂ کمند انداز
از فیض ہوای آن گلستان | سرسبز شود نفس چو ریحان
زاتشکدہ سبزہ می زند جوش | ہمچون خطِ یار از بنا گوش
تا شد چمنش بدیدہ محسوس | شد پردۂ چشم بال طاؤس
تابستانش کہ عیش باراست | چون گرمیِ عشق سازگار است
گرمیِ آنجاست مایۂ زیست | گوئی کہ حرارتِ غریزیست
سرما چو دران مقام آید | عنقای ہوا بدام آید
ہر دود کہ از جگر کند گل | افسردہ شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید | حُسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز | چون خیل پری بود بہ پرواز
درویش ہوا لبسی نفس سوخت | تا خرقہ رقعہ رقعۂ دوخت
وز نشۂ ذکر جہر شد مست | تسبیح ہزار دانہ در دست
شاہنشہِ یکہ تاز برسات | ساغر کشِ نشۂ مباہات
نقّارہ نواز حشمت خویش | مشکین علم سحاب در پیش
از برق نمودہ تیغ خون ریز | وز ابر سیہ سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بہارین | وز قوس قزح کمانِ رنگین
تا روی زمین بدست آرد | بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزہ ریزہ باران | کردہ ورق نشاط افشان

نفّسی است ازین بہار مرغوب	ظلِّ ممدوذ ماء مسکوب
ہر سو صنمی کرشمہ پرداز	از نوکِ نگہ جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل	سرمست نگاہ پر تغافل
تا در تتقِ حیا نشستہ	حق از مژہ بر نگاہ بستہ
صفہای مژہ بتر کتازی	مشغول نبرد نیزہ بازی
قدی و نہال جلوہ نو خیز	حسنے و بہار غمزہ گل ریز
از چینِ جبینِ ناز نخچیر	در پای نگاہ بستہ زنجیر
از واشدنِ گل تبسّم	در خونِ شفق طپیدہ انجم
از سینۂ شان کہ خوش بہار است	پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفتہ در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاہ با دُختر راجہ اجیت سنگھ راتھور کہ در سنہ سبع وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۷) واقع شد۔ جولان فکر عالی ازین مثنوی ہویدا است خصوص درمقامی کہ اسماء پردہ ہای ہندی در ضمن الفاظ فارسی آوردہ۔ و بے تصنع سحر حلال بکار بردہ۔ این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صیدِ دل نماید حُسن آہنگ	پر داز چہرۂ ہر یار سارنگ
در آن محفل کجا بر گوش می زد	نوای کان نہ راہ ہوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند	پیِ این نغمہ از حسرت ہلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و تر زد	کہ از بربط بہارِ عیش سر زد
شگفتنہای دل در دست تار است	کہ آن را نغمۂ گل دیس کار است
نوای نغمہ گرم دلبری بود	بنظم گوہری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تا	کہ کردے سینہا را صحن گلزار
اگرچہ زہرہ دارد خوش نوائی	بداند حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد — بر و صد چوب کا و الله نی زد

زبس مدہوش شد زین نغمه ہشیار — ندارد از آکه یارای رفتار

نوا گوید قوام ساحری ام — پی تقویم چون من پت جری ام

نوای نغمه بود از نقصہا پاک — نباشد در نگار جور دیس آک

چنان در نغمه باشد دل پذیری — کز افسون ترنم دیو گیری

لب ہر ساز این معنی ادا کرد — که جشن شاه کام ما روا کرد

به الفت ہمرگر را داده یاری — نوا و ساز از صحبت براری

چنان از نغمه دل بر بیغمی زد — که بی اہمال کوس خرّمی زد

کسی کو زین ترنم قوت جان کرد — ز شادی پک نیاز مطربان کرد

باستیفاء لذّاتِ ترانه — ترا کافی ست این جشنِ شہانه

جہان شد زنده ز اہنگ تبیره — کزو برخاست موجی جان و تیره

چو منقار از مِی آن جشن تر کرد — رہِ احسن گرا بر نغمه سر کرد

اگر دہلی نماید فخر شاید — نوای زین به اگره کی سراید

بود در گلشنِ گل ریز ہر لب — سرود خارکن با بیت در آن شب

حواشی ابیات

ونتر بفتحتین تار ساز دیس بکسر دال مہمله و یای مجہول بمعنی مانند پیگو (پیفو) نام ملکی است که جواہر آبدار را بدو نسبت دہند۔ اسدی گوید ع

"ز یاقوت سیصد گہر پیگوی[1]"

اله بفتحتین سرگشته شدن پت اہار که بر کاغذ و جامه دہند و تقویم ازو حاصل آید آک بالمد عیب پک بفتح باء فارسی اسبانخانه تبیره دہل و نقّاره کرا بالفتح مزغ جاری

[1] فرہنگ رشیدی جلد اول صفحه ۱۸۹ مطبوعه کلکته۔

هر چند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن منقار تر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خار کن باو منسوب است بایت شب کننده مشتق از بینوتت ـ

واسماء پردهای فارسی دوازده مقام و بیست و چهار شعبه و شش آوازه وسی لحن باربد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظۂ معنی اسمے معانی ابیات تمام است ـ چند بیت بر سبیل استشہاد آورده می شود ؎

دلت گر بر مقامِ عیش شیداست　　زنارِ ساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی　　چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذت چو زاہد آشنا شد　　نمازِ پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمۂ چون باده انگیخت　　بجامِ باده کحلِ اصفہان ریخت
بہارِ نغمه چون در دل دہی شد　　نی از فیضِ نوا سرو سہی شد
زمطرب هر نوا دُرِّ ثمین است　　بمعنی گنج باد آورد این است

وفائده آوردن اسماء نغمات ہندی و فارسی به کیفیت مشہود در خاتمۂ داستان نغمه بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانۂ یاقوت سفتم　　که نام پردها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی　　بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر ز حُسنِ صنعت آگاه　　ز حسنِ نظم گیرد حظِّ دلخواه
مغل با راگ ہندی آشنا نیست　　بجز فرس ہندی را شنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند　　بنظمِ من ز معنی در نماند
درین دریا شنای ما به بیند　　تلاشِ دست و پایِ ما به بیند

(ایضاً از ان مثنوی)

در وصف طائفۂ رقاصان

گروہی از صباحت غازہ بررو
گروہی از ملاحت سبزۂ جو

یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ
صدای شوق افزودی بہ نیرنگ

یکی از فیض رنگِ زعفرانی
بہارِ دیدہ کردے ارغوانی

یکی بُردے زرنگِ سرمئی ہوش
بعشقِ نالہ زن گفتے کہ خاموش

گرہ زن گشتہ ہر شوخ پری زاد
زکاکل بر دل واز نغمہ بر باد

رخی برہم زنِ ہنگامۂ گُل
نگاہی قبلۂ کیفیتِ مُل

زموجِ جنبشِ ابروی ایشان
فتادہ کشتیِ دلہا بہ طوفان

بہ ابرو کردہ جا دلہای عشاق
توگوئی شیشہا چیدند در طاق

ادای گردشِ چشمِ فسون ساز
بچرخ آوردہ دلہای نظر باز

بسویِ گردشِ چشم آرد آہنگ
تماشائی ببالِ گردش رنگ

نگہ دزدِ دلِ ہر مستمند است
زخطِ سرمہ در دستش کمند است

بگردِ چشمِ مستِ سحر پرواز
نہ پُر گردیدہ مژگانِ فسون ساز

کہ تا بسمل کند دلہای خستہ
کرشمہ آستین را برشکستہ

بود کاکل باین معنی مُباہی
کہ رنگے نیست بالاے سیاہی

میانِ زلف لعل گوشوارہ
بہارِ عشق پیچان کن نظارہ

کنارے مون لٹین مکتا سوکوندین
گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین

زمروارید بینی گاہ دیدن
چو قطرہ دل مہیّایِ چکیدن

دران بینی نہ مروارید و یاقوت
نگاہے عالمے را کردہ مبہوت

ہر شکِ قطرہ خونِ دلِ ماست
کہ سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست

دہن سرچشمۂ گوہر فشانی
تبسّم موجِ آبِ زندگانی

تبسم را ز برق آخر چه فرق است
که هر دندان بمعنی تخم برق است

مسی زیر لب و اطراف دندان
تو گوئی ظلمت است و آب حیوان

تبسم در مسی دارد بہارے
چو شمشیری که رخشد در غباری

ترنم از لب شان می کند گل
ز برگ گل شنو آہنگ بلبل

لب از رنگ لطافت چہره افروز
شفق کرد است گل از صبح نوروز

بگرداب زنخ مائل جہانی
چو بر چاہی ہجوم کاروانی

چنان سیب از زنخ حسرت نورد است
که از فرط خجالت سرخ و زرد است

بود گوش از صفا بالای گردن
بلورین قیف بر مینای گردن

دو ترک چشم ساغر بر کف دست
چنان گشتند از صہبا سیہ مست

که ہر دو گوش نزد صاحب دید
دو ساغر از دو دست ہر دو غلطید

گلوبندی ندی چون بر نظر زد
خطوط آفتاب از صبح سر زد

دو چشم و سینه را باہم بہاری است
چو بیماری که در پیشش اناری است

نمودے موج رنگ پان ز سینه
برنگ موج می از آبگینه

خم چوری بغایت دل پسند است
بصید ہوشہا چین کمند است

سیہ چوری بود چون تار سنبل
که پیچیدند بر گلدستهٔ گل

ز انگشتان بپرس و خون بسمل
که ناخن می زند این حرف بر دل

در انگشتان نگین را فتنه کار است
ہمانا اختر دنباله دار است

نگین در دست گرم دلبری بود
بہم کف الخضیب و مشتری بود

سرین کوہی نہان در جوش گلشن
دلیل آن کمر و انگاه دامن

نظرہا در سرین مشغوف دیدار
چو مفلس در طلای دست افشار

نگارین پای زیب ساق دلجو
سہی سروی دمیده بر لب جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است | که بر دلهای گرم او راگذار است
برنگِ شمع زانها قد کشیدن | برنگِ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب | چو موئے کو فتند در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو | کفِ دست و سر انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویرِ ایما | قیامت می نماید نُطقِ اعضا
زمین از رقص شان گلزار چین شد | هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبحِ سعادت | مصفا چون دلِ اہلِ عبادت
ہزاران شمع ہر سو جلوہ گر شد | تجلی پرورِ نورِ نظر شُد
زدہ ہر شمع بر سر طرۂ زر | زمرو ارید غلطان جامہ در بر
درین شب شمعہا را خوش ظہور است | سراسر بزم سر دستانِ نور است
صفِ فانوسہا چون گنبدِ نور | بانواعِ تجلّی گشتہ معمور
زہر فانوس بیند چشم انصاف | دل نورانی از پیراہن صاف
بہ فانوسِ خیالی دیدہ مانوس | نظر در سیر رنگِ بال طاؤس
شعاعِ مشعلِ تابان دل افروز | برنگِ پرتوِ حُسنِ گلو سوز
چراغان صف زدہ چون شانۂ زر | کہ در ہم داشت شب زلفِ معنبر
چراغان جملہ تن گشتہ دہانہا | فتیلہ پای تا سر شد زبانہا
دعا کردند بہر شاہ چون من | کہ شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

ہوائی عزم سیر آسمان کرد | بہر جانب جریبِ زر روان کرد
پی تعلیم حرفِ روشنائی | فلک شد صفحۂ حرفِ ہوائی

زجوش نور مہتاب و ستارہ | ہوا شد چرخ دیگر در نظارہ
شجرہا از طلای صاف کردند | پرند شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان بر عام و بر خاص | کہ خورشید اندر این شب گشتہ رقاص
چنان در دود طالع شد ستارہ | کہ در گیسوی شعاع گوشوارہ
بنفشہ تختہای شعلہ افروز | سر شب را گرفتہ در بغل روز
نمودی روشنی از جام مہتاب | چو در بوتہ گداز نقرۂ ناب

در صفت سقایان

زسقایان گوہر پاش درگاہ | گروہی پیش پیش موکب شاہ
عرق ریز از جبین خوش تلاشی | برنگ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای ہر یک برنگ ابر | دوال مشک ہر یک چون رگ ابر
بگرد راہ مشک شان جدل داشت | کہ ہر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت | زمین ہم زین عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجہ دلخواہ | غبار از خاطر و گرد از سر راہ

مخفی نماند کہ این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاہ نگذشت و چون پادشاہ غفران‌مآب سریر آرای ملک جاودانی شد۔ آنجناب دل بہ تبییض مسودۂ مثنوی نداده متوجہ عالم قدس گردید۔ بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسودہ را از سواد بہ بیاض برد و ابیات مشکلہ را حسب الطاقۃ حل کردہ حواشی بقلم آورد۔ و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد کہ خالی از فوائد نیست۔

در مدح پادشاہ ؎

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ وَفَضْلٍ | فَاِنَّ اللّٰہَ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیہ است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است کہ اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس و فصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکه مروارید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکه فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است که در مدح سیف الدوله ممدوح خود گفته[۱]

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ   فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب به ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکه تو از یشانی پس باک نیست زیراکه مشک بعضی از خون غزال است حال آنکه فائق است۔

بر وقّت شناسان هویداست که تشبیه لاحق از سابق پاکیزه واقع شد۔

ایضاً در مدح پادشاه

مثل از دانشِ او گر کند گوش   فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ ومثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[۱] مراد می شود عالم مثال که متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شهادت وگاہی[۲] مراد می شود صور علمیه الٰهیه که قائم بذوات خود اند نه بذات خداوند تعالےٰ شانه وگاہی[۳] مراد مے شود جواہر مجرده که آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از ماده ازلی و ابدی که افاضه کمالات جمیع افراد آن نوع وابستهٔ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیهٔ میرزاہد بر امور عامه شرح مواقف وکتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاه

سپاهش چون عروضی وقتِ تصریع   کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشهور است عروضی منسوب بآن وتصریع در لغت افگندن

[۱] دیوان متنبی صفحه ۲۰۷ مطبوعه کلکته ۱۲۵۷ھ

ودر اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع
در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن
درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان　　اگر می دید خنساء سخندان
نمی کردی بشعر خویشتن فخر　　بآن نار و علم دربارهٔ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدهٔ خنسا بفتح خاء معجمہ و نون وسین مہملہ
یکی از مشاہیر نساء سخن طراز عرب کہ در مرثیۂ برادر خود صخر نامی گفتہ کہ ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَاْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ　　كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٗ

یعنی بدرستی کہ صخر ہرآینہ اقتدا می کنند راہ نمایان باو۔ گویا صخر کوہی است کہ بر
سر آتش داشتہ باشد۔ چہ کوہ کہ در راہنمونی ہویدا است خصوص درحالی کہ بالای آن
آتش افروختہ باشند۔

و درینجا مراد آن ست کہ اگر خنسا خط سرخ پیشانی فیل می دید بہ تشبیہ کوہ و
آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان بہ تندی آشنا شد　　بہر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمۃ الابرش پادشاہ یمن۔ گویند ہرگاہ جذیمہ در بلاد روم رفت
و بہ دغا کشتہ شد قصیر کہ وزیر جذیمہ بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ جلو ریز بر سر
میل خود را رساند و در آنجا بول کرد۔ و دران موضع برجی بنا کردند و برج العصا
نام گذاشتند[۲] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاہانی۔

---

[۱] کامل مبرد صفحہ ۶۵۶ مطبوعہ یورپ۔ [۲] (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجّب آفرین است مثالِ طفرۂ نَظّام این است

طفرہ در لغت بمعنی برجستن و نظام بتون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشہور قائل مسئلۂ طفرہ - و مراد نَظّام از طفرہ این است کہ متحرک مسافت را طی کند بر وجہی کہ از مکانی بمکانی بجہد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد۔

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت بریں روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود مے آرند۔

در سنہ احدی وثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمّد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ آگرہ محبوس بود واقعہ طلبان او را برآوردہ بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکر جرّار از دہلی بہ آگرہ رسید و قلعہ را بعد محاصرہ مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرو دنیاورد قصیدہ این است ؎

مژدہ ای دوستان کہ در عالم	نقد شد نسیۂ بہار ارم
نونہالِ طرب ببار آمد	گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشۂ رسا بخشید	بہ گل و سبزہ و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد	ساغرِ گل ز بادۂ شبنم
ابر دامن کشان خرامان است	برق رقصان و رعد گرمِ نغم
نوبہار از برای رسم نثار	ہر طرف از شگوفہ ریخت درم
کہ امیرِ سر آمدِ امرا	کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۳۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمیٰ است برزبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه یافت نیکو سیر بعکس علم
بود در حصنِ آگره محبوس ہمچو مفهومِ ممتنع بعدم
داشت عیشی و گنج عافیتی خاطر آسوده تر ز صیدِ حرم
ناگہان نفس شوم راہش زد خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده اشتہا صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زہرهٔ او باش اکبر آباد و قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان زلفِ آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی ازان فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر بیخت بر فرقِ خود غبارِ الم
چون برید این خبر به دہلی برد شعله زد خشم داورِ عالم
خسروِ دین پناه شاه جهان آب و رنگِ بہارِ فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود مسند آرای چار بالشِ جم
بنده اش کیقباد و کیکاؤس نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد تا کشد لشکرِ ظفر پرچم
آن امیرِ جماعهٔ اُمرا چون حسینِ علی ہزبر شیم
قرة العینِ حیدرِ کرّار نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق موتم الاشبال پیشِ او شیر شرزه کم ز غنم
جودِ او شهرهٔ دیارِ عرب تیغ او ضابطِ بلادِ عجم
نازد از نسبتش سمو نسب بالد از ہمتش علوِّ ہمم
می کند با جماعهٔ دلریش لطف او آنچه می کند مرہم

غوطه در جود او زند دریا — لطمه از دست او خورد ضیغم
هست مقیاس جود او بسحاب — مثل مقیاس فربهی بورم
در فن صرف همتش نبود — ذکری از لا و از لن و از لم
در صف جنگ با سر اعدا — چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو — می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق — همچو حرفی که می شود مدغم
در دل خصم او در آید رمح — چون در آید بر اهل خود محرم
باکمندش سر معاند او — مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا — فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی — فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر — دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه — که به شیر ژیان زدندی بهم
گرد اسپان فوج نصرت موج — دامن افشان برین بلند خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد — همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت — سرمهٔ عجز. در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی — توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان — کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان — کز سر هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا — اسم او بر تلاش اوست علم
تا برآید به قلعهٔ نصرت — سینه گردید فوج له اُسلّم
هر طرف شد مرتب از ساباط — دخمهٔ بهر دشمنان دژم

زان طرف ہم مخالفِ سرکش | کوششے داشت در ثباتِ قدم

دست و پا زد درونِ قلعہ بسی | چون جنینی کہ وا جہد بشکم

کرد اسقاط این جنین آخر | صدمۂ توپہائے مستحکم

کار بر اہلِ حصن شد دشوار | مرگ مقطوع زندگی مبہم

قلعہ شد بر جماعۂ اعدا | از مصیبت چو حلقۂ ماتم

شد برون آمدن چنان دشوار | کہ سخن از زبانِ اہلِ بکم

از برون ہم رہِ رسد شد بند | چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم

از سرِ عجز خواستند امان | با لب خشک و دیدۂ پُر نم

از ترحم بجان امان بخشید | وقت قدرت خوش است ترکِ نقم

فتحِ قلعہ بزور تیغ نمود | این چنین می کنند اہلِ ہمم

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم

این معمی کشود فطرتِ او | ورنہ این عقدہ بود جذرِ اصم

شاد گشتند دوستان یکسر | عام شد عیش در صنوفِ امم

شرح حالِ منافقان گویم | کہ بآن چو حذیفہ ام اعلم

سرخی انفعال روی سیاہ | خوش خضابی است از حنا و کتم

نَحْمَدُ اللّٰہَ وَاہِبَ الْآلَاءِ | حَمْدَ مُسْتَظْہِرٍ بِمَا اَنْعَمْ

کن کتھن کی سکت کہان پاوے | رسنان لیہ جو انیک جنم

رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح | کلدی بوی آی نینک ابکی پرم

از نبیِ ہم دو عید گشت پدید | معنیِ فطر جلوہ کرد اعم

ہر طرف مجلسِ طرب چیدند | آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم

وان دگر از ترانۂ رنگین | چنگ و طنبور کردہ باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط | کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند | سبت سر در مراتبِ سرگم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد | زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت | زانکہ در جوہرش بود ترونم
شعرا ہم قصیدہا گفتند | انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی | کہ از و آب شد گہر در یم
من ہم از باغ معنیِ رنگین | گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاض سینۂ حور | سطرہا سلک گوہرِ نیلم
شعر گر فضل من بپوشیدی | می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ | "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختم سخن | کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد | تا بود سبزہ در چمن خرم
دست زرپاش و تیغ اعدا کش | عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد۔ و ہم جد اعلای مادح۔ موتم بضم میم وکسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچہ ہا۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت۔ ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود ے

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشہور بہ اسم ادہم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دہن پرکار   کہ دور دائرہ در مرکزش گرفت قرار

دور دائرہ دال وہاست ومرکزش یا مرادف ام- چون دال وہا در ام قرار گیرد ادہم حاصل شود- و ادہم در لغت سیاہ را گویند- خروج سیہ طالع از قلعہ مثل خروج ادہم از دائرہ بواسطہ تنگ شدن قلعہ ودائرۂ تشبیہ لطیفی واقع شدہ

؎ این معما کشود فطرت او   ورنہ این عقدہ بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند ودر اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را در نفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند وحاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کر و سنگ سخت مصمت ودر اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر ومقابلِ آن را مُنطق گویند چون تسعہ- وجذر عدد منطق بسہولت حاصل می شود چنانچہ جذر تسعہ- ثلاث است وجذر عدد اصم در نہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً ولہذا حکما در مناجات خود گفتہ اند:-

"سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ"- ودر علم معقول جذر الاصم مغالطہ الیست مشہور- واضع مغالطہ ابن کمونہ بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:-

"وَهٰذِهٖ مَغْلَطَةٌ تَحَيَّرَ فِيْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْكِيَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّيْتُهَا بِمَغْلَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"-

ونیز علامہ در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:-

لٰكِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ تَرْكُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِنْشكَالِ"-

ومیر باقر استرآبادی در افق المبین گوید مختصر عبارت آنجا این کہ:-

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَاَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَاِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ۔"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکہ این عقدہ در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

ے شرح حالِ منافقان گویم کہ بآن چون حذیفہ ام اعلم

حذیفہ نام صحابی مشہور صاحب سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت او را پنہان از حال منافقان خبر دادہ بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاہی کہ بآن خضاب کنند۔

ے از پی ہم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوہ کردہ اعم

چون قلعہ در ماہ مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بہم ہویدا گشت اول عید فتح کہ عید مجازی است و دوم عید رمضان کہ عید حقیقی است و ہمچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوہ کرد کہ کشودنِ روزہ باشد و ہم بمعنی مجازی کہ فتح است و آن لازم کشودن روزہ باشد۔

پس مراد از معنی اعم این است کہ مطلق معنی فطر باعتبار ہر دو فرد خود کہ حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند کہ مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین میشود کہ فطر بمعنے مجازی کہ مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بہ حیثیتی کہ متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را کہ کشودن روزہ و کشودن قلعہ باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است کہ معنی مجازی بقسمی باشد کہ معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سپت سر" گویند یعنی ہفت آواز - و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند - و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرگم بدان ترکیب کردہ اند - درین بیت لفظ سرگم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است -

مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ -

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوانیوشان را بمز غولہ سازی نوروز عرب می کشاید -

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت - آنجناب دریک شب یازدہ تاریخ درالسنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید - از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و بدبیضائی از جیب فکر وانمودہ - قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّہَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی ۔۔۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ فِیْ تَاْیِیْدِ اِسْلَامٍ

اَقْرَا بْہَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِہٖ ۔۔۔ لِوِرْدِ یَا قَادِرُ افْتَحْ اَلْکَلَامَ

فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتَحًا ۔۔۔ حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوا اَحْجَارَ اَصْنَامٍ

نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّہِیَ اَرْبَعَۃٌ ۔۔۔ مِّنْ فَوْقِ اِبْہَامِہٖ مِنْ غَیْرِ اِبْہَامٍ

وَجَدْتُہُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ ۔۔۔ رَقْمًا عَلٰی سَنَۃٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْہَامٍ

لِلّٰہِ تِلْکَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ بَرَعَتْ ۔۔۔ لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامٍ

ہٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاہٗ ۔۔۔ عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَایِیْدَاتِ اِلْہَامٍ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود - و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار بیشتر اشتہا

یافته ؎

چوشه ابهام زیر خنصر آورد　بوردِ اسمِ اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال　ز تیغِ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام　برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکلِ سال هجری　پیِ تاریخ تسخیرِ ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است　شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سیّد حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی اللہ علیه وسلم چراغان مے کرد وشیلان عظمی مے کشید- وصلای عام در مے داد وخود آفتابه گرفته بر دست مهمانان آب می ریخت- علامه مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زهیر را تضمین کرد که ؎

اَضَاءَ رُکْنُ الْاَعَالِیْ سَیِّدُ الْاُمَرَا　شَهْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِیْ غَیَاهِبِهٖ
اَمْسَی الشُّمُوْعُ عَلَی الْخُضَّارِ مُنْشِدَةً　اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ

ونیز به امیرالامرا در تهنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِیْدِ النَّحْرِ یَا مَنْ عَطَاءُهٗ　اَفَاضَ عَلٰی مَنْ حَجَّ جُوْدًا اَعْوَائِدًا
تَنَسَّکْتَ هَدْیَ الْجُوْدِ فِیْ کُلِّ مَوْقِفٍ　وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِیْنَ قَلَائِدًا

صاحب نهایه جزری گوید:- معتفی بعین مهمله و فا کسی را گویند که طالب فضل و رزق باشد

و این رباعی مستزاد در السنه اربعه املا نموده ؎

جَاءَ النَّیْرُوْزُ بِالنِّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِیْ خَیْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم بیل لہلہی بن او لہا - ترور رہی جھوم
نیکی کند وزکلدی بزی بولدی بیش - قتلغ بولسوم
چون شهپرِ طاؤس گل اندر صحرا - آورد هجوم

در آغاز عہد شباب برخی اشعار ریتیانہ در سلک نظم کشیدہ ترجیع بند ایشان درین طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلبر و اچل کز من اُفتاد در جہان کھل بل

ازانجا کہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود- وبشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت- مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان راکہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلاریب زادۂ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند آتل تخلص آوردہ- و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی ٹھسۂ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را ہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند-

واز اشعار ریتیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد ز سر تا قدم ہمچو زنجیر اکڑد
بکف کتی برق سے دھڑ کہ پکڑد بجز حکم اللہ پشیمی نا کرد

ولہ

ورد خود نام خدا با نام احمد کردہ ام دانۂ تسبیح از ہیم محمد کردہ ام
بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری بلاگردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن
شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما
بانتظار تو ای سرو لالہ در گلشن ستادہ قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرار اند چون والد خویش محرم اسرار اند
تحلیل مواد فاسد کفر کنند در منفعت مزاج دین جدوار اند

رباعی

از بهر محبتِ علی هستیِ ماست — گلچینیِ این بهار تر دستیِ ماست

دل ساغر و مهر ساقی کوثر می — از میکدهٔ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامهٔ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم که اسم او در ترجمهٔ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامها کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف به سید علی معصوم از مشاهیر اُدبا و صنادید شعرا است - مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفه کامله و حاشیه قاموس و سلافة العصر تذکرهٔ شعرا عرب و دیوان شعر -

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بوده است و مدرسهٔ منصوریه شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدین منصور است که از غایت شهرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافهٔ نام جد قریب خود به سید علی معصوم مشهور گردید چون خواهر شاه عباس ثانی صفوی ارادهٔ زیارت حرمین شریفین نمود - شاه عباس - میر معصوم را با بیگم همراه کرد که به تعلیم مناسک حج پردازد - در اثناء راه چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجه احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید که کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوه گر نشود - و حیلولت حجاب برخیزد - آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاه عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکه معظمه اختیار اُفتاد - و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکه معظمه نشو و نما یافت - و همت بکسب فضائل گماشته از اقران فائق برآمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبداللہ قطب شاہ والی حیدر آباد مبالغ
فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف
بود بہ حیدر آباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہر دو سید
کشد۔ اتفاقاً سلطان عبداللہ راہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود
را بہ ہر دو سید تزویج کند۔ میر جملہ بر آشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر
شتافت۔ سلطان عبداللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت
و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد۔ میر نظام الدین احمد با سیّد
سلطان رنجشے داشت۔ او و زوجۂ او نخواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت
گیرد۔ شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد۔ میر نظام الدین سلطان عبداللہ را
پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود۔ من بمخالفت شما کمر می بندم۔ و
نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کردہ مستعد
کوچ نشست۔ سلطان عبداللہ متحیّر شد۔ و ارکان دولت را جمع کردہ بمشاورہ
پرداخت۔ آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم
بر پا می شود۔ تزویج سید سلطان موقوف باید داشت۔ و چون اسباب طوی ہمہ مہیّا
شدہ بود۔ و در تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است
و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند۔ مردم بہ طلب
ابو الحسن شتافتند۔ دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بیقیدی نشستہ بود۔ او را آوردند
و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح لبستند و موافق ضابطہ توپخانہ را سر
دادند۔ دران وقت سید سلطان در حمام بود۔ چون صدای توپہا شنید در استفسار
افتاد کہ توپہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ
سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست۔ سید سلطان گفت ضابطہ این است

که نو بخانه بعد عقد نکاح سر مے دهند- و مردم را برای خبر فرستاد- رفتگان خبر که بود آوردند- سید سلطان در آتش غضب اُفتاد- اسباب شادی همه سوخت و اسپان را پی کرد- و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید-

میر نظام الدّین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد- سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدهم جمادی الاولی سنه اثنتین وخمسین والف (۱۰۵۲) در مدینه منوره متولد شد لهذا او را مدنی می گویند و بکسب کمال پرداخته سرآمد ادباء عصر گردید

وشب شنبه ششم شعبان سنه ست وستین والف (۱۰۶۶) بقصد حیدرآباد از مکّهٔ معظّمه برآمد و روز جمعه بیست و دوم ربیع الاول سنه ثمان وستین والف (۱۰۶۸) به حیدرآباد رسید- و با والد خود ملاقات کرد

وچون سلطان عبدالله از سریر حیات فرود آمد ابوالحسن بر تخت فرمان روائی برآمد و میر نظام الدین احمد هم بعد یکسال فوت کرد- ابوالحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاهبانان گماشته راه آمد و شد مسدود ساخت سید علی عریضه بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود- خلد مکان در آن ایام از هند متوجه دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابوالحسن ع.اصدار یافت- ابوالحسن سید علی را با اہل وعیال رخصت داد- سید رخت کوچ بربسته خلد مکان را در دارالسرور برهان پور ملازمت نمود- پادشاه او را بالعنایات خسروانی نواخت- و بمنصب هزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپه سرافراز فرمود- و در رکاب خلد مکان به اورنگ آباد آمد- وچون رایات خلد مکان جانب احمدنگر ارتفاع یافت- سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے برین خدمت قیام داشت-

پس ازان حکومت ماہور وغیرہ از توابع صوبہ برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت ماہور استعفا نمود و التماس دیوانی برہان پور کرد۔ درجۂ پذیرائی یافت۔ سیّد در برہان پور رفتہ بدیوانی پرداخت۔

وبعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت وبا اہل وعیال به اماکن فیض مواطن رفت وازانجا بزیارت عتبات عالیات شتافت وبہ مشہد مقدس رسید وبہ صفاہان آمد وسلطان حسین صفوی را ملازمت نمود والتفاتی کہ مطمح نظر بود نیافت۔ ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ ودر مدرسہ منصوریہ پای اقامت افشرد وعمر را بافادۂ طلبہ بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمہ اللہ تعالےٰ

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ از وجود ہمایون سابقا چمن فضلا را بہاری تازہ است۔ واکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازہ

آنجناب در تاریخ چہاردہم شہر ربیع الاول سنہ احدی ومأتہ والف (۱۱۰۱) بہ شہرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلْوَ لَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِاٰبَائِہِ الْغُرّ نسخۂ جامع اصناف علوم است۔ ومرآت فضائل وکمالات والد مرحوم خصوص عربیت ولغت ومحاضرات کہ درین فنون رایت یکتائی می افرازد وگوی سبقت از اقران می رباید۔

کتب درسی نزد اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید وکمالات کثیرہ از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت بہ فرزند ارجمند ورائی شفقت اُبُوّت عنایتی ومحبتی خاص بود۔ درحینیکہ علامۂ مرحوم از بھکر بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید ومقارن آن مسرعی را فرستاد کہ چندی توقف باید کرد۔ وانتظار طلب

مثنی باید کشید۔ میر در جواب قلمی فرمود کہ "لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْ اَبِیْ"
علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد۔ و این رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یَاْذَنَ لِیْ اَبِیْ بہ خطت دیدم — گلہای طرب از چمنِ دل چیدم
از غایتِ اہتزاز پروانہ صفت — ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت۔ جناب میر سید محمد در سنہ ثلث و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید۔ و مسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین و حسن معاملت رونق بخشید۔ وضیع و شریف آن دیار تا الآن یاد می کنند۔ و سبحۂ ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند میر در سنہ ثلث و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السّلام بلگرام تشریف برد و چندی در وطن گذرانیدہ بنا بر تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت۔

و در سنہ خمس و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد۔ و بندہ را در اواسط سنہ سبع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان فرمود۔ و خود بمراسم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلط گردید۔ و سر رشتہ خدمات پادشاہی گسیخت۔ اما خدا یار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت۔ و باعزاز و اکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت۔ و از جانب خود خدمتہا بتقدیم رسانید۔

و چون ہنگامۂ نادر شاہیان دران دیار گرم شد۔ و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند۔ خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدا یار خان خواہ نخواہ رخصت گرفت و بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد۔

وازراه مارواڑ متوجّہ وطن شدہ۔ بعد طی مراحل ببیست وہفتم محرم مکرم سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت۔

میر طبعی وقاد وذہنی نقاد دارد۔ وچون از مطالعۂ کتاب بازمی پردازد عنان اندیشہ بہ وادی سخن عطف می سازد۔ مہارت زبان عربی وفارسی وہندی از حد افزون است واشعار السنۂ ثلاثہ درخزانۂ حافظۂ عالی از حصر بیرون۔ سخن را اکثر اوقات موزون می کند وجواہر آبدار در سلک نظم مے کشد۔ این چند بیت از دیوان سامی تحریر مے آید ؎

فروغ ہالہ بخش ای ماہ سیما خانۂ مارا	ز نور جلوۂ خود رنگ کن کاشانۂ مارا
دل در خم گیسوی نگار است بہ بینید	در دام محبّت چہ شکار است بہ بینید
نیست در عالم دون غیر ہوس کار دلت	ہست این طول امل رشتۂ زنّار دلت
محو گشتم چون حُباب وعین دریا یافتم	چشم پوشیدم از این عالم تماشا یافتم
دران گلشن کہ سرو قامت جانان شود پیدا	بجای طوق قمری دیدۂ حیران شود پیدا
پیش مہر رخت قمر معلوم	نزد قند لبت شکر معلوم
یار دور است وکوہ غم حائل	آفتاب آن طرف سحر معلوم
می کُشد غمزۂ جگر دوزش	پیش تیر قضا سپر معلوم
از نگاہ دو چشم میگونت	بی خبر گشتہ ام خبر معلوم
در تمنای وصل او شاعر	حلقہ گشتیم پا وسر معلوم
مگر از چشمۂ آئینہ آب خنجرش باشد	کہ از حیرت طپیدن شد فرامش بسمل مارا
دستم مگیر گرچہ ترا بازوی قوی است	پایم رسیدہ است بسنگی کہ واہ واہ
ہیچ محبوبی ندارد این قدر رنگ حیا	بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارۂ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً ومنشأً والحنفی مذہباً والچشتی طریقۃً

پیشنہ دریوزۂ گر کوچۂ فقر است - وریزۂ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیۂ محفل سخن سرایان می کشد - وشکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچۂ نادانی - و آئینہ وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر درخدمت کلام موزون بربستم - چندگاہ است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام واز بیت سخن با بیت الحزن یعنی ماتمکدۂ ہستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیانا سلسلۂ فکر می جنبانند - ودماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای کہ در عالم مثال ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند چنانچہ در عشرۂ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) مزاجِ بندہ را وحشتی بہم رسید - بخاطر افتاد کہ از ہمہ قطع نظر باید کرد وبار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیہ بمثابۂ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از مکمن قوت بجلوہ گاہ فعل خرامد - ناگاہ شب بیست وہفتم ماہ مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشہ متوجہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم ومعاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند وآن این است ؎

چہ خوش گفت گوینۂ نامدار   مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گوبندہ سروش غیبی است ومخاطب بندہ - امتثال امر غیب واجب دیدم و ارادۂ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - وسرِّ الہام آن است کہ حجی کہ فرض بود بیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم وبہ تحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پےِ نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - وطرح ہمزبانی با طوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرہا در جلو دل دیوانہ گشتم - بجاے نرسیدم سالہا در پے کاروان نالہ افتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سہارا با وصف کم رنگی

دربزم کواکب اذن نشستن وہلال را با وجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ وحرفی چند از خود بریاران کرم فرما عرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست وپنجم ماہ صفر سنہ ست عشر ومائتہ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ ودر ریعان آگاہی سر رشتہ تحصیل علوم بدست آورد۔ وکتب درسی از ہدایت تا نہایت در حلقہ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ ولغت وحدیث وسیر نبوی وفنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی واستاذی حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ وعروض وقافیہ . . .
. . . وبعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامہ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

ودر سنہ سبع وثلثین ومائتہ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً ازجا برد ودر سنہ خمسین ومائتہ والف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست۔ ودر سنہ احدی وخمسین ومائتہ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشائتین حاصل کرد۔ ودر مدینہ منورہ علیٰ منورہا الصلوٰۃ والتحیۃ بخدمت شیخنا ومولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود واجازت صحاح ستہ وسائر مفردات مولانا فرا گرفت۔ ودر مکہ معظمہ صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ وبرخے از فوائد علمی کسب نمود۔
شیخ عبد الوہاب نور اللہ مرقدہ سرآمد علماء عصر ونزیل مکہ معظمہ بود۔ وہمیشہ

شیخ عبد الوہاب

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنہ سبع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۷) بہ جنّۃ المأوی خرامید۔ و در جنت معلی آرامش گزید۔ شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمہ اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد۔ و ہرگاہ آزاد تخلص بندہ شنید و معنی آن را فہمید۔ فرمود "یَاسَیّدِیْ اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰہِ" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ کہ در حق این سراپا گرفتار سرزد امیدوارہا دارم۔

فقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبدالجلیل است۔ و شاداب افاضۂ این سلسبیل۔ برخی از قصائد خود در دفتر اول مثبت ساختہ۔ و با وصف بینوائی قانونی بہ آہنگ حجاز نواختہ۔ القصہ در سنہ اثنتین وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۲) مطابق کلمہ "سفر بخیر" [۱۱۵۲] جانب ہند عطف عنان نمود۔ و از راہ بندر سورت سری بہ دیار دکن کشید۔ و بیست و ہفتم ذی القعدہ ہمان سال وارد خجستہ بنیاد گردید۔ و دست بہ دامن انزوا زد بعد چندی دوم رمضان سنہ اربع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) جاذبۂ سیاحت از جا درآورد۔ و قلعہ محمد آباد بیدر را دیدہ چہارم محرم سنہ خمس وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایۂ آرامش رسانید۔ و نوزدہم صفر سال مذکور از انجا برآمدہ پانزدہم جمادی الاولی ہمین سال سواد خجستہ بنیاد چشم اشتیاق را سرمہ کشید۔

و در سنہ ثمان وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۸) نواب نظام الدولہ شہید از جانب پدر والاگہر نواب آصفجاہ بصوبہ داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شہید را با فقیر ربطی خاص بہم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاہ از حیدر آباد درایات بندوبست مہمات ملکی برافراخت و عنایت نامہ طلب حضور بنام نواب شہید صادر شد۔ نواب شہید کمندی بہ تسخیر فقیر افگند۔ و حسن خلقی بجا آورد کہ با وصف آزاد بودن اختیار دام محبّت لازم افتاد و بیست و ہفتم ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان درآمد۔ و تا مقام "سری رنگ پٹن" کہ دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کردہ - غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مائتہ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیما راگل زمین **اورنگ آباد** دست داد

و درین سال گلگشت دار السرور **برہان پور** وصرف عنان جانب **اورنگ آباد** واقع شد و در سنہ اثنتین وستین و مائتہ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر **برہان پور** پیش آمد- وتا کنارہ آب نربدا ئیثر کردہ رجوع بہ **اورنگ آباد** صورت بست-

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت **ارکات** جنبانید یک سال وچند ماہ دران الکہ بسر رفت- ودر ارکات نسخہ " **شمامۃ العنبر فیما ورد فی الھند من سید البشر** " از دریای فکر بساحل قرطاس رسید- آخر الامر نواب **نظام الدّولہ** بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط را عروجے بخشید-

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر بر انگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین ومائتہ و الف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد نقش بست- شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرسِ راحلہ صدای رحیل برداشت- پنجم ذی الحجہ معمورہ **خجستہ بنیاد** خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفرنہ تن پروری باشد حاشا و کلّا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود- چندی طریقۂ آب روان اختیار اُفتاد کہ مُشت گیاہی بہ نشو ونما در آید- ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسّم کشاید اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم وسیرنی اللہ را جادہ مستقیم شود دَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ-

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مھر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ وردی ناکامی بہ ہیچ وجہ مبیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا ‌ ‌ زحسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا

اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم ‌ ‌ برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا

جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند ‌ ‌ بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا

کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد ‌ ‌ وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا

عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد ‌ ‌ بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغِ خوش مقالی را ‌ ‌ مسخر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را

خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد ‌ ‌ نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را

چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد ‌ ‌ بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را

نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم ‌ ‌ کہ مستان دوست می دارند ابرِ برشکالی را

دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! ‌ ‌ پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما ‌ ‌ این لعل بے بہاست چراغِ مزارِ ما

امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم ‌ ‌ دم مے زند ز جوہرِ ما ذوالفقارِ ما

ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت ‌ ‌ کم فرصتے ز زندگیے مستعارِ ما

آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ ‌ ‌ آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را ‌ ‌ تمنا می کند بارِ دگر غواص ساحل را

چہ سان رازِ شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش ‌ ‌ کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دہانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش ‌‌ لبِ چاہی غنیمت می شود گم کردہ منزل را
سرِ شوریدۂ من طُرفہ اوجی داشت در طالع ‌‌ کہ در وقتِ جدا کردن بپا اُفتاد قاتل را
بہارِ این چمن آزاد آخر رنگ می بازد ‌‌ چو شبنم از جہانِ رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندانِ شما ‌‌ صبح محشر داغ از شور نمک دانِ شما
تشنۂ ما را بہ آسانی توان سیراب کرد ‌‌ بوسۂ کافی ست از چاہِ زنخدانِ شما
بر جبین چینِ عتابِ تازہ آید در نظر ‌‌ تا چہ رفتہ از من خطا ای من بقربانِ شما

بر دار از خویش شوخیہای طفلان ہوشیاران را ‌‌ سپاہِ ناز با شد در جلو این نیسواران را
مزاجِ کم کسی بر الفتِ اول بجا ماند ‌‌ بروزِ بیکسی سنجیدہ ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی کہ از کوہِ بلند اُفتد ‌‌ مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطرِ عاطر بود شہادتِ ما ‌‌ ز دست و تیغ تو مردن زہی سعادتِ ما
بشہدِ خندہ بر آمیخت ترشیِ دشنام ‌‌ ازارِ میخوشِ او بیش کرد رغبتِ ما
سزای ماست کہ بیداد می کنی جانان ‌‌ دلیر کرد ترا شیوۂ مُروّتِ ما
کشود مشتریِ ما گرہ ز دشنامی ‌‌ مگر ہمین زرِ نارائج است قیمتِ ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد ‌‌ کہ گل بخونِ جگر غوطہ زد ز رقّتِ ما

ندانستند خوبان آہ قدرِ اُلفتِ ما را ‌‌ تلف کردند بی تقصیر حقِّ خدمتِ ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلۂ عالم ‌‌ کہ می سازد روا جز آشنا نت حاجتِ ما را

بر خاطرِ وحشت زدہ حقی ست الم را ‌‌ صیاد شناسی کند آہوی حرم را

نمودم صرفِ خلاصِ فقیران ہمتِ خود را ‌‌ بخاصانِ الٰہی عام کردم الفتِ خود را
چرا ای گوہرِ شہوار می غلطی بہر پہلو ‌‌ چنین از زان نکردی گر شناسی قیمتِ خود را

رفت ز وعدہ سالہا چند کنم حساب را ‌‌ وعدۂ سال بیش نیست دورۂ آفتاب را
مردم عمدہ بیشتر حرف زنند بگہت ‌‌ ہست سواد یکطرف سرورقِ کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس — کو ندہد مرا و من بندہ ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمۂ دلپذیر را — خوب کمند وحدت است مردم گوشہ گیر را

شد جاذبۂ حضرتِ گل داد رسِ ما — آویختہ صیّاد ز گلبن قفسِ ما

طرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم — توان کردن بزورِ ناتوانی پہلوانیہا

شاخ برہنہ تیغ زند موسمِ خزان — یک برگ سبز زیرِ سپر می کشد مرا

تا غلام قدِ تو من شدہ ام — سرو آزاد گفتہ اند ترا

کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان — می ستاند حقِ خود سنگِ محک ہم از طلا

دست و پا گم کردۂ چون کاروانِ سبحہ ایم — ہر قدم در رہ بزورِ سینہ می غلطیم ما

دارد بباغ جلوۂ مستانہ عندلیب — از دست شاخ گل زدہ پیمانہ عندلیب

ہر غنچہ خوابگاہِ پری زاد نکہت است — دیوانہ شد ز جوش پری خانہ عندلیب

بروی یار عقیق دہن بود نایاب — ز خامہ ماند درین نسخہ سرخیِ ہر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است — حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

بر نمی دارم نظر یک لحظہ از لعلِ لبت — آنچہ می خواہم تو می دانی عنایت کردنی است

حالِ ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست — این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینہا کشادہ جبہہ را — بابِ حسنِ خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست — گرد خود گشتن برنگِ چشمِ ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید — بیع کردن مفت خود را رائجِ بازارِ ماست

حرفی کہ آشنای قلم شد جہان گرفت — این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حال گوشۂ ابروی او گریست — ناحق سر بریدہ زنن با کمان گرفت

سرمہ آلودہ نگاہِ تو عجب عربدہ جوست — تشنۂ خون دلِ شیرِ زبان آہوست

روز بد حاجتِ اشراف بہ دونان اُفتد — تکیہ گاہِ سرِ لبریز تفکر زانوست

تجرید دوست راه بآن آستانه یافت | تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت
دلی که آینهٔ مهر احمدِ عربی است | درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است
ریاضتی کش و دریاب لذتِ عرفان | که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است
ادای طاعتِ روشندلان بسمتِ فناست | که قبله مشرقیان را بجانب غربی است
اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است | که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است
مانی نازک قلم نقشی ز چشمِ مست بست | چون نظر افگند بر محرابِ ابرو دست بست
خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست | این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست
شب که یادِ ماه سیمائی دلم اندیشه داشت | ریخت هر اشکی که از چشمم پری در شیشه داشت
آن مسی مالیدهٔ دندان آفتِ جان بوده است | در تبسم بر سرِ داغم نمکها سوده است
سرفراز آن جهان باشد ذلیلِ این جهان | حرف ختم صفحه تاریخ صفحهٔ آینده است
گر نداری نظرِ رحم بمن بر خود کن | مشکن ای جان دلِ آباد که این خانهٔ تست
دوش ما را کرد بسمل چادرِ کوتاه او | می کشید ے از حیا هر سو نمی آمد درست
زده ام بر سرِ جهان پاپوش | بی سبب این برهنه پائی نیست
ز تصویرِ چشم ے توان یافت | که این عالم نمودار است و هیچ است
عروج بیخبران است مایهٔ وحشت | نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج
می پرستِ من نه از پیرِ مغان گیرد قدح | از کفِ آن نوجوانِ مهربان گیرد قدح
کار دانا نیست در ایامِ غم ناخوش شدن | وقت نرگس خوش که در فصلِ خزان گیرد قدح
ترا ز پرتوِ رخسار خود گریبان سرخ | مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ
فتاده است بزنجیر آتشین کارم | که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ
کسی چه رنگِ اقامت درین زمین ریزد | نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ
وجود اهل کمال است زینتِ هر شهر | ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایۂ نقصان دولت می شود — نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن — سبحۂ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیہ کار افتاد — آن قدر بادہ کشی کرد کہ بیمار افتاد
می شناسد نگہش بسمل خود را از دور — حیرتم گشت کہ این مست چہ ہشیار افتاد
یاد پرواز بگرد دل او پر نزند — عندلیبی کہ بدام تو گرفتار افتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند — جرس قافلۂ ریگ روانم کردند
مایۂ عمر اگر ہست برای سخن است — شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانہ آرایان دنیا کار بیجا کردہ اند — از کتانہا خیمہ در مہتاب برپا کردہ اند
بی دماغیہای آن گل را نمی دانم سبب — عندلیبان چمن شاید کہ ایما کردہ اند

تشنۂ خون چمن قابل کشتن باشد — کہ گل چیدہ ز گلبن سر بی تن باشد
گرچہ از صلب قلم نامہ شود آبستن — در قبول سخن شوق ستردن باشد
آہوان را روش ناز کہ آموختہ است — حسن بی ساختہ آزاد چہ احسن باشد

روزی کہ قضا فرصت عمر شررم داد — تا چشم کنم باز نوید سفرم داد
نقشی ست عجب دائرہ ہندی خطش — کز سایہ خورشید جمالش خبرم داد
واللہ کہ من قابل پرواز نبودم — دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در ہر خم موی تو بود — لیلۃ القدری کہ می گویند گیسوی تو بود
شب زما آواز پا دزدیدنت سودی نداشت — نکہت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روز افزون تراماتی کشید — ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد — خامۂ مو دامن خوبان بہ آسانی کشید

ہر کہ چون نرگس خوبان در میخانہ زند — می و ساغر ہمہ خود گردد و پیمانہ زند
حسن در زینت خود صرفۂ عاشق نکند — شمع در جیغۂ زرین پر پروانہ زند

سرِ گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست   دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانه زند

خط بر رُخِ زیبا نه پسندید بجا کرد   این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد

خط روشنیِ حُسن ترا بود حجابے   مقراض گل از شمعِ تو برچید بجا کرد

شکوهِ خال .بروی حبیب باید دید   ستاره سوختهٔ خوش نصیب باید دید

شب که ساقی مجلس آرا بر کنارِ آب بود   دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود

به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد   که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگارِ دُنیا سیرِ بهشت دارد   اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید   فوجِ هندُستان به تسخیرِ ملکِ عنبر رسید

مردمِ سرحلقه را حرص فزون تر بود   مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دلِ نوعشق یادِ چشمِ دلبر می کند   طفلِ نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتابِ نرگسِ او دل دو نیم بود   بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نے پرسد   که تیر ریخته پر را کمان نے پرسد

دل در برِ من چه سان نشیند   او پهلوی دل ستان نشیند

فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد   قیامت بر زمین یک سرو قد بالید قامت شد

خبر رساند عزیزی غرورِ یار نماند   بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند   صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمدهٔ   فدای نازِ تو گردم دگر چه خواهی کرد

بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدهٔ   هنوز ماه نوی پیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد   که آفتاب ز بیدادِ ماه مے گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید   که خضرِ راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاد وضعِ پرتوِ خورشید خوش آمد   سحر گر بر زمینی مے نشیند شام برخیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحال دگر — پیاله نوش و مکش انتظار سالِ دگر
قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان — چون آن نهال که روئیده در نهالِ دگر
چه باغبانیِ دلخواه کرد دخترِ رز — که داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر
زن بود در زبانِ هندی نار — وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ
همتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست — در پریشانی چه خورسند است از عمرِ دراز
در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس — ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس
این چنین صیادِ ظالم هیچ مظلومے ندید — وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس
مراد از اضطراب طرفه دارد تندیِ خویش — که همچون شاخِ آهو پیچ و تابی خورده ابرویش
بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل — که می آئی ز سیرِ لیلة المعراج گیسویش
زدم بر دست او گر بوسهٔ گستاخ معذورم — مرا تعلیمِ شوخی می دهد تعویذ بازویش
چه می پرسی ز حالِ نسخهٔ دل چیست تحریرش — کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش
ز ابرویِ تو می آید گرفتن کشورِ دل را — نه هر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش
درین صحرا سرِ شور افگنی مجنونِ ما دارد — توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش
سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا — که چون در خواب آید اژدها گنج است تعبیرش
ز قاتل نیست امیدِ رهائی جانِ شیرین را — که می آرد برون مانندِ طوطی بالِ شمشیرش
هلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے — کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحهٔ تصویرش
سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے — چه مضمونها که ظاهر می شود از طورِ تقریرش
اشک بیتابم کند در دیده صبح و شام رقص — می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص
گرد بادم کارِ من دیوانگی آشفتگی است — می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص
دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند — کارِ روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص
نسبتِ تام است با طاؤس نخچیرِ ترا — بال افشان می کند در حلقهای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض | از مورِ بیابانی به سلیمان که کند عرض
درکوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند | بیتابیِ مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم | حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر | این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض
آزادا ازین باغ نچینند گلِ رعنا | یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض

درعاشقی زیار اداکرده ایم شرط | خودرا بخون نشانده حنا کرده ایم شرط

برروی یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ | بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
درخاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید | انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان زخاک هم خبرِ آسمان دهند | فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است درواقع | چراغِ مشهدِ طوطی نوایان است درواقع
نظرکن صبحِ نوروزی که اُفتد روزِ عاشورا | نشاط وغم بهم دست وگریبان است درواقع
برهمن ازدرِ بتخانه بیجاکام می جوید | بجای خویش بُت هم سخت حیران است درواقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سربرید آخر | نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است درواقع

زخال گوشهٔ آن چشم سخت می ترسم | که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونه شود آشنای نشهٔ تاک | غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل ازخیالِ مهوشان یک شهرسامان دربغل | این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان دربغل
روزِ قیامت هرکسی دردست گیرد نامهٔ | من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان دربغل
تاواکند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت | آمد به گلشن شاخ گل ازغنچه قرآن دربغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود | جای کتاب آئینه هرطفلِ دبستان دربغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها می کنی | دارد حباب آسمان بسیار طوفان دربغل
ازسردیِ طبعِ جهان واماند خلق ازکارها | گیرند مردم دستها فصلِ زمستان دربغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن   پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبر مے داشتم   دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم
کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل   می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم
تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر   گر نه این دستِ دُعا بودی چه بر می داشتم
از کمانِ بختِ کج هر جا خدنگی سر کشید   پیش رو از مُهرِ خاموشی سپر می داشتم
خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم   ورنه از سودای رفعت دردِ سر می داشتم
حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم   از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم
هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان   من ازین دنیای فانی دست را برداشتم
نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد   داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم
دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم   چون بوی گل شکستهٔ قفس بال و پر زدم
تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن   چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشمِ او در انجمن دیوانه گردیدم   ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم
به پیشِ غیر با من نامناسب دید آمیزش   ز انداز نگاهی یافتم بیگانه گردیدم
کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قدم افرازد   خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سرفرازِ توام   مریدِ سلسلهٔ گیسوی درازِ توام
من از جنابِ تو دستِ حمایتی خواهم   چراغ سوختهٔ داغِ جانگدازِ توام
نگاهِ تست به آزاد بیش از دگران   غلام معتقدِ حُسنِ امتیازِ توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم   ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم
ز من جُدا شده دل رفت در پیِ دهنش   ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم
تو آفتابی و من ماهِ بی نصیبِ محاق   بیا درین دو سه شب بی تو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیرد اشکِ شادی راه دیدارم   چه باید کرد افتاد است با طفلی سرو کارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بیتابم | زپشت آیینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن | اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم
یار را دیدنِ من درعرقِ شرم نشاند | از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم
حقوقِ بندهٔ صاحب وفا رعایت کن | تصدقِ سرِ خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام دردمن تو می دانی | اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا | ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن
گره زابروی خود وانکرد قاتلِ من | شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشهٔ که دران نرگس از هنر سازند | خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا | ز آب صرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی ست | خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من
سیر حسنِ آن ذقن بازلف عنبر فام کن | سایهٔ وچاه است ای دل اندکی آرام کن
می رسد از خانهٔ آئینه سرشار جنون | این پری از سایهٔ خود شد گرفتار جنون
تیغ تو سینه را کرد افگار تا بگردن | این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی | در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن
نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من | که باشد در دمِ تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برحالم | که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفاتِ من
به دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد | برنگِ جوهرِ آئینه گر خیزد غبارِ من
تنها چو برق تا درِ مطلب دویده رو | بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکوٰۃ مغیلان درین طریق | از خارهای بادیه دامن پچیده رو
نه از خلخال زرین زیور آن سروِ سهی کرده | بپایش بوسه زد خورشید و قالب راتهی کرده
بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی | که هست شاه و گدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری   نہان در پردۂ نے ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالۂ چشمِ تو دارد خال موزونی   کمر بستند با تارِ سیہ تعویذ بیماری
بہ پشتی کار گیرد از صفِ برگشتۂ مژگان   توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد   نگردد در ہوای آتشین آئینہ زنگاری

آئینہ وار تصفیہ گر آرزو کنی   دل را ز آب دیدۂ خود شست وشو کنی
گفتم باو- چرا شکنی دل - جواب داد   در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر بہ لباسِ برہنگی   از نقش بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیر میکدہ ارشاد مے کند   در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانہ بہ ویرانۂ ما می آئی   می توان یافت کہ از شہرِ وفا می آئی
طرزِ شوخی نگذارد کہ نشینی یکجا   بہ تماشای چمن یا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن   گر بہ گلگشت مزارِ شہدا می آئی
بر سرِ مشہدِ آزاد شنیدم امروز   کہ تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قربِ بدنی   تشنۂ دشتِ عقیق است سہیلِ یمنی
داد آزاد گہرہا قلمِ واسطہ را   ہست رسمِ شرفا پاس حقِ ہموطنی

نمود جلوۂ اعجاز شمع مُطّلبی   نماند شوخیِ چشمِ شرار بو لہبی
فدای خاصیتِ وادی عقیق شوم   کہ کرد ریگ روانش علاج تشنہ لبی
زیارتِ تو کند آفتاب ہر شب نذر   رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
زبسکہ ذوقِ شکستِ تو داشت ساغرِ ماہ   گرفت رنگ نزاکت ز شیشۂ حلبی
خوش است حسن تقاضا ز باغبان کریم   نصیب ذائقہ ام کن حلاوت رطبی
بآفتاب نبوت رسانده ایم نسب   توان ز ذرۂ ما دید نور خوش نسبی
بملک ہند چو من نیست طوطئ آزاد   کہ کرد تربیتِ من شکر لبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین　پروانۂ او چراغ ماہ و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ نگند　برق جہانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالی

بن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست و یکم شوال روز دوشنبہ سنہ ست عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پر مخانہ فراوان معلومات - عملی کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - و حسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش من شکستہ بال و میر صاحب کمال دختر زادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ و از ابتدای ایام زندگانی تا اواسط ہنگام جوانی درس آموز یک دبستان - و عندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ گذرانیدیم - و لغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالی بسند رسانیدیم و عروض و قافیہ و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی و احد از دو مقام بسماعت و قراءت یکدیگرے خواندیم - و شبدیز سعے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضہ رو می داد سبق دیگری در معرض توقف مے اُفتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع وخمسین و مائۃ والف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدہ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ وحساب و غیرہا خوانده قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رسانده۔

و بہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ استسعاد یافتہ ہمواره بطاعت و عبادت و بمطالعہ ومباحثہ کتاب می گذراند۔ و باوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمے داد۔

و میر کتابی تالیف نموده باسم "اَلفَرعُ الثَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل وخاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شده و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آورده شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید؎

میر یوسف عزیز مصر کمال	از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم	نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ	کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق	یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد	گفت ۔ شمعِ مجالسِ تحقیق

۶۲ ۱۱۵۱

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ و نسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے؎

ز جام مہر لبود ہمچو بدر ہستیِ ما	بقدر وصل شود محو یار ہستیِ ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر	چہ نامہا کہ برآورده است پستیِ ما
ز طرفِ دامنِ پاکِ تو کامیاب نشد	بخواب ہمچو زلیخا دراز دستیِ ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم	ز آفتاب رخت رنگ باخت ہستیِ ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف | غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالۂ ما در دلِ جانان اثری هست | پیوند سرِ رشتۂ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی | افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است | بسمل شدۂ قدِّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختۂ من | شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز جگرم از اثرِ گرمی آهش | دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است | در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف | داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده مے رویم | صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس | آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی | چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دورِ چشم یار شکستیم توبه را | بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راه شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست | بی دست و پا چو جادۂ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل | یوسف عنانِ خویش زکف داده می رویم

از تواضع رتبۂ صاحب کلاهی یافتم | یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را | التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت | کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامۂ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام | حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی | در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا | آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست | خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہر چند کہ ذات پاک او سایہ نداشت | اما دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخِ تو جلوہ پیرا نشدی | یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز | نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافعِ محشر است شاہِ مردان | این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن اورا | چشمے بکشا بروی شیرِ یزدان

دریاب بہارِ گل و ریحان نبی | سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین ازینہا بر گیر | کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف | دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن | از نکہتِ جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار | در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم | وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسرمہ خاکِ راہش | چشم من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من ہمیشہ آباد | از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادرِ شفیقم | از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا | نقدِ دلِ من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد | من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمودہ ؎

سلطانِ جہان گدای آزاد | جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد | این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد   سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید   بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من   گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش   وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من اداکرد   یک عمر کنم دُعای آزاد
گرجمله زبان شوم چو سوسن   دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف   من در گرو ہوای آزاد

وایضاً این غزل به فقیر تحریر نمود ؎

تا دلم از رہِ تو دُور اُفتاد   چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریۂ من   کوہ را داد نالہ ام برباد
دلِ من قمری است زمزمہ سنج   سرو موزونِ من قدِ آزاد
کہ رساند غبار من بہ درش   کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش   یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم   این نگین را چہ خوب نقش اُفتاد
بہ کہ بر دوستان بیان سازم   ربط اورا برائے استشہاد
من واویم از ازل تو ام   سنۂ ما یکے ست در میلاد
ہردو بودیم موردِ یک فیض   درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما بہ بیضاوی   مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین   بہرہ اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمرہ کرد از پیِ من   دلِ او باد از صفا آباد
چہ توان کرد شرح احسانش   جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جهان باد چون تخلص خود　　یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہ کہ در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) دست داد و او ہمشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر اللہ مضجعہٗ۔ ہرگاہ خبر تولّد او بہ علامۂ مسطور کہ با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست کہ تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ در ہمین فکر خواب بُرد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید کہ می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل بر آمد۔ سہ مصراع دیگر فراہم آوردہ قطعہ در بحر رمل مسدس سالم کہ سہ بار فاعلاتن باشد نظم کرد کہ ؎

نور چشم میر باقر گفت با من　　چون گُلِ خورشید در عالم دمیدم
سال تاریخ تولد خود بگفتم　　نور چشم باقر عبد الحمیدم

و بہ مردم بلگرام قلمی فرمود کہ این مولود مسعود شاعر خواہد شد۔ آخر نوعی کہ از زبان شریف بر آمدہ بود بظہور رسید۔

مشارٌ الیہ در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و ہندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہٗ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نہایت مناسب اُفتاد۔ سیما شعر ہندی کہ درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان ہند را دوچار آئینۂ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوہ می کند

و نیز در موسیقی و ساز ہندی نقش مہارت می زد۔ با این ہمہ ہنرہا در میدان شجاعت دلیر بود۔ و در فن تیر اندازی بی نظیر۔

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید۔ و چون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید۔ و این سانحہ ببیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبرآباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن	بہ فردوس مے زد ز جامِ نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او	رقم کرد "ہی ہی غلامِ نبی"

فیما بین میر و فقیر محبت تام بود و سالہا در بلگرام و شاہجہان آباد و الہ آباد ہم صحبت بودیم۔ حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد و انجمن یاران را بی حلاوت ساخت۔

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دلِ خود یاد زلف او دارم	فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرام او دری بر خویشتن وا می کنم	عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت	کہ ز لعلِ لبِ او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش پستی منزلِ آرامِ من	چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا	من نہ آن صیدم کہ بگریزم سگ آوردی چرا

[۱] مآثر الامرا جلد ا صفحہ ۳۶۴ تذکرہ صفدر جنگ۔

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت | جای مار این ہجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من | لبِ شیرینِ یار شور گرفت
در چمن چون گل نبا شد آشنایِ عندلیب | کز تہِ دل زر برآرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کفِ خود زعفران آوردہ است | تا بدل باخندہ سازد گریہای عندلیب
دوزخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بہشت | باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاہِ تو کہ ہنگام وصال | چون تغافل دہد از دست حیا ساز کند

رباعی

آنہا کہ براہ بی ہراسی شدہ اند | در خلق علم بحق شناسی شدہ اند
در باب کہ این خدا فروشانِ جہان | در ترک لباس خوش لباسی شدہ اند

(۱۲۵) عجیب ـ سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدّین جد القبیلہ یکی از قبائل اربعہ محلہ سید وارہ و برادر خالہ زادۂ حقیقی حبر جلیل میر عبد الجلیل است ـ

خوش خلق و ظریف بود ـ و سلیقہ نظمے داشت ـ در مدح سیدی می گوید؎

گل ہمان بہ کہ ز گلزار پیمبر باشد | مل ہمان بہ کہ ز میخانۂ کوثر باشد
گوہر آن نیست کہ از نطفۂ نیسان زاید | گوہر آن ست کہ از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازہ نہالی کہ بہ بُستانِ شرف | دست پروردۂ زہراء مطہر باشد
آنکہ از جبہہ او نور سیادت پیدا است | عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی کہ بخندد گلِ خُلقِ حسنش | ہر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی | چمن آرای جہان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب | زانکہ از حوصلۂ خامہ فزون تر باشد

او اخرایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمدآباد رفت و درآنجا این بیت فارسی وہندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم بہ سمند　　ٹیلۂ ہفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت درسنہ اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلو ریز ساخت کہ گردی از ہیچ جا برنخاست - عمرش قریب بہ شصت سال بود - رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارہما گلہائی مناقب والا از چمن اوّل باید چید - و روائحی کہ مشام ملأ اعلی را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش بہ نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش بہ دلنشینی عشوہ محبوبان - نکہت خلقش سرمایۂ ختنہا - و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنہا - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و درخور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجامی کرد کہ باخبر بیخبر بود - و بر قول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز　　ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

واورا با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمے بہ "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کردہ - در ینجا کلام او نقل کردہ مے شود :-

"فقیر را که اتفاق دید وا دید ایشان اُفتاد- حقا که درکمال خلق ومزه ودرد وشوق یافتم- تاکه
"نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق ونقر دیگر حرف بر زبان نراند- بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہمچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم- بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ہا خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود- ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجہت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر ہرزه چپ و راست دویدن عبث است | چاک کن سینهٔ خود را سرِ راہی دریاب
"بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشد پائینِ محفل قدر من بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تہی | جامۂ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد- میرزا فرمود- در فقر
"مرتبه ایست تا خدا کرا نصیب کند- مجملاً شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
" دولت پاینده در دستِ تہی ست
"و آنچه میرزا از اشعار خود به تقریبہا خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل ہمه تن خاک شدی لیک چه حاصل | در خاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بہشت جای خوبی ست | آنجا ہم اگر دماغ باشد

"و این بیت خاقانی ہم خوانده بود ؎
"ہمسایه شنید ناله ام گفت | خاقانی را دگر شب آمد انتہی

در سنه اربع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاہجہان آباد
ہم سفر بودیم- و چون کواکب سیّاره به شرکت گردون راه پیمودیم- تمام راه بحظ دلخواه گذشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد-
روزی نقل فرمود که ہرگاه این مطلع از من سرزد ؎

از صفِ مژگان خونریزش نگاه آید برون   چون سوارِ یکّه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی در جواب انشا کرد۔ چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود۔ جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست۔

میر خطِ شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت۔ و در موسیقی هم فهم رسائی داشت۔

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است۔ از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد۔

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را   مده هرگز بجوهرناشناس این درِ مکنون را
نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن   خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار بر دوشت   فرو سنگینیِ زر برد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندلِ خود را   که دورانِ سر از دودِ دلِ خلق است گردون را
انیسِ دخترِ رز هر که شد علامه مے گردد   که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل بر آ   می شوی پابند آخر بیشتر زین گل بر آ
ما غریبان را بزیرِ خاک هم نگذاشتند   صبح محشر می کند فریاد کز منزل بر آ
تا توان لیلی شدن حیف است آهنگِ جنون   این چنین کز خویش بر می آئی از محمل بر آ
عالمے در انتظارِ آن وفا بیگانه مُرد   کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل بر آ

تا کے نهی برای صبوحی بباغ پا   چشم کسی به بین و بزن بر ایاغ پا
صد کاروان بروشنیم راه می روند   در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست   چندی دراز کرد به کنجِ فراغ پا
کس نیست بعالم که شود همنفسِ ما   ای بیکسی اکنون تو شدی دادرسِ ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبّت — فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئینِ ما — گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما
ناخن اول در دلِ شاعر زند شعر بلند — تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما
در قیامت ہم نگردد واز ہم مژگانِ او — بشنود فرہاد گر افسانۂ شیرینِ ما
ما بہ ہفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس — جادۂ دارد بہر مذہب طریقِ دینِ ما
صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد — غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما
تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم — نیست غیر از ساعدِ خود تیکیہ بالینِ ما

تا بہ کَی داری چنین حیران و سرگردان مرا — یکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاہِ دیدۂ من دخل نیست — چوب حُجّاب است گردِ چشم این مژگان مرا

سلامت در رہان عزلت بود تنہا نشینان را — کہ باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را
بلند اُفتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را — کشد پائینِ محفل قدرِ من بالا نشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب نمی دانم — مگر در چشم اُفتا داست موباریک بینان را
بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین — خبر از حلیۂ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیۂ غائب — قیامت بر سر استاد است دائم دوربینان را
ز یارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید — وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام برپا می کنند ایشان قیامت را — چہ سان یک کوچہ رہ بیند کسی این نازنینان را

کوہِ رضا گزین ز غمِ خیر و شر برآ — تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ
تا کَی اسیرِ ہستی موہوم بودنت — دستی بخود فشاندہ چو آہ از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی باد را — تا کجا در مشت خواہی داشت ظالم باد را
در شبستانی کہ غفلت فرش راحت گسترد — خواب شیرین بہتر از شیرین بود فرہاد را

برنگ آئینہ کسب دگر بود مارا — گذشتن از ہمہ جوہر ہنر بود مارا

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ ما را
خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشد زُلفت فقیران را
کند مجنونِ صحرا گرد چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را
یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا
کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد مِنّتِ مُنعم گوارا مفلسِ ما را
ز نامِ کیمیاگر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما
نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چُون کرد وا آن چشمِ خواب آلوده را
جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست
گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گوید بلندی برگزین یا سیر پستی کن
بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی ز شوخیِ نازِ تو کس نیاسود است
نشستنهٔ و خرامِ تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب
باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است
چاک کُن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید
آخر ای شوخ مراهم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا و دریا بار
لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر بهرچه از خانه برون می آئی
باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشمِ شکر خواب می کند مهتاب
پیاله را گلِ مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلا ست
پیشِ مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیل جای بیش نیست
آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فنا ست

شکوهٔ از بیوفائیهاے معشوقم نبود
یار چندانی که شد بیگانه آخر آشنا ست

نشئهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن
بیخبر گر ساقیِ کوثر علیؑ مرتضےٰ است

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت
گفتم که من غلامم تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد | ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت
پرویز ہم ز قربتِ شیرین نیافت است | از دور آن نگاه که فرہاد کرد و رفت
ہر کس که دید مصرعِ برجستۂ قدش | چشمی کشود و بر سرِ او صاد کرد و رفت
رنگِ ثبات نیست درین گلشن دو روز | خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت
دائم بناءِ ببیت سخن می کنم بجا | ہر کس تلاش در حقِ اولاد کرد و رفت
دیگر کسی چه در پیِ او بیخبر فتد | گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت
کیش اگر کفرست دگر اسلام دینی بیش نیست | حاصلِ چندین گمان آخر یقینی بیش نیست
آنکه ما در جلوۂ او دست و پا گم کرده ایم | آسمان بر خاکِ درگاہش جبینی بیش نیست
آشنائیہائی دریا محنتِ بی حاصل است | گوہرِ مقصود در خاکِ خرابِ ساحل است
نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند | حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است
قامتِ معشوق می روید بجاے نیشکر | دیده ام بندِ محبّت را زمینِ قابل است
نقصِ خود دریافتن باشد کمالِ آدمی | ورنه ہر ناقص که بینی در حقیقت کامل است
یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر | دستی از بالای دستی ہست دست بازل است
گرچه خلقی دیدم از دامِ تعلق جسته است | بر نیاید تا کسی از خود کجا وا رسته است
سبزۂ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو | بسکه آبِ حُسنِ او اُستاد زنگی بسته است
گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گزشت | این قدر شادم که عمرِ من به بیہوشی گذشت
خواہشِ ملکِ سلیمان ابلہی است | دولتِ پاینده در دستِ تہی است
طفلی که برا احوالِ شہیدان نظرش نیست | مردیم که از شوخیِ خود ہم خبرش نیست
ہرگز فروتنی نگزیده است پیکرت | خاک رہِ کسی نشدی خاک بر سرت
ہمچو آن شامی که روشن گردد از رنگِ شفق | کاکلت از تابِ رخسارِ تو زنجیرِ طلاست
برنگِ آن ندا کز جانبِ دیگر صدا برگشت | چو برگردید بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد — آه در زلف شکن در شکنش چیزے هست

خدا را دیده ام اما بپیر سید — به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند — که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد — خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگرے گرمی پرد کس — به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت — شرمِ تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی — ولیک دم نتوان زد به مصطفےٰ گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند — شمشیر بازیِ قدِ اورا ندیده اند

هرچند حسن از پسِ صد پرده رخ نمود — ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویرِ خوش قدان — صورت گران شبیهِ تو بالا کشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر — بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دست بردِ حسنِ صورت بگذرد — معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق — مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان — وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یا رب که ناقوسِ خداوندی زنیم — حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید — بگذرد عمرِ عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید — عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد — رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان — نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشم ز شوخیِ حسنت — غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ نو است یار مدام — نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعفِ مشتری ‏ از گرانبهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دیده است ‏ بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر ‏ ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود ‏ نمی روی تو اگر این چنین۔چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم ‏ اتفاقِ طرفۂ افتاد یاران شب بخیر

نہ چینیٔ شکند این چنین نہ شیشہ ز سنگ ‏ بآن صدا کہ ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش ‏ زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این ‏ پرید رنگ مگر از رُخِ غریبانش

کیست تا از من رساند هم مرا پیغام خویش ‏ کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود ‏ پیش پا اُفتاده می بیند چراغ انجام خویش

خود بیندی ست حرفی از خویش ‏ آئینه پیش کرده رو سویش

دماغ نازکِ خفرم ملامت بر نمی تابد ‏ همان وا کرده دستار از برای درد سر بستم

گردِ ملال کز دلِ صد چاک بیختیم ‏ برداشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب خار ‏ چون سایه در حمایتِ دامن گریختیم

تا آمد است فردِ حقیقت بدست ما ‏ سر رشتۂ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم ‏ بیا د دوست سلامی کہ ما دماغ نداریم

به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند ‏ که ما به کلبۂ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم ‏ وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم

سهل نبود زخم تیغ ناز او برداشتن ‏ بارها زین سر گذشتم تا گلی بر سر زدم

یاد وقت مزه بخشید دل از رزق بریدیم ‏ نام نو گرفتیم و لب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلۂ حسرتِ عشاق ‏ آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم — این بار گران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را — جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم
سروِ قدِ تو نهالی ست که من می دانم — چشم شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند — در لب یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشم بتان روغنِ بادام طلب — سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام — قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد — بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم
مدتی شد که در خیالِ خودیم — پر فشاندیم و زیر بال خودیم
من بهر جه آن پری رو را تماشا کرده ام — همچو گوهر چشم خود بر سینش جهت وا کرده ام
بتی کز چشم عالم شد نهان من دیدہ می آیم — شود قربان خود گردِ سرش گردیده می آیم
فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدم — از بال و پرِ مصرعِ برجسته پریدم
بهر تحقیق خود از پیشِ خدا می آیم — فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم
نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم — تو گل هر کجا رخصت دہد چون داغ بنشینم
دستِ طلب به دامن آن خوش کمر زدم — دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم
مرا بر مسندِ جم می نشانند — الٰہی بر سرِ آن کو نشینم
زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم — در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم
ز بسکه تنگ شدم درمیانِ هر دو جهان — رهی نماند که در خود گریختم رفتم
بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند — ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم
کجا تابِ رخِ خورشید دارد دیدۂ شبنم — تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم
درمیانِ بحث ملایان میفگن خویش را — بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم
از صفِ مژگانِ خون ریزش نگاه آید برون — چون سوار یکّه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصودِ تو شاید ز چاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست | زاهد ار جرئت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین | وقت آن آمد که جائی سبزه آه آید برون

سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها | دردسر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن

از دو چشمِ او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون

گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که ننشست است غیر از گرد کس بر پوستِ تختِ من

کی شود یارب که در بزمِ وصالِ آن پری | من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون

دوش یار آمد ببویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من

شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی | قطرۂ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند | آبروئیت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیر از دردسر گر محفل آرائی شوی

مشاطه نیست محرم از حُسن روستائی | فرش است میرزائی زیر برهنه پائی

دلت پر می طپید بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا | مبادا بیخبر پیدا کنی زین قحبه سوزاکی

بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت اللہ در شاہ جہان آباد روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی القعدہ سنہ اثنتین واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ و در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ مدفون گردید۔

جامع اوراق در وفات او قصیدۂ انشا کرد کہ ہر مصراعش تاریخ است و مطلع و حسن مطلع بیخواست ذو قافیتین اتفاق افتادہ۔ پارۂ ازان قصیدہ برنکتہ سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازِ عمّانِ الم — اشک می ریزد بروی لوح مژگانِ قلم
صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروح گل — سنبلِ زلفِ بیان جعدِ پریشانِ صنم
طائرِ آسودگی در سیر پروازِ فنا — آہوی ہامونِ طاقت برق مہمیزِ عدم
چہرہ پردازِ ازل گویا بہامون برکشید — یک قلم چون حلقِ بسمل چشم آہوی حرم
شعلۂ اندوہ می بالد بہ صحنِ روزگار — صبح محشر می زند از مطلعِ آفاق دم
از حسابِ نوحۂ گیتی چہ می پرسی دگر — بانگ آہی می کشاید پردۂ گوشِ اصم
بیدلان در کہنہ عالم حلقۂ شیون زنند — ہر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیدہ نم
لیکن از ادراک کامل سیدِ شیرین بیان — طرفہ بزمی قدسیان چیدند باہم در ارم
شمع بزم اہل بیت و کوکب اوجِ صفا — مطلعِ صبح ہدی ہم شاعرے نازک قلم
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان — زبدۂ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم
کلک آن دریای جوہر ابر نیسانِ بہار — موجۂ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم
زادۂ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق — نسخۂ دیوان او دارد پیام جام جم

(۱۲۷) فقیر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ مشاطۂ طبع

ہمایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید۔ و درین محفل برقع ازروی پری زادانِ معانی می کشاید۔

اکثر سایۂ التفات بر سر سخنِ موزون می گسترد۔ و این خانہ زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد۔ اشعار او از قصیدہ و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آہ سردی برنخاست　　خانۂ ہستی زپا افتاد گردی برنخاست
در حضورِ شمع جان بی صرفہ می سازد نثار　　از نژادِ عشق چون پروانہ مردی برنخاست

از یار پیامِ دغلی را چہ کند کس　　این دُرِّ خوشابِ عملی را چہ کند کس
بلبل نسَبان قدر شناسند چمن را　　در باغ دماغِ جعلی را چہ کند کس

قبای عقل کہ پودش غم است و تار افسوس　　اگر زعشق نشد پارہ صد ہزار افسوس
برون زحلقۂ زلفش قدم چگونہ زنم　　کہ پای ہمّتِ مارا گزید مار افسوس

صفای آینہ از شست و شو نمی آید　　علاج دل سیہی از وضو نمی آید

در وجودیم ولی رو بہ عدم می داریم　　در گلو این رگِ جان رشتۂ حب الوطن است
زیر فشانیِ مرغانِ رُوح شد روشن　　کہ در نشیمنِ تن راحتِ قفس ہم نیست

دین و دل جان و تن ز دست ہمہ　　آہ بر فرق او فدا چہ می کنم

گرچہ برجستم فقیر از دام سعیِ مال و جاہ　　احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کردہ است

بعد اتمام تذکرہ۔ میر نوازش علی شب دوشنبہ ہژدہم شعبان سنہ سبع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۷) بہ عالم قدس خرامید۔ و در جنب جد خود میر سید لطف اللہ قدس سرہٗ مدفون گردید۔ محرر اوراق گوید ؎

روشندلے سحر نفسے پاک گوہرے　　واحسرتا کہ دامن ازین انجمن فشاند
دل واطپید و نالۂ تاریخ وا کشید　　پیر یگانہ میر نوازش علی نماند
۱۱۶۷

(۱۲۸) غریب۔ سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہما اللہ تعالیٰ۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۵) رونمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والاگہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانۂ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید ؎

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است ۔ ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است

لعل با آن سرخی پاوزنِ پاسنگی نداشت ۔ دل بہ میزانِ تأمّل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نامہربان ۔ میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری ۔ چشم من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

کرد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا ۔ داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فراقش شاید ۔ دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سرِ کوی بتان ناشاد رفت ۔ آہ این مشتِ غبار من ہمہ برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر ۔ سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی بالبِ لعلش ۔ بگوشِ خویش نام خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست ۔ گفت این آہو ز جولان در غبارِ خود گم است

آہ این برگشتگی از طالعِ من کی رود ۔ من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ مارا ہمچو زنبور نیشدار گزید
بیک دزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام باشد ناتوانان را
چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو ز درگاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود
گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد۔ غریب بیست و ہفتم جمادی الآخر سنہ تسع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید۔ مؤلف کتاب تاریخ بتتمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب
وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفےٰ بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ۔ سحاب قلم در دامن بحر پیشین دُر مناقب سامی ریختہ۔ و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ۔ درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود۔ و نشۂ فقر و درویشی دو بالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد۔ و نعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد۔

در سنہ ست وثلثین ومأئة والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد زیر سایۂ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت۔ مشارٌ الیہ نیز دران ایّام دران مقام بہ علاقہ نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد۔ و مثنوی ترجمانِ اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرہٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد۔

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبہ گجرات احمد آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گردید مشارٌ الیہ در رکاب نواب بآن دیار شتافت وچون حکومت گجرات از عزل نواب بہ راجہ ابھی سنگھ مرزبان خطۂ مارواڑ مقرر شد۔ و با نواب و راجہ صورت مخالفت رو نمود۔ و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد۔ مشارٌ الیہ در آن معرکہ جرعۂ شہادت چشید۔ و در سلک اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ منتظم گردید۔ و این واقعہ ہشتم شہر ربیع الاول سنہ ثلث واربعین ومأئة والف (۱۱۴۳) رو داد۔

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شہدا در میدان یافتند الّا سید غلام مصطفےٰ کہ ہر چند تفحص کردند اثری گل نکرد۔

بچند روز پیش از شہادت رباعی گفتہ بود۔ و از حال آیندہ اخبار نمودہ۔ رباعی این است ؎

در خلوتِ ماورای ما یاری نیست   یعنی کہ بہ عرش و فرش اغیاری نیست
ماروح مجردیم ز آلایشِ مرگ   مارا بہ جنازہ و کفن کاری نیست

سلیقۂ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتادہ۔ و دریاہای حقائق و معارف برطرز مولانا سحابی استر آبادی از منبع طبعش جوشیدہ۔ الحق ہر رباعیش چار موجہ ایست از بحر عرفان۔ و ترانہ ایست از پردۂ لامکان۔ ہر نکتہ اش تازیانۂ دلہای آگاہ است۔ و پرتوی از شعلۂ اِنِّیۡٓ اَنَا اللّٰہ ۔

دیوان رباعیاتش مدون است۔ و مذاق نفقرش از کلامش مبرہن ؎

ـــــــــــ
[1] مآثر الامراء جلد سوم صـ۸۰۵ تذکرۂ سربلند خان تونی۔

جز دوست ہر انچہ ہست اندیشۂ ما | چون شعلۂ آتش است در بیشۂ ما
ما جام شراب نحن اقرب زدہ ایم | یعنی ہمہ اوست در رگ و ریشۂ ما

در عشق کہ فتح باب کردم ہمہ را | سرمست شراب ناب کردم ہمہ را
مرغان کہ ہمی زدند پر ہائی دوئی | در ناریکی کباب کردم ہمہ را

این ہفت فلک کہ چون حجاب اند ترا | تا در نگری ہمہ دواب اند ترا
تو پادشہی دلی ز خود بیخبری | پا نہ بہ مہ و خور کہ رکاب اند ترا

ہان حال رجال را ببازی مطلب | نا ساختہ کار کارسازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر | توحید حق از سخن طرازی مطلب

ہر نشہ کہ ہست از میِ ناب من است | جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چہ خبر ز رُتبۂ عالیِ من | چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را کہ نہ عزّ و نے شرف در کار است | نی بحر و نہ گوہر و صدف در کار است
در دیدہ ولی بہر شناسائی خویش | خاکِ قدمِ شاہ نجف در کار است

این ہستی من برون ز آب و خاک است | وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاہد بیچارہ مرا | کین ہیئت من کُنہ وجود پاک است

من عاشقم و رمیدہ از دشمن و دوست | از خویش گذشتہ نی بدو نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانہا شدہ ام | کز روز ازل دریدہ ام چندین پوست

ای زندہ تمام عالم از فیض دمت | خواہان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست کہ شد | سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشقِ ذاتیم صفاتی دگر است | بیرون ز جہاتیم و جہاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم | افسانہ نویس ممکناتی دگر است

از دیدن رویِ تو رسیدم در خود | یعنی کہ جمالت ہمہ دیدم در خود

صد شکر کہ از شوق تماشای رخت — چون برق طپیدہ آرمیدم در خود

ہر کس در خود بہار و باغی دارد — در کلبۂ تاریک چراغی دارد
تو غرہ مشو کہ ماہیِ دریائی — غوکِ لبِ جوی ہم دماغی دارد

زاہد کہ عبادتِ ریائی دارد — در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
ہر چند کہ اللہ بگوید ہر دم — واللہ کہ اللہ ہوائی دارد

آن فرقہ کہ خویش را ولی می دانند — بیچارہ عوام را بخود می خوانند
اللہ و رسول بر زبان می رانند — چون در نگری خلیفۂ شیطانند

ہر کس خفاش آفتابش باشد — کی محو جمال بی نقابش باشد
زاہد طلبِ مقام تنزیہ کند — غافل کہ ہمان عین حجابش باشد

سرتا بقدم چو دیدہ می باید شد — یعنی کہ بخود رسیدہ می باید شد
چون شیشۂ پر شراب با صد مستی — بر طاق بلند چیدہ می باید شد

وارستۂ دردہا دوا را چہ کند — بگذشتہ ز خویش مدعا را چہ کند
سلطانِ جہان بال ہما را چہ کند — ہر کس کہ بخود رسد خدا را چہ کند

آنجا کہ توئی نہ راہ باشد نہ دلیل — نی انجم و مہر و ماہ گنجد نہ خلیل
در عرصۂ عشق پائی زاہد لنگ است — آری نرسد بجای احمد جبریل

در دہر کہ غول و رہبرِ خویش منم — یعنی کہ مقر و منکرِ خویش منم
ہر چیز فتادہ است زیرِ نگہم — یک نیزہ بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم — بیہودہ تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار — چون دفتر وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زدہ ایم — یعنی کہ بہ بزم جان شرابی زدہ ایم
خفاش میا کہ بر درِ خانۂ خود — ہر جا گل میخ آفتابی زدہ ایم

وقت است که دل زدہر برکندہ کنیم چون لالہ و گل برین چمن خندہ کنیم
در خلوتِ خویش قحبۂ دُنیا را عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر، ہیچو من پیمانہ تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بامِ سرا عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ ہان تا نشوی چو کور چشمان گمراہ
ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی ایمان موقوف شد بر انسان دانی
ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ تراست نسبت پنہانی بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چہ می روی بجان رو سویش کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی ـ سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَہُمَا سیدی بود پاک نژاد ـ دست بہ دامن صلاح و تقویٰ زدہ ـ چاشنی گیر لذّت فقر وفنا لنگر بحر وقار و تمکین ـ مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ ـ

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد ـ و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت ـ عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد ـ

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لواء یکتائی می افراخت ـ

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی در سنہ احدی و ستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) از طرف قندہار بلند شد ـ و لاہور را غارت کرد ـ و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان ـ و نواب صفدر جنگ

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام- برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود-
میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود- و در اثناء سفر به بیماری
درد جگر مبتلا گردید- ناگزیر در سهرند توقّف کرد- و چون شاهزاده از سهرند گذشته
کنار دریای ستلج بر معبر ماچهی واره رسید- ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه
بالا بالا داخل سهرند شد- و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی وستین و مأته و الف
(۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود- و هر که دست به شمشیر برد کشته شد- سید احمد جائیکه
اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ
بر شکم خورد- قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد- و روز
پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ رُوح او از قفس جسم پرواز داد- روز جمعه در
همان حویلی مدفون گردید-

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجّه جانب سهرند
تافت- فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی- از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست
و هشتم مه آتش حرب اشتعال داشت-

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه
نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گوله توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد- و
راجه ایسر سنگه پسر جی سنگه سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته
شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بممالک خود پیش گرفتند- لشکر فیروزی با آنکه
این دو رخنهٔ عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد-
و بمفهوم آیه کریمه الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ- بعد شکست نادرشاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه
هند شد- تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت-
۱۱۶۱ھ

وبعد یک ماہ از فتح۔ محمد شاہ سلطان دہلی ببیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست وپایئن مزارِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ ووزیر ونواب آصف جاہ کہ درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ ۶ — موت شاہ و وزیر و آصف جاہ ۱۱۶۷
۱۱۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازہ شہرپناہ سپردند بفاصلہ دوتیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

باقدر تو رفعت ہمہ پست آمد — ہشیار زہیبتِ تو ہر مست آمد
بیخود اُفتادہ ام بگیری دستم — ای آنکہ یدِ تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است — دانم کہ متاع کاسدِ بازار است
یا از دوجہان بساز اورا آزاد — یا پیش نظر دار اگر درکار است

گرخار بہ گلزار تو باشد باشد — ورقلب بہ بازار تو باشد باشد
ہرچند سیاہ رونباید این جا — گرنیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود — او خود خلفِ آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود — عبد است اگر عفو خدا را نبود

نامند بنامہا خلائق مارا — چون فیل کہ ہست در گروہِ اعمیٰ

مارا نه مقیّد و نه مطلق خوانند   الّا پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب ویست   مقصود ز یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ ویست

از غیب مراد این شهادت باشد   ایمان آرش که سِرِّ لاریب ویست
گر من عوضِ بخششِ خاصت یارب   در حضرتِ تو شکر کنم نیست ادب

با تو نه برابری مرا می شاید   شکرِ کرمِ خویش تو از خویش طلب
در عقل بسی حال بتر می باشد   گه خوف و گهی رجا بسر می باشد

خوش آنکه درین دیر خرابات اورا   از خویش و نه از خدا خبر می باشد
در گفت و شنید اوست مشهور منم   دیده شده اوست لیک منظور منم

با این همه خیر و شر بمن منسوب است   می نوشد دیگری و مخمور منم
دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی   با خویش کنی بهر که بیداد کنی

هر سود و زیان که از تو باشد بر تست   در یاد خودی اگر خدا یاد کنی
ای دل بسرت قسم که جانانه توئی   سرمایهٔ هر عاقل و دیوانه توئی

با تست خدا و مصطفیٰ و هر چیز   امروز امیر بزم این خانه توئی
مقبول اگر کنی مرا ور مردود   نازم که مرا حضرتِ تو یاد نمود

معشوق به قهر گر بعاشق نگریست   روزی کند از لطف هم اورا خوشنود
ای نامِ تو احمد ست و روحِ تو احد   یعنی که توئی باعثِ هر جان و جسد

از اسم مبارکت چو موسوم شدم   محتاجِ دگر مکن چه از نیک و چه بد
ای احمد مصطفیٰ شفیعِ دو جهان   بسپر و بدستِ تو مرا خالقِ جان

الحال بدستِ تست کار و بارم   مختار توئی هر چه بخواهی کن آن
از عین علی ذات خدا شد خوشنود   آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا   ناچار ابو تراب کنیت فرمود

درحبّ علی زجان ودل بر یابی | وزهر دو جهان رتبۂ برتر یابی
حق رمز زعین ولی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا در یابی

(۱۳۱) فرد ـ سید اسد اللہ بلگرامی

برادرزادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفیٰ و دخترزادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لطف اللہ و مرید آن خدا آگاہ است قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم وذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ و بدقائق سخن خوب می رسید ونثر خوب می نوشت ۔ وچاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ درعین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ وشب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلہ میدان پورہ برکنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد ؎

شب کہ آن ماہِ جہان افروز رخصت خواہ شد | آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد
نگاہِ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم | نریزد آبروی من اگر برخاک می اُفتم
سرشکِ طفل طبعم شوخ چشمی دربغل دارم | نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم
بہ پایش بوسہ زد رنگِ حنا سرخی دو بالا شد | دلم خون شد زحسرت این عجب ہنگامہ برپا شد

نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند | نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاورانِ صفِ عشق کشتۂ خویش اند | نہ ہر کہ تیغ بہ بندد سپہگری داند
کسیکہ دولتِ اقلیم نیستی دریافت | شکست آئینۂ دل سکندری داند
چو سرو ہر کہ بآزادگی قدم افشرد | بزیر بار تعلق شدن خری داند
جہاد نفس بود کار شیر مردان فرد | نہ ہر کہ صف شکند او بہادری داند

بود بعالم تجرید ما لباس دگر | بریدن از دو جہان است قطع جامۂ ما

عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواہد | وگرنہ این حیا پرورد کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادرزادۂ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

تولّد او شب چہارشنبہ ہشتم ذی القعدہ سنہ ثلث عشر و مائۃ والف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف بہ تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاہی خود ہم سخن موزون می نمود۔ و دِر فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچۂ تصوف رایت بلند می افراشت۔ معہذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشۂ پُردلی نی در ناخن شکنِ شیران۔

اواخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] بیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین و مائۃ والف (۱۱۶۳) مابین بنتیالی و سہاور صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی کہ ذکرش نگارش یافت۔ در عرصۂ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لالہ اثری ازین

[۱] ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۷۶۳ مطبوعہ کلکتہ۔

زمین گل نکرد۔ راقم الحروف گوید ؎

میر عظیمُ الدّین والا گہر	زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی	در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت	در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان	رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود	سال وفاتش "ہمہ فوزِ عظیم" ۱۱۶۳ھ

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی[۱] پیش او خواندہ شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود	گر دران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد۔ در ہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی با فقیر گفت آن بیت چہ بود۔ فوراً بیت مذکور خواندم۔ تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد۔ گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شما را پسند اُفتاد۔

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیر ابم ہنوز	آتشم اما چو صہبا عالمِ آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را ببین	در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را ببین
خواب و بیداریِ چشم تو عجب معجونی است	بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثر لبت	یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب۔ سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفٰے مذکور قدس سرہ۔ جوانی بود صاحب السیف والقلم

۱؎ نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ ... ۱۸۴۳ء

در صف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہر دار حسن بیان - مدسنانش بسمای صفحه میدان - بارہا در معارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تہمتنان بربست در ریعان تمیز میل سخن بہم رساند - و دواوین سخن سنجانِ نو و کہن را تیئر کرده با خوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفاہانی و آقا عبد العلی تحسین ملاقات نمود -

و در عالم نوکر پیشگی بصوب بنگاله رفت و از انجا برگشته در سلک نوکر وزیر الممالک صفدر جنگ در آمد - و چون نواب وزیر کرت ثالث لشکر بر سر افاغنه کشید - و افاغنه در دامن کوه مدار یه که شعبه ایست از کوه سوالک پناه گرفته مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - در ایام جنگ بیست و ہفتم صفر سنه خمس و ستین و مائته والف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی در باخت - حیف که این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - و واماندگان را داغی که علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید ؎

در فنِ سخن بلند تقریر محب | در معرکه آبروی شمشیر محب
تاریخ وفاتِ او ز دل پرسیدم | فرمود "بہشت محفل میر محب" ۱۱۶۵

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیده اند و گلگونۂ شہادت برو مالیده - از انہا جمعی که بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوه نمودند -

چند بیت از محب بر محبان سخن ملتمس می شود ؎

دل از مژگان و خالِ پشت چشم او حذر دارد | که ترکِ چشم او مستانه شمشیر و سپر دارد
به بزم می پرستی عشرتِ رندانه شب کردم | نقابِ شیشه وا از چہرۂ بنت العنب کردم
ز فیض نیست برون سیر بینوائیِ ما | به فرق خار نہد گل برہنه پائیِ ما

بسکہ از دیوانگی باشد بسامان کارِ ما سنگ طفلان گل زند در گوشۂ دستارِ ما

زسبزہ بر رُخِ او کرد گل بہارِ دگر بہ پای دل زسرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانۂ خویش شدم چو جوہرِ آئینہ نقش خانۂ خویش

زمن نگار بایماء پیام گفت و نگفت بسینہ دست نہاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دلِ خود زیار پرسیدم نمود کاکل پر حلقہ دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگہ را بدست مردم چشم بہ عاشقان جہان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح برآورد خواجۂ حسنش مرا زبندہ نوازی غلام گفت و نگفت
ببین کہ ساقیِ کوثر محب صادق را اشارہ کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم بناز آمدۂ آفرین باد کہ پروانہ نواز آمدۂ
غیر محراب دو ابروی بتان سجدہ مکن عشقبازانہ اگر بہر نماز آمدۂ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل گر تو با قافلۂ عجز و نیاز آمدۂ
قصۂ شوق مکن در شبِ ہجران کوتاہ اگر ای شانہ ازان زلف دراز آمدۂ
ہیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب آفرین باد کہ خوش مدح طراز آمدۂ

(۱۳۴) قابل۔ سید عبد اللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّہ میدان پورہ۔ پیشتر در طبقۂ فضلا ممتاز است و حالا در گروہ شعرا بی انباز۔
تخلص او اسمی با مسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر ہفت قلم و فنون سپاہگری و ورزش اسلحہ و اکثر صناعات اہل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیہ انامل می زلیست۔

ہمواره روزگار قرین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد - و بخدمت عدالت معسکر می پرداخت -

و چون کرت اولی سربلند خان در سنه اربع و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۴) ناظم صوبۂ گجرات احمد آباد شد - سید عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود - سید با ارباب وظائف سلوک پسندیده کرد - و غربا و ضعفا را باحسان نواخت آخرالامر در دارالخلافه شاہجہان آباد بیماری استسقا عارض شد - بہمان حالت به بلگرام آمد - و بعد چندی موافق سنه اثنتین و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۲) جان بجہان آفرین سپرد - و بسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلۂ خود مدفون گردید بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۂ او شیرازه جمعیت گسیخت - و اشعارش بتاراج حوادث رفت - ہمین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمه اثر کرد ضعف طالع من   کہ بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمہ اب و الانسب او بنظر پرورده لطف الہی سید محمد اشرف درگاہی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت -

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذہن شریف بود - و سراپا به حلیۂ مکارم اخلاق و جلائل اوصاف آراستگی داشت - اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید و عطر خلق محمدی از گل عنصرش می ترادید -

شعر بزبان فارسی و ہندی می گفت - و جواہر زواہر بمثقب اندیشه می سفت سخن شیرینش به گلو سوزی نبات است - و شعر آبدارش به گوارائی آب حیات از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود - و نسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود -

آبا میکرد والد ماجداو سیّد محمد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنة لاهور می پرداخت او را با کفار آن نواحی جنگ رد نمود۔ میر عبد الواحد در معرکه جُرعهٔ شهادت چشید۔ وہمانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید۔ و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۴) واقع شد۔ عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود۔

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبد الواحدِ شیرین سخن — از زبانش آب حیوان می چکید
سیّدِ والا گهر صاحب هُنر — تا ثریّا نظم و نثرِ او رسید
والدِ او حاکم راهون شُده — در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش — آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد — از شهادت جُرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود — لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش — کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱
۱۱۳۴

صیّادِ فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد۔ برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما — صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما

گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور — بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست

سوختم در آرزو بیش کاش ای صورتگران — گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ ز دل شکستنِ بلبل نۂ ہنوز طرفِ کلاہ خود مگرای گل ندیدۂ
عمر یست در رُخِ تو تماشائیِ خودیم آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین
نباشد از گدازِ دل محبّت نامہ ام خالی چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا
آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُر سوزِ خویش گر سمندر نیستی مکشای مکتوبِ مرا
نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی
اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکات شیرین آوردہ۔ و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند۔ و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد۔ برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔
در خطبہ این نسخہ گوید :۔

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ
"مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر
"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند کہ انداخت در گردنِ جان کمند
"بحلوای تر آن فرح بخش جان بمقراضی آن غم تراشِ جہان
"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو کہ چون سبز ہند است زیبندہ رو
"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام
"ندارم سر بنگ باور کنید کہ دارم ازو ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا — هم از تهمت کو کنارم رها

"کنون به که تمهید کمتر کنم — غزل خوانی مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رخ لوزینه وا کنند — آیا بود تواضع صحنی بما کنند

نان از تنور بهر مربا جدا شده است — لازم بود که حق غریبی ادا کنند

در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست — اهمال در تناول فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید

یکبار پوست را ز تنش برکشیده اید — بار دگر به کیله ندانم چها کنید

هنگام آن شده که اسیران انبه را — بر کام دل ز محنت زندان رها کنید

آورده ام برای شما شربت انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید

گر خاطر شما ز اناناس خوش نشد — چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر — چشم نشدی سیر مزعفر نشدی گر

فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت — یاری ده او روغن و شکر نشدی گر

چندان به ادب دوست نمی داشتمش من — با شیر و شکر حب پیمبر نشدی گر

حلوا نفزودی به دماغ این همه قوت — ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش — ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش

در قدح بلور کن شربت قند با گلاب — چمچه بزن دران میان یک دو سه چار و پنج و شش

پیدهٔ دلفریب را اگرچه ثقیل گفته اند — لیک نداردت زیان یک دو سه چار و پنج و شش

شاهد انبه ام بکف گرفته از کمال شوق — بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش

صحن پر از مزعفر و کاسه پر از برنج و شیر — خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش

مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا — خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوق برفیم بیتاب می گردد — که از یاد زلابی محو پیچ و تاب می گردد

ببین بسوی چپاتی بدیدهٔ انصاف | که بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسمِ برسات اوله ویوندی است | وگرنه این همه تمهید برق و باران چیست
چرا نه نیشکر از خرمی نخود بالد | که آل او همه مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکر ای ذوقی | آب گردید دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما۔ بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی۔ گل سرسبد چمن استعداد بود۔ و نهال سربلند قابلیت خداداد۔ مصوّر ازل حسن صورت را باحسن سیرت آمیخته۔ و رنگ حیرت در دیدهٔ تماشائیان ریخته۔

در صغر سن مصحف مجید را از برکرد۔ و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و هندی را فراهم آورد۔ شعلهٔ آوازش دل سنگ می گداخت۔ و حسن قرائتش ایمان سامعه را تازه می ساخت۔

از انجاکه کسب هوای زندگانی و تحصیل اسباب کامرانی مقتضای عهد شباب ست در عنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاهزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود و به منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاهی دران وقت نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت۔ و شاه عالم از کابل و محمد اعظم شاه از دکن بداعیهٔ محاربه شتافتند۔ و در میدان دهولپور بر مسافت دوازده کروه از اکبرآباد تلاقی فئتین رو نمود۔ و محمد اعظم شاه در معرکه نقد زندگانی درباخت و نسیم ظفر بر پرچم الویهٔ شاه عالم وزید۔ بعد فراغ جنگ سید محمد حسن که جوان نازنین بود و سلاح در بر داشت۔ تاب حرارت هوا نیاورده به خیمهٔ خود

آمد۔ و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید کہ تاب و طاقتم نماند۔ ہمین کہ دراز کشید۔ چراغ حیاتش خاموش شد۔ و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجہیز و تکفین بر دروازہ دھول پور دفن ساختند۔

چون راہ آمد و شد واشد سید درگاہی بملاقات پسر شتافت۔ او خود زیر خاک رفتہ بود۔ بیطاقتیہا کرد فائدہ نداشت۔

جنگ سلطانی بیستم شہر ربیع الاول واقع شد۔ سید محمد حسن ببیست و یکم ماہ مذکور سنہ تسع عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست۔ آیہ کریمہ "اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست کہ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی یافتہ و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاہی تحریر نمودہ

این چند بیت تذکرۂ ایماست ؎

جمالش بسکہ در بزم تخیل جلوہ پیرا شد — سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد

مرکز گردش ما نیست بغیر از دل ما — محمل ما دل ما ہم دل ما منزل ما

وصف تو اگر بر لب دریا گذر آرد — از گوش صدف پنبۂ گوہر بدر آمد

مگر در یاد ماہ من ز بلبل نالہ می خیزد — کہ مد شاخ گلہا در چمن چون ہالہ می خیزد

انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام — وای بر بلبل کہ از گل یک سخن نشنیدہ است

کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید — نشد چون غنچہ بی چاک گریبان فتح باب من

رسید قاصد و واشد گرہ ز غنچۂ دل — ہوای بال کبوتر نسیم باغ من است

ز تمکین تو ای ظالم فغانم جوششی دارد — سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را

نیاز و ناز را با یکدگر خوش جلوہ می بخشد — درازیہای دست از من از و دامن کشیدنہا

(۱۳۷) آگاہ۔ سید علی رضا سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عبد الواحد ذوقی مذکور۔ ہمعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستۂ اخلاق حمیدہ ونسخۂ جامع اوصاف پسندیدہ۔
کتب مختصرات درسی تحصیل نمودہ و در فارسی استعداد شایستہ بہم رسانده۔ بدقائق
شعر خوب می رسد۔ وگاہی خود ہم فکر می کند۔ این رباعی زادۂ فکر اوست ؎

ہر چند بود ضمیر پاکت روشن || بی راہبری گام درین راہ مزن
پیداست کہ شمع پیش پای خود را || بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولّد محمد عارف روز جمعہ نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وعشرین ومأئۃ والف (۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیدہ۔ وعندلیبی است نو رسیدہ۔ اول شخصی از دودمان مخدوم رکن الدین کہ چراغ سخن افروخت۔ وطرز موزونی از مبدء فیاض آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور بہ گلگشت کوچۂ سخن خرامید۔ و در فن فارسی و ہندی کمالی بہم رسانید سیما شعر ہندی کہ این فن را خوب ورزیدہ وغزالان تازہ در دام کشیدہ۔ برخی از سبزان ہند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند۔

با فقیر محبّت تمام دارد۔ وہمیشہ بہ نامہ و پیام مرہمی بر دلِ ریش می گذارد۔
این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صہبا باشد || رشتۂ شمع من از پنبۂ مینا باشد
قطع این راہ توان کرد بیک قطع نظر || خار پایت مژۂ دیدۂ بینا باشد
بسکہ نیرنگی حسنت بنظر جلوہ نمود || مژۂ من پرِ طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم کہ چشم زخم من چون می پرد | شاید از مژگان او آمد پیام بوسۂ
مشو برای کبابی بآتشی محتاج | چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب
چون صریرِ خامہ نبود نالہ ام را آفتی | سرمہ می سازد بلند آواز فریادِ مرا

رباعی

ختم آمدہ منشور ولایت بر تو
انجام صحیفۂ ہدایت بر تو
تعقیب خلافتِ تو بر جا باشد
چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر
رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر
در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی
ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ
زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ
این ہر دو بکار خویش ضدی دارند
مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب و مؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔

مشق سخن از خدمت میر می کند۔ و طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد۔ و لآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانہ عمرش بیفزاید۔ و پایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید | چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید
تو ان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را | کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت | مگر دادند اعجاز مسیحا این فرنگی را

داغ احسان برنتابد همتِ والای ما | از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دورِ فلک عشرت نصیبِ ما نشد | سرکه شد از شور بختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اہل زر بود | می زند پہلو به عیسی هر که صاحب خر بود

گرد کین از جانبِ ما بسکه در دلها نشست | در میان ما و یاران سدِّ اسکندر بود

در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا | می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا

در بهارستانِ غفلت ایمن از غارتگرم | غنچۂ تصویریم و نبود غمِ گلچین مرا

بسکه هر شب سبزۂ خطِّ تو می بینم بخواب | سبز همچون بال طوطی شد پر بالین مرا

مپوش چشم خود از روی نوخطان زاهد | کسی که منکرِ مصحف بود مسلمان نیست

هیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم | گر ز نی نغمه گرفتند شکر بخشیدند

آنچه باید در خورِ هر شخص سامان می کند | دخترِ رز را بود گهواره از پیمانها

تنگ چشمان را ز دولت خِسّت افزون می شود | مشت بر بندد صدف هرگه گهر آید بدست

شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان | شد مرا این نکته روشن از لبِ خندانِ برق

نامِ آبا روشن از فرزند صاحب جوهر است | حرمتِ دیگر به عالم از گهر دارد محیط

اہل همت را چه باک از خصمیِ بدگوهران | سنگ نتواند کسی بر شیشۂ گردون زدن

به مستی داد جانان وعدۂ یک بوسه‌ام صانع | چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگردد

از هجوم داغ ناپیداست دل در سینه‌ام | در سوادِ خویشتن این شهر پنهان گشته است

چرا از عشق خود آگاه کردمش صانع | اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور۔ شیخ محمد صدیق بلگرامی[۱]

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد۔ سخنور کلام الله

---

[۱] نتائج الافکار صفحه ۲۲۴۔

را از بر کرده مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایۂ تربیت میر نوازش علی می کند و فکری صحیح دارد - از وست ؎

تا به گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود | بر سرِ قمری چه آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایۂ ناز آن سپاهی پیشه را | آنچه از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکرِ صحرا فارغ اند | از خرابِ آبادِ دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم | زیر بالِ خود کند چون بیضه پنهان غنچه را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواهرزادۂ قاضی احسان الله مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - از وست ؎

از بسکه سوده ام از سرِ افسوس کف بهم | دستم رساند آبلها چون صدف بهم
ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر | ترحمی که ترا منزل است شیشۂ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی بود وامق ذهن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتی بهم رسانده و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - از وست ؎

گر به بینی تو مرا بر سرِ راهی گاهی | چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی
بسکه درماندۂ هجرم ز خدا می خواهم | وصل هر روزه اگر نیست بماهی گاهی
یاد روزی که گزر داشت به کویش وامق | بود با او نظرِ لطفِ تو گاهی گاهی
بسکه حیرانِ تماشایِ تو گردیدم نماند | در چراغِ دیده ام چون دیدۂ بسمل فروغ

(۱۴۳) محزون۔سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت۔جوان شایستہ است۔اکثر بہ دواوین وکتب فارسی وا رسیدہ واخذ آداب ومشق سخن از میر نوازش علی نمودہ۔از وست آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین مددِ ذو الفقار می خواہم
با گناہ ز حد فزون محزون رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم خط برون آورد و ما را کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید۔ودل ودیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید۔قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت۔وزبان آتشین گفتار شمعہا گیرانید تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت۔اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند۔وتاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

ز نوکِ کلکِ من نقشے ترا وید کز و تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاھم اللہ بجائزۃ الخیر

من ہیچمدان با زبان عربی وفارسی وہندی آشنایم۔واز ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم۔در عربی وفارسی عمرہا مشق سخن کردم ونوعروسان معانی را در آغوش فکر پروردم مشق سخن ہندی ہرچند اتفاق نیفتاد۔وفرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد۔امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظّی وافر است۔د

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی تمکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ وشیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بہید" قدم سحر سازی بیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و باسفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ وسجل دعوی خاکسار را بہ مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہٰذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بوشناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر بادشاہ عمدگی و اعتبار داشتہ اند و لوای فوقیت برافراشتہ۔

شیخ شاہ محمد دران عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ وسخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریری چند وارہ حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار برآمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد درسواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را در ہندی

"نایت" گویند- وابریشم سیاه دران تعبیہ کنند-

شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :-

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دست را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است- وعشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل وعشق قمری بر سرو نزد اہل فرس-

چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-

"بھنور نیست گو برونده است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شد- و لطافت طبع اور ادریافت- و او را بر اسپ گرفتہ در ربود- وبخانہ آوردہ تربیت کرد- و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ بر آمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد-

دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است- اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند-

روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند-

شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو اوتہت ترنگ مون یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-

"ادنل روپ کوئی کامنی مجّن کر گئی ساہ"

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب درہوا می رفت-

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کیتھ اورین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہ جواب داد :-

"من متھ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کہو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد- چنپا چشم پرُ آب کرد- چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است-

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت-

"رکم درگ ڈہری سنارمم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکہار ملن ہنتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد- و اکثر اوقات در شعر بلح افیون می پرداخت- و چنپا قدح افیون می کرد- روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا بپیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل ٹھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے
چنپا دی پرہٹائے یہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون نہہ پہوچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمدؒ در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود- از منظومات او چند نسخہ متداول است-

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد-

پچھپ دشت اور کونج من سہج پر یواہنت
بھرنکی ہوئی گھت سنچری تب بھینتی بھگونت
کیچ چھوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت ہیوت بھونگ
پھپ ترا ین چھرنس مانگ نک گج راہ
بدن چند دن دیکھت ام کر بھو لو ساہ
اِل مالا بپن گبیئی آہ کل دری پتار
مرگ مد کرتن کو چھوئی برن پاس تو یار
تل بنکٹ بھرکٹی ملن سوسو بھاجیہ جاگ
ادھر دہنک منون نر کہہ کی پانک پسارت کاک
میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکھہ ایمان لک
جگ بیتی نہچت سچت بھیو نہ مکھ سمک
تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکھت نیت نہ کات
نین بچتر اکہت بب پیوت ہون نہ اگھات
پریتم نین ترنگ چڑہ چھانہہ جو میلت آئی
من پارا گھٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی
مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکھہ جاہ
مرگ انگ مرگ مدتلک مرگ رتبھت سرتاہ

این سہ دوہا از چدنیا نوشتہ مے شود ؎

ساہا انک دن یون ہنئے چتون کھنچی اکاس
بھیو کھٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کرپا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نانہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدرجہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا التحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز ومکرم می زیست۔ وصفت مروت وسخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت وہموارہ حلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی ولطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم ونثر بہم رساند۔ واین فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سر آمد بر آمد۔ وکتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔

آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت وبہاکا کسب نمود۔ ومہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادو تال وسنگیت ساز یکتائی نواخت۔ ومحقق ومدقق این فن ونایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سندگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشہای او مشہور است۔ وخوانندہا در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن بہ سبیل تعظیم بنظر درآمد ازینجا مستفاد می شود کہ در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید؎

آتش نفسان گوش بہ تعظیم بگیرند　　ہر جا کہ من سوختہ را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش بہ استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا بہ انسان چہ رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعہ فرمود کہ وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی کہ ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد کہ از نایکان پیشین تصرفہا بہ عالم ظہور رسیدہ کہ برزبانہا دائر است درین ایام کہ قحط باران و کار خلق خدا تباہ است اگر توانند تصرفی بہ ظہور رسانند۔ و بہ فریاد خلائق برسند۔ فرمود بندہ عاجز است و توانای مطلق جل شانہٗ بر ہمہ چیز قادر۔ وصندلی طلبیدہ در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ و راگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان کہ مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکہ بقول مشہور "ما فی السماء قدر راحۃ سحابا" ابری بقدر کفِ دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد کہ خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان کہ ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید کہ روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتہا کرد و خلائق بہ دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہندو دختری سندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز بہ جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفتہ رفتہ راز گل کرد۔ قوم دختر بہ پرخاش برخاستند۔ ازانجا کہ سررشتۂ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد بُرد و زیور اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح درآورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید تبقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرونشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود و سالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و نقلم می آید :-

-: سکیا برنن :-

سنگ لاگی ڈولت مکر سرسا کرن چنون پان کو چرتر کا ہو چنیو
للت رسن دب بولت کلت ونت ایکدہ ہسن ادہرن ہیت ہنیو
اوکت ہوت نہ سر یر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کنھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سورس ال سپنت نلن جبین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کانتھی رتیو

-: سکلا ابھار کا :-

چند ادی چلی چند مکھی تن گورہ چندن کہو رن اکھو رین
دونبہ جوت بڑھی چت جوبھہ مانو پای مینکھہ کو رین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندھن جو رین
ہاتھ لیبین سر پچن کون سوکیو سرپنچ پر پنچھ تو رین

-: نین برنن :-

کاری کجراری اُنیاری جگ موہنی کون تن بچ تاری ات ترل تریری ہین

جیسی ین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گھیری ہین
لال مدہنا یک سومیرومن موہنی کون پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالو کی سدہا رسو بہا ابہا اوہکار ایسی ین کی کہلونان کدہون ین پیاری تیری ہین

-: چلکھ برنن گھونگھٹ مین :-

جو چترانن چیت چدہی نہ بدہی بدہ ببیدن گرنتھ نہ گائی
بہار تھی بہوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تنکھہ جوت جگی نہ تھکی مدہنا یک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دو کول چھبی جھلکی اپچھ براجت اچھ رجھائی

-: چند کی سیامتا برنن :-

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکھیت کوئی کہی چھایا چھت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکھیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانھ کی بلاس کی
تادن تین چھاتی چھید پری ہین چھپاکر کی وار پار دیکھیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است که ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و اوسوای قبائل اربعہ مشہور سید وارہ است و نسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیک طینتی شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

دیوان

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد۔ زمینداران قطاع الطریق نلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند۔ نواب مرتضیٰ خان بنا بر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرءت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند۔ دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت۔ و با برادران خود سوار شدہ بر سر مفسدان رفت۔ و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد۔ و نلوہا مسلم بدست آمد۔ نواب مرتضیٰ خان نلوہا را بہ حضور خلد مکان فرستاد۔ و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت۔ دیوان مورد تحسین و آفرین شد۔

دیوان تا سی و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ وغیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت۔

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید۔ و نواب مرتضیٰ خان بنا بر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی دران الکہ خوب نشستہ بود۔ بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود۔

قضا را بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ در آن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود۔ سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید در ینجا ثبت می کنم کہ شمۂ احوال میر ازان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :۔

"ازان مدت کہ تشریف شریف باین ملک اتفاق اُفتاد ۔ چون حقیقت سکنہ این دیار از وارد
"وصادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام تکرار پردا ختہ
"دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
"حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
"یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن نیرنگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
"مدت پنجاہ سال در خدمت اُمرا و ملوک گذرانده حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
"کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد ۔ بالفعل کہ سال
"وی بہ نود کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کار بی آنکہ آمدہ بوطن
"ونشیند نیافت ۔ مرتضیٰ خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
"خود را بر قصد سید مقدم داشت ۔ چون الحاحی بغایت کرد ۔ انکار سید پیش نرفت ۔ بعد از آنی
"کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید مردم
"پرگنہ کہ ازین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی بر آید کوچہا بر بستند از انجا کہ غلبۂ اسلام
"یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن بنائی بہ عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتند خجالت بخش
"ہر مایۂ فساد شدند ۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
"بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
"است زیادہ از آن ۔ وطلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن ۔ اکنون بجز
"خدا پناہی نیست ؎

"در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

"مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین از عتقاء خدا است ۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

"که ابن تسعین ۹۰ را معتق ندانسته بقید حساب کشند وتبقصیر خدمت یک ماه اهانت آن بی گناه "کنند جای وحشت است والسلام۔"

چون این نامه به خیر اندیش خان رسید۔ میر سید بهیکه را از مطالبه معاف داشت لیکن سید رحمت اللہ ابن الابن میر مسطور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کرده خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بهیکه به جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس اللہ اسرارهما بیعت داشت۔ و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت وعبادت معمور می داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه اربع وتسعین والف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید۔

سید خیر اللہ

اما سید خیر اللہ بن دیوان سید بهیکه همراه پدر نخو می بود سید بهیکه عبد الرحیم نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر اللہ را این معنی گران آمد۔ و از پدر جدا گردید۔ و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنهما می دهد۔

سید خیر اللہ در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه سید بهیکه وسائط برانگیخته سید خیر اللہ را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی به زخم تفنگ جرعهٔ شهادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت اللہ بن سید خیر اللہ دختر زادهٔ سید لطف اللہ بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت اللہ در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و به نیابت او بسر انجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بهیکه را پیری دریافت سید رحمت اللہ

عرض کرد کہ حضرت حالا درخانہ نشینند ومن خدمت بجامی آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ وبیسوارہ وغیرہ می پرداخت ودر دیانت وراستی دقیقۂ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ ومدبر وشجاع وصاحب عزم وعالی ہمت بود واکثر مواضع قلب راتسخیر کرد وسرکشان رامطیع ومنقاد ساخت۔ واز سرکار خیر اندیش خان عالمگیری واز سرکار عبدالصمد خان روشانی وامراء دیگر نیز محالات فراوان داشت وباوارد وصادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ ودست جود واحسان کشادہ می داشت۔

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن به اردوی خلد مکان رفت وپادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان باشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست وپدرش نلوہار را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی وجاگیر از محال سائی پور وسید حبیب اللہ بہ منصب صد وپنجاہی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ وسید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ وبرای تربیت برادر زادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود وسید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حُکام از توابع لکھنو است وسلیم پور یکی از قرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر ومائۃ والف (۱۱۱۸) بہ رحمت حق پیوست۔ نعش اورا در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجمو باد فروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیده خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دوہۂ از منظومات چنتامن در "اننیا النکار" پیش دیوان خواند۔ درین مقام اول "اننیا النکار" را برنگاریم بعد از آن سررشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

"اننیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بروزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و "اننیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیده کہ کسی از ادبای عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کرده باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست در محبّت یگانہ می باشد

و در منشآت میرزا جلالای طبا طبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان توئی چون تو خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوری مقلی ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید :۔ علمای عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آورده اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کرده اند کہ "ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

اَمْرِ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" واز ینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ را سہ رکن است مشبہ[1] ومشبہ بہ[2] ووجہ شبہ[3]۔ پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از تشبیہ و اثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگر چہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْئِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْئِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہہ چنتامن در "انتیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتا من چت چین
وا مرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انتیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت۔ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت۔ وہر گاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود۔ و دوہہ را تغیر داد ؎

واسندر کی مین لکھی واہی کیسی نین

واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است و دو برادر او بہوکن و مترام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن در علم سنسکرت سر آمد اقران بود۔ و

چنتامن

و در سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ با عزت بسر می برد و او را تصنیفی است "کبت بچار" نام کہ در میان سخن سنجان متداول است دوہرہ مذکور در انتیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ کہ از تحت جاجمؤ می گذرد با قبائل خود بہ جاجمؤ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید بہ عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و بہ مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ و کبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"

"بجت اک جمک گہن گھمک وندبھن کی ترنگ کہر دھمک بھو تل ہلایو"

"بیر تہہ کہت ہیہ کنپ ڈر جو رسن سین کو سور چھون اور چھایو"

"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد او بعرض رسانید کہ می خواہم در حضور دالاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شما نیست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتامن در حضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کتب را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار

سوہت بینی پیٹھ پر جھینین پٹ کی بھائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی

مانگ سہاگ بھری الی بب پاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چپلا لیک لکھائے

بھونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تورکی تہارو پیارو پائے

آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکہت بیدہت پران

ہوئی ترچھی تر چھی تکیو بہتو بہامنی بہیر
چبھ جیتون چت مون گئی کاڈہت باوہت پیر

سندر مکھہ چوکا حمک اپمان گوبرنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین

کراچائی جھائی تیہ دہاری بیچ انھ بھائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی گری بھوم پر آئی

سوبرن رنگ مہندی رچو چھلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ

او پمان سندر نکہن کی من آدی نہین اور
اندبدھوار یندگی کلن بھئین سرمور

چھلا چھیلی چھانگیین بب چھب مل اک ساتھ

چھلت چھیل منکو کرت چھلا کلا کی ہاتھ
اودر لست روما ولی موہن موہن بھانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
نابھہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹھٹ کی دیکھ مبور کریو کچ گرکی کراڈہ
گوری بھوری گورٹی تھوری بَیں سہائی
بھوری بھوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچھوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست سترات درگ للچاوت رجھوار
بھیج اُچائی انگڑائی بن بیم جنائی جمھائے
چٹ پٹ ہرنہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکھرائے
ہرمرلی ہرکی لئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کھیلت پھاگ ہلاس سون بھاگ بھری لکھہ ناتھہ
موٹھی داڑ گلال کی من کیو موٹھی ماتھہ
جھک جھک کھیلت ہی للی جھومر سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پر آج
بھونہہ چڈ ہائی جنائی رس جھونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بھتو الو تھن اینٹھ بنائے

گہٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گہٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت
للن چلن کی نام سن گری گہوم کی بہوم
پیارین پیاری لکھ پیاپران دئی مکھ چوم
پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
گھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس
کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو کئی انہین ہت کوہال
کہت سبیس کردہر سنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سالسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ

پیشتر نی قلم واسطی نثراد گوش مستمعان را از تصانیف والاچہ حجازی وچہ عراقی نواختنہ۔ اینجا شکرہندی می افشاند وطوطیان ہندرا نغماے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ ترہات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان محتاط را بہ گفتگوی دور از کار آلاید لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنابر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید؎

شعر گر فضل من بنوشیدی   می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من   میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دواکر شاعر ہندی

مصر دو اکر بن مصر ہر بلس کہ از براہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بھاکا مسلم خاص و عام - و علامۂ مرحوم و را بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید - دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو کنہن سو سیل"

"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد - رحلت آن جناب ببیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان وثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد -

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست - این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

جیون جڑ ائی کو ٹیکو بھال سہائی	الہ نام پوتھی پر لکی ایخہ بھائی
ایک سیام تم اویری الگ سنجوگ	کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ
سمن باس بن چھاینن نہیں سہات	پہلواری گھونگھٹ کی یاتین جات
پیرت انت جھونٹی کی مکھ چہار	واکپول نرمل تین در بن ہار
دت چیکنون دیکھی ہلست کوت	رانل دیکھی پترن باڈ ہنت جوت
ہوئی انیت گرڈاری سیری سیام	لکھ کپوت واکریوان اتھہ ابھرام
کری لاک جہان بچھریو ہیت تہاں ہوئی	سنکھہ نا نہہ جیو موری دھون گیا کھوئی
چنین لال نرجیین ڈاک نوین	نکھس جھلک مہندی سنگ لعبن دت دین
کنول کلی لو موندی بھلی یہ بات	بھاد نابھہ کی نر کو کھو نجات
لانبی چکلی بانن من ہر لین	بینی پیٹھ دو دمل متو جو کین
انت باندھیت گنھی کھنین لاے	چگل جنگھ سو موہن انکو جاے

کنول سا بنچہ موندت نہیں کوس سکور	واچرن کو بندت انجل جو ر

و از منظومات والاست این چند دوہہ ؎

پہلواری جگ مین سبے سینچت لی لی باس
سو کہی رو کہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس
رجنی سجنی بیہ سنگ پاؤن روپ بہات
اب پریتم بچہری بہیٔ پاؤن پک کی بہانت
تو نا ساکی ڈاڑہ کی کیر لگی جیبہؔ کو پنچ
رہر کہو نٹو نت کری کہی دیت ہی چونچ
پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چہن بچہرت جاکی پری جہاوان چہاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی۔ ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد۔ اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن را یک قلم از اوج غرور انداختہ۔ الحق ہیچ طوطیٔ در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی ننمودہ۔ و ہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ۔ جوہر تیغ ہند از نیزۂ حظی بہ این حسن وا نمودن جز او کہ می داند۔ و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند۔

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید۔ حظی کرد۔ و این

قطعہ در سلک نظم کشید۔

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب است	ز بلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سید غلام علی	کسی بہ شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جہانِ ہنر سید غلام نبی	رساند فطرتِ او شعر ہند را بہ مراد
نگاہدار الٰہی ہمیشہ ایشان را	بِمُرسَلِ عَرَبِیٍّ وَّ آلِہِ الْاَمجادِ

میرزا جانجانان مظہر دہلوی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکھہ نکھہ" صد و ہفتاد و ہفت دوہا است کہ آن را "انگ درپن" نام گذاشتہ و دیگر "نایکا برنن" کہ در سنہ ۱۱۵۴ ہزار و صد و پنجاہ و چہار ہجری تصنیف کردہ و مطابق این سال دوہا در خاتمۂ کتاب درج نمودہ و "رس پربودہ" نام مقرر ساخت معنیش آنکہ ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند کہ نزد اہل ہند مقرر است کہ تغیر و کیفیتی کہ در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دہد آن را "رس" گویند و آن نہ حالت است۔ و کتاب "نورس" کہ ملا ظہوری دیباچہ آن نوشتہ این معنی ہم دارد۔ نو در ہندی نہ را گویند۔ از ان نہ حالت

اول۔ "سنگار رس" کہ عبارت از کیفیت کمال محبت است کہ مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و ہمچنین کیفیتی کہ زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او بہم می رسد۔

دوم۔ "ہاس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" کہ عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چہارم "رودر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تہور است۔

پنجم۔ "بیر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است

ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت از کیفیت کمال خوف است

ہفتم۔ "بیبھتس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال کراہت است

ہشتم "اوبہت رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تعجب است

نہم "سانت رس" کہ عبارت از حالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و ہمہ نیک وبد یکسان نماید۔ واصل منشاء این حالت ترک وتجرید است۔

و درین کتاب اکثر مقامات را کہ از مصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ میر بہ دقت ونازکی تمام آن مقامات را حل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دھیرا وکھندتا و فرق درمیان بچن بدگدہا وسوین دوت وفرق درمیان کریا بدگدہا و بودھک ہا۔ وسبب جدا شدن انبہ سبنوک وکھتاد کرتیا ومانتی از ہشت نایکا باوجود شریک بودن این مجموع درا وستھا بھید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔ ودیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ ودر ایجاد و اختراع مضامین دقیق وخیالات نازک چہ قدر قوت فکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ از اول تا آخر تمثیلات تام دارد۔ ومجموع کتاب انتخاب وسحر حلال واقع شدہ۔

وسوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد "رسلین" تخلص می کند۔ لین بمعنی محو است یعنی کسیکہ در رس محو باشد۔

درین مقام صد وبیست وپنج دوہا از ہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است انتخاب زدہ۔ وچند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ از انگ درپن

—: منگلا چرن :—

سو پادت یا جگت مون ہر رس نیہ کو بہاے

جون تن من تبین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-:جورا برنن:-

چند کھی جورد چتی چت لینہون پہچان
سیس اٹھایو ہی تم سس کو پا چھو جان

-:ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیبن مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پھری پرئی دہری رکت پھری تروار

-:بھونہہ اینٹھ برنن:-

اینٹھن ہون اوترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرو دہنک تیون تیون جڈہت ندان

-:کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کان جاے
اب گھر کہوت اور کی کیجئی کہا اوپاے

-:نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین ہرنین دل کے ساتھ
تیوری چکھہ مکھہ کی جگت کیو چہت سب ہاتھ

-:کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نیبنن کی چیت
بکھہ کاجر نج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-:کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب بچھ

لکھیت کھنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

-:نتزن کی لال ڈوری برنن:-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-:ناسکا برنن:-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچھت سب گانو
کئی نواسن ناس کی لھیو ناسکا نانو

-:لنگن برنن:-

تھک لتکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مارمروریو جگت تبو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-:پناری برنن:-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منون اہی بہاست پریو چنھہ انگری بہار

-: ادہر برنن :-

تیرس دتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹھان
بھور سانجھ کہہ ارنئی بھئی ادہر تو آن

-:مہندی برنن:-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دوہتھیرن دس نکھن مہندی بھئی بنائی

-:سکمارتا برنن:-

لگت بات تاکو کہان جاکو سپجھم گات

نیک سانس کی جھوک مین پاس نہیں ٹھہرات

-: روما دل برنن :-

امل اودروا سگھر بین روما دل کی بھیکھہ
پرگھٹ دیکھئی سانس کی آواگون مین ریکھہ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

نہین پناری پیٹھ تو کینھو دیٹھ بچار
دہسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-: کٹ برنن :-

سنیٹ کٹ سیجھم نیپت تکت ندیکہت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا میں بین

-: جنگھا برنن :-

سیس جٹا دہر ہون گہہ کھڑی رہین ایک پای
اپنی نپ کدلی تیو لہین نہ جنگھہ سبھای

-: پگ تل برنن :-

لکہہ پگ تل کی مرو لتا کب برنت سکچانہہ
من تین آوت جیبہ لون مت چھالی پرجانہہ

-: نکھ برنن :-

دووت وا اوت نکھن کی بہنی کون کب ایس
پای پرت چھت جاہ کو بہیو چندیہ سیس

-: تتر تپ انگ برنن :-

ملکہہ سیس نرکہہ چکورا ورتن پانچ لکھ مین

پگ پنگج دیکہت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

-: پریت بھاو :-

توہت تو ترینہہ کو اپجئو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت سپہل ہون کی جائی

-: سکیا :-

دہرت نہ چوکی نگ جٹی یاتین ارہین لائی
چہانہہ پری پر پرکہہ کی جن نیہ دہرم نسائی

-: الکرت جوبنا مگدہا :-

یون بالا جوبن جہلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

-: نو جوبنا مگدہا :-

جیون بیہ تنتھ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون سستنانس تم گہٹ چہب دُت پھیلت جات

-: پنجھ :-

انست ہین تو ارج ارنکسنت جہلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین ہین آئی

-: گیات جوبنا مگدہا :-

سکہن کنت لون تیہ نین کچھ تنک بہس لجات
مانو کمل کلین چتی البن ہلس رہ جات

-:اگیات جوبنا مگدہا:-

دادن باندہی سانس مین ہور سکہن سون لائی
سو میرین بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسی آئی

-:نیودہا مگدہا:-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ پہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بہرم لال کی نام

-:بشربدھ نیؤدہا مگدہا:-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناجہین برسی مینہہ

-:پنچھہ:-

نیہ اگیان ارگیان ہین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ یہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

-:مگدہا کی سرت آنت:-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

-:مدہیا:-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جورتین مندت نیم کی جور

-:پنچھہ:-

رمنین من پادت نہیں لاج پریت کوانت
دہون اورا ینچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

-: مدہیا انت کاما :-

یون تنیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

-: مدہا کی پیرت :-

کان پرت مرگ لون پری مرچہہ للن کی پران
کنٹھ ٹہنک نوپر جہنک دہن لئی جب تان

-: مدہیا کی بپریت :-

رمت رمن بپریت یون لاج مدن میں چہاک
جیون رتہہ ہانکت سارتہی دہون لیک کون تاک

-: پروڑہا :-

جب بنتا برکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تپن پرت دیوس مدہ لاج سیت گہٹ جائی۔

-: پروڑہا کی سنرتانت :-

ڈہرک پری کہون اریسی نکہہ کچ سیس سہائی
ترن چھپیو منون کرسکہر دونج نکس درسائی

-: مدہیا دہیرا :-

لکہت ہنتی درگ کمل لئی چور بدن رب ادر
اب الخہ انن چندہت کربو نین چکور

-: مدہیا ادہیرا :-

بہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہاتھ پرت ہو اور کی پاین پرت مو آئے

-:مدہیا دہیرا دہیرا:-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پونچھت گہہ ہاتھ
دہن آنسوا گہن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-:پرورہا دہیرا:-

پاگ دہرین پیری کہری پیہ مکھہ پری نہار
پہول جھری کرہین دہری آنکھ بہری جھجھکار

پرورہا دہیرا

نین لال تنک رس دری کچھونہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-:جیشٹھا کنشٹھا:-

کن بچتر یہ کہیل بل دینہون تمہین سکہائی
موٹھہ ماروا کی درگن موکھہ ماندت دہائی

-:پرورہا دہیرا:-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کیہون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بہئی گہت ہین ہاتھ

-:اوڈہا پرکیا:-

نین اچل چل منج تو دواو بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارا پیت لاگت کہنج

-:انوڑہا پرکیا:-

روکہی ہو جن باس لون چوری دیت جنائی
بنان جڈہین ہرنیہ جو چڈہیونیہ ہرائی

٦:سامانیا:-

مکت مال لکھہ دھن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تھاری ار بسی شو میری ار مانہہ

-:انیہ سبنھوک دکھتا:-

تیری پاس پرکاس پر نیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

-:پریم کرتبا:-

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

-:روپ کرتبا:-

جوبن لہہ ان روپ ٹھگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مار کے ہتیا موسر دین

-:مانِنی:-

دہرت مانِنی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جھرت مکت کی مال

-:سوادھین پتکا:-

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تیہ چکھہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

-:انگنٹھا:-

سکھی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بھولی کہگ لون بھری مومن سوجن ماتھہ

-: کہنڈتا :-

پیہ تن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کہائی

-: پرلبدہا :-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-: کلنتھترتا :-

الی مان آہ کی دسی جہار یوُ ہر کر نیھہ
تیو کرو دہ بس نان جہنواب چہوٹت ہی دیھہ

-: باسک سجیا :-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کہیت بنائے کسان جیون رہت بیٹھہ اوسیر

-: ابھارکا :-

ایسین کا من لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل پون ساھین پائی

-: پنتھہ :-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کہولت نج چھٹا چنئ ڈہانپت گھٹا نہار
پیرو گھہٹ تیرکا

نس جگای پرانتھہ چہت پران مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بہیو نیو کنتو ال

-: لمکہت نپکا :-

پھلین پاکہہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پرتہمہ جھڑ چیت باس لون نکسی پیہو سانس

-: چہت نپکا :-

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کر دی یہ جو چکنین ہر نت لاے سنیہ
برہ اگن جو چھنک مین ہون چہت اب کیہ

-: المکہت تپکا :-

ہراون سن پتہک مکہہ امگن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکھ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

-: اچہت تپکا :-

آوت لہہ گہنسیام کی آن دیس تین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیونیہ نہی کو گات

-: آگت تپکا :-

سکہی بچہرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

-: اُتما :-

کیہون اوکن انگ کو لکہین نہ ہت کی جور
پیہ مینک مکہہ کی بہی رونی نین چکور

-: مدہما :-

پیہ سنگ سنمکہہ رہت بمکہہ بمکہہ ہوئی جات
نیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادہما :-

جیون جیون آدر سون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون یہامن ہین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پت نایک :-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیو لون آپنی کر راکہی اردہنگ

-: انکول نایک :-

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجانھ
بن پر کہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: وچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پمریت
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکہہ پہیر کت تانت بہو بہنہ ندان
بانن بدہ کا ہون نہین راکہی چڈھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کالہہ گیوہی آپہین موسر سو ہین کہائی
آج سیس جادک لیئن پھر لوٹت ہی پائی

-:اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

-:ببیبک نایک:-

لال ادہرہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجیئ کنھ دہن لیائے جوکیجیئ تنہ دہن ہاتھ

-:روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن ہین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

-:پروکہت نایک:-

اگن روپ بن ری برہ کت جارت ہی موہ
ننہ نن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

-:سروِن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین درگ مرگ لون چلی کانن ہین کون جات

-:سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

-:چتر درسن:-

چترہ چتوت چتریون رہی ایک ٹک جوئی
متربلوکت رادری کہو کون گت ہوئی

-: سونگکھ درسن :-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سس کی بہئی تیہ کی نین چکور

-: دوتی برنن :-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

-: نایکا کی استنت :-

کسک کسک پونچھت کھا جسک مسک انمان
کہسک جاے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان

-: برہ نویدن :-

کہا کہون واکی دسا جب کہک بولت رات
پیوسنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

-: بسنت رت برنن :-

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاوت پائی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسنی آئی

-: نربدہ بات برنن :-

سرور مانھ انھای ارباگ باگ برماے
مند مند آوت پون راج ہنس کی بھاے

-: باگ برنن :-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن مس آن

گریکہم رت برنن

دہوپ چنڈ کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ نیہ یہہ گریکہم ٹھک آئے

-: پنچھہ :-

چھٹت نہ لی نل نیر جل دل سج چہت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان پہین دہائی

-: جل کیل :-

ہر چھینٹت یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل پہ جھون اورتین مکتن جھورت چند

-: پاوس رت برنن :-

پاوس میں سر لوک نبن جگت ادہک سکھ جان
اند بدہو جا ہیں سدا چھت بھرت ہین آن

-: پنچھہ :-

جھول جھول نیہ سکھت ہین گنگن چڈ ہی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین ہر نارن کون جیت

سرورت برنن

چند بدن چمکای ارکہنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چھلت یہ سروا بچھرا آے

-: ہمینت رت برنن :-

ہیت سیت کی ورن تین سکت نہ او پر جائی
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چھائی

-: سسرات برنن :-

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی پات
بچہرن کون چت ہون دہر بن سوکہہ جات ہی گات

-: لیلا ہاؤ :-

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام

-: بلاس ہاؤ :-

درگن جور انٹھلاے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

-: للت ہاؤ :-

سکل بہوکھنن کون جدپ توچہب رہی سنگار
پی کنہہ بدھ انھہ بہارئی پیہ مین جیہی نار

-: بچہت ہاؤ :-

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دی رنگیو سیام کو لال

-: بیوگ ہاؤ :-

بات ہوئی سو دور تین ویجئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جو نری آئی

-: کلکنچت ہاؤ :-

شوسر کی سس مین شوانک نج چھانہہ بھرمائی
ڈری جھکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

-: بہبھرم ہاؤ :-

بیندی ارن کپول دی لال وتھونان بھال
ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

-: بودہک ہاؤ :-

مانگ بیچ دہر آنگری ڈہانپ نیل پٹ بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

-: مدہ ہاؤ :-

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال درگن بین مدبھرن آوت چلین ہلور

-: سوبھا اداہرن :-

ایک سکھین کرلی چھرین ہنت چکورن دہای
ایک بہنور کی پھیر کون مارت چنور ڈلای

-: کانت اداہرن :-

مکرہلتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس
توتوانن کی ملن کی سبرن راکھئی آس

دیپت اداہرن

چندجہان بدہ مکہہ رچی نن چپلا سو ٹھان
تا پراوب دہری کہری توتورپوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کوبرت رہت ہبہہ ماٹھہ
بات چھون دس کی سہی بجھت کیسھون نانھہ

:- آٹھ سانوک بھاو :-

پیہ تنک تھک اوہ بربن کہہ پلک سوید تین جہاے
ہوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا دھرا ے

:- سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
ریجھ جھکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پریا اور میت
راو نو پرن بین بہی ایک رسنان کی جیت

:- انتھ بیوگ مدہ ستر تانراگ :-

جاہ بات سن کے بہی تن من کی گت آن
تاکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین مو پران

:- پوریا نراگ بین درشتا نراگ :-

ہین ٹکیا مانہہ متھہ دیٹھہ رئی کون دار
مومن ماکھن لی گئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چنئ بہئ یہہ تیہ مکہہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

:- دان اپائی :-

پٹھئی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پھول
جنھہ لھ نو ہیہ کمل تین کڈھی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری نانہہ
تنھ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس اپائی :—

کہت پران جورین کون تیوت ہین کرمان
تی سب چکیئ ہونھ کی اگلی جنم ندان

—: پریاس ہیوک :—

سوامناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم بہی تب شبو وی چڑہاے

—: کرنا ہیوگ :—

سکہہ ائی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکھ پاے کی چلیو چھٹ ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ ستر کے ساتھ
کہیوری وانٹھر سون ایسی کہیت ہاتھ

—: پاتی :—

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اورسب ہون دبہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دور باعی از آن است

ا۔ سکیا

ازبسکہ حیادوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

:- نعت :-

نور اللہ تین اول نور محمد کو پر گٹو سبھہ آئی
یا چھین بہی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آد دلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پاوی الہ کون کیھون جو لون محمد میں نہ سمائی

:- منقبت :-

پربھو کون نہ جینہوان من میری ایک چھن بیدا اوپر ان کو کیوں نہ چیت چاوری
تج دوارا ایس کو نوا یو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لو نہ آیو گیان کبھوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپرادھ تبو ڈرت نہ نل آدھ شاہ مردان جو بھروسی ایک راوری

بشر بدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بالَ نینن رنہارِ لال بیٹھ گئی تنھہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چیتون چت چبھین ہر رسلین کون کر کری کیل بھون مرجھائے کے
ناہی سی پیہ پاس آڈ آڈ سکھین کے آدن تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے دبت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ ہٹین کھوج لیت جاے کے

:- ترنائی اگم ریت برینو کبت :-

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت بنیت ہے

بکست سمن من پیہل اروج ہوت بھونت بھنور چت راکھے رس پریت ہے
گھورو گنٹھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہادین رسلین دو او جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:- مدہیا دھیرا ادھیرا کبت :-

رات کون بتی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
ہین سنکھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گھات نین میری ہین پررت کیسی کرہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:- رت دوتی منا یومانہی گوتا کو کبت :-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکھت نین مرگ پلوا دہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ بین ہین مور کو یو روم راجی پنکی سراہی
کٹ سنگھہ گج گت ہی تین بیکھی باتین یہ بات آن ہئین اوگاہی
اپنی سب ستر توء تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ سترنا نہ چاہی

:- سانت رس کبت :-

تیری منورتھ کون ہوت ہی سپن لوک تو نہین ہوئی اکاس گرہی نکہت اُدوت ہے
تو نہین چارو تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوجی کوت او اکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے سترلیت اپن نین بوت ہے
جاگ پرین چھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:- نرت برنن کبت :-

بسن بنا سی لٹ آنن پی لٹکائے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ ملائے تتکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دو او بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
ینور بجائے جب بھائے سون دھرت پائی لاگت ہی گت آئی تیری پگ دہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہر پد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئن درسن بھچھا ہیت

پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بھائے

انٹیاتن کی اٹپٹی من ٹپوا بھیو مور
سور جہاوے کرگیان سون بنی پیم کی دور

من پنچھی تن پنجرا پانچ بھرو امول
پیار و پورو کردیو توہیں توہیں نت بول

تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی

ہون چکیئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ نانھ انند

من پاراتن کی کہری دہیان گیان رس موی

برنبھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی
جہاں پیت تہاں برہ ہے جہاں سکھ دُکھ کر دیکھ
جہاں پھول تہاں کانٹ ہی جہاں درب تہاں سیکھ
جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران
ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان
نئی ریت یا ہیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ
من بیند ہو واکیس مون ڈھونڈھ ہو کیئو بار
بھولو کاری رین کو تا کو کہا بچار
ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئ گڈوا کڈھ ہتین پھیر
یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ کون آنکھ موند من پیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل
سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آدی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی
تو نہین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بچھادی کا مری رہی اکیلا سوے
رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار ادری سدا کرت جیو نار

میاموہ من مین بھری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون نو سی چوہے کھائے
اووہ گئی آئی نہ ہر کریو نہ ہر چیت چاؤ
برہا توہ انند ہی موسل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبدالواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال"
در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار
ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ - از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت
کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

--: کبت :--

میٹھی ہی نپت ہی سبھای بھای نینن کی جاگی رس چاکھی کو سبی للچات ہین
پھیکی او بھیمی سب کہای کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن بلات ہین
ایسی سکمار ہین ہی اولی بارون کاپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است - ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید- و مضامین دلنشین مے آرد- برخے ازان درین جریدہ درج می شود-

از سکھ مکھ دوہا

-: منگلا چرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

-: بینی برنن :-

سمد ہیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

-: مانگ برنن :-

بچھیو ہیتو کے نان پچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

-: انک سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ بینگ کے من دھو کہین پٹہان

-: نتر برنن :-

لکھ چکھ مین بہر بہا دام مانون بیکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دیہنی ہی این

-: الکہ :-

کہنچ تھکی لکھ چیلتا کورنگ چکی لکھ رنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

-:الحہ:-

بس پھیلت انکی لکھت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

-:کرن برنن:-

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سییت پرکاس
جاکانن پت کی کرت مکت ناک پیئن باس

-:ناسا برنن:-

اچجت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
اوبھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

-:نتھ برنن:-

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لبنہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

-:کرن مکت برنن:-

مکت بہی جدپ نوؤ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

-:لالری برنن:-

نتھ موتن نج لالری راجت ہی ایتھہ مود
مکت رمت منون ناک پرانند بدھوگھ گود

-:ادہر برنن:-

ادہرامی دہرہیت کنھ بال سدہا دہربھال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادہر گاڈ مرنال

—: مسا برنن :—

لسا مسا ات رس مسا بسا پھولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

—: دسن برنن :—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھئی نکھت بال بدہ ماتھ

—: دس برنن :—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہسن درسائی
بیج کہری دب جات ہی پھول جہری بجھ جائی

—: مکھ جوت برنن :—

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
تؤ مکھ دت لکھ رسن جر دیو راک ہیہ ماتھ

—: مکھ جوت برنن :—

مکھ دیپ وا بدن کی ایمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—: مکھ باس برنن :—

ڈگر ڈگر تؤ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کینو تؤ مکھ باس نی بھون کنج بن کنج

—: تھوڈہی برنن :—

تو ٹھوڈہی سوبھا چتئے کیون نہ لال للچاہنہ

جنھہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کھری بال پچھتاہنہ

—: کنٹھ برنن :—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابھرام
گنھین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—: کنٹھ برنن :—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نتھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—: ریکھا برنن :—

پیکھ ریکھ تؤ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیت واگھہ بسیکھ

—: کنٹھ سر برنن :—

سنی جھنک سر بیت ہین تو سو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دؤ ٹوک ہوی جر کھوک بہئی موک

—: نار برنن :—

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—: بانھہ برنن :—

پاس نلت تؤ بانھ کی پیت اجگت ہیت
جیو لیت دھ کر پرین یہہ پیتم جیہ دیت

کانکھہ برنن

کنکھیان لکھ ان بانہہ تر سکھیان رہین اجیت

شدھارسندھ ببب لہرتین پری سندھ کنھہ ہیت

—: پہنچا برنن :—

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پیٔ پہنچن واکی ہنہین پہنچت اپمان ہاتھ

—: پورین برنن :—

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی ین

—: روما دل برنن :—

مانگ انک جوسیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُور آن سو پرگھٹی روما دل کی بھیکھ

—: روما دل برنن :—

روما دل نہہ جان تون لکھ پھیر سکھی رنگ
کچ شوتج منوتک چلیو نابھی ببر بھو نگ

—: کچ اگر سیامتا برنن :—

لست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بہہ کون وہی سر چڑھ رہیو کلنگ

—: ارج سندھ برنن :—

الی بھلی بدھ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادھرامی کی چرن ہنت راہ مانہہ کی کوپ

—: نابھہ برنن :—

نابھہ بھنور لون دیکھی روپ سندھ توگات

سکہمان کیجئی کون سراپمان بوڑی جات

-:کٹ برنن:-

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

-:الحہ:-

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکھہ دہر جگ امیک کوانگ

-:کام بھون برنن:-

تیری نابھ ترکوالی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

-:چرن برنن:-

امل کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جاپر بہنورن سون سدا بھرمت ہین جگ نین

-:ایڈہی برنن:-

توئ ایڈن سکہمان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڑھ جا برن ہوی اندبدھو پدلین

-:گانٹ برنن:-

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

-:چھب برنن:-

چھب جہلکت منہ جہلک تین من لاگت اپمان

ہوت اودئی سمس کی منون سمہ سلل اولنھان

-:سکمار نابرنن:-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انگ سکمار
نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار

-:سوبھا برنن:-

بن جیور جیہ برہری تا تین بدھ بچار
متواری ہتیار لون راکھی بھوکن ٹار

-:سکھ نکھ پورنتا:-

پرتھم پنچیو سکھ نکھ برنِ عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھمیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

-:جورا برنن:-

کیدہون بدہ ببدہ بدہان چھندبند کر باندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادو ار پہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نیلین کوئی دان پر انن کو لیت ہے
کیدہون ہم سان ہین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرو جورو نیہ کو نکیت ہے

-:بینی برنن:-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن نئو جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندر سودیس سوہی الی ال سینی ہے

سکھمان سو بیکھے آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منموہنی کی موہنی سی بینی ہے

-: نتر برنن :-

کیدہون مین کیتن کی سرکی ہین اوبھی مین کیدہون پنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پرپھلت ارن سرسیج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھا سرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کہنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت بکھا ہین
ہنٹ نویلی ال بیلی ہیم سیلی کیدہون تیری سیجہ اجہہ میری پچھن سہات ہین

-: مکھ برنن :-

باسرن ہوا یتو اوت امل جوت واکو نس ہی مین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مدمان یاسکے مہمان سمان مان بہئین دن واکون دن پرویہہ سوک ہے
پورن پرکاس سدا اسد ہاکو نواس دیکھو رہت دوگھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرو مکھ چندبال چند سم کوک ہے

-: ناسا برنن :-

سکھمان اکھنڈ سکت تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تلو تول تن پادئی نہین تومین کیتن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھمان امل مہاکومل نوین ات روپ سرسرسیج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیو نج نیہ تین بدہاتا تیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسا بانی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کاالندیکے کول کیدہون کام کیل کلاکر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن تمنک ماتو مدکی ترنگ تنک ناکی کل کینھہ کیح بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہوسدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتا سو پھل بھی ہی تاکون بیکھ کب چتیری ہین
کلکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کید ہون منمتھ کیا نے من لبس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کید ہون پیہ منگے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی تیب گوری کو جاتین نیک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
گری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

گری ہوئی ارہین کرسا نکر گری ہی دیکھ نپٹ اچنبھا بھری رنبھا گنت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سوبھونت راجت ہی رچنار چرج کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگرئین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوج ات میری جان بدھ جان جان نیہ ساجی ہے

—: نو پر برنن :—

روپ کو کیدارسم سندر اجرتامین ترل کنک کیسی لتا در سات ہے
کید ہون چھری کھری کلد ہوت کی نورہی جاکے چھب مرکن کی چھتا چھرات ہے
نو پر نوبن بیلن کی نگن جیٹو تا کو کر دیٹھ انیتھ اپمان سہات ہے
بھوٹرن کی پانت تامرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھ سون اگھات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار ہارپنک پد کار بیٹھو باسر سرن داکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ نلج بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہا ات ہین سرنگ لکھ اپمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھ بکو جیہ جان لینہی ہی کمل اچون رمان نج کر ہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الْمِنَّۃ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسیا حتے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است وجواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ جلال[1] الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ در تفسیر "درمنثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ " اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ "

ونیز[2] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیدلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند " السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ "

ونیز[3] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید " اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءک اشربی بلغۃ الھند "

علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است وابدع بیّنات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین ومائۃ والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

حبذا نو نہال موزونے کردہ ام سبز در ریاض سخن
سال اتمام آن خرد پرسید گفت آزاد " ختم او احسن " ۱۱۶۶ھ

چشم از یاران دادرس وعزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ وباوصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نَھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
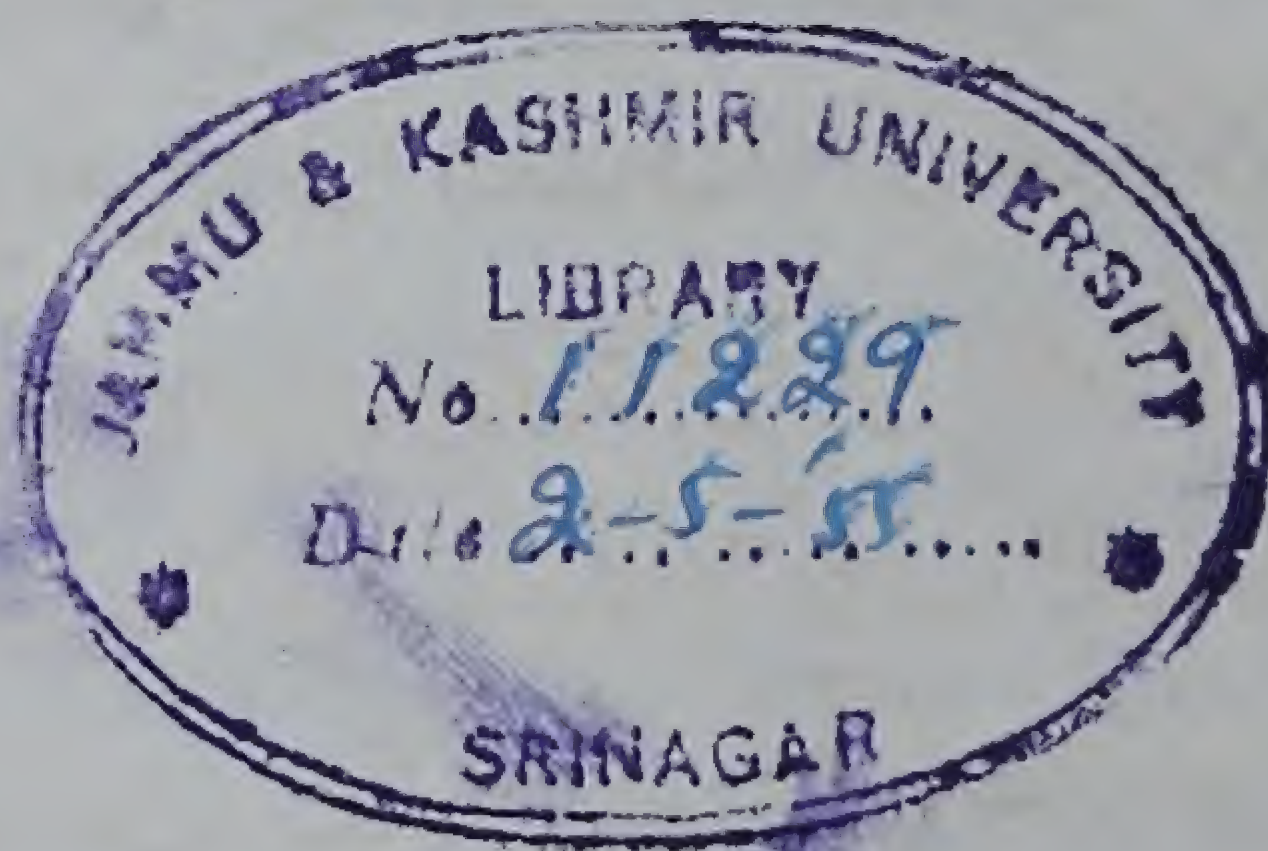
تمّت بالخیر

(۱) حصّہ اوّل میں مقدمہ مصنّف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنھوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصّہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یوروپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھولدی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت ص نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصّہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علّامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنو نضیر بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نُعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنھوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زرِ کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے، فاضل مترجم نے جا بجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبد اللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے۔ مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا اور نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدر دانی و امداد کرنی چاہئیے تاکہ خانصاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آیندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبد الحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۰) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصولڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مولوی عبد اللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے ۔

۵ شوال ۱۳۳۱ھ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدر آباد دکن

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date